- نماز میں قہقہ لگانے سے نماز کے ساتھ وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔
- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثقہ ہیں۔
- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تفسیر ثابت نہیں (کفایت اللہ سنابلی کو جواب)
- کتاب الآثار امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے (زبیر علی زئی کو جواب)
- امام موفق بن احمد المکی رحمۃ اللہ علیہ صدوق ہے (زبیر علی زئی اور غیر مقلدین کو جواب)

ALIJMA FOUNDATION

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

نوٹ: حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں، اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کی بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر ،اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے ،ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

مولانا نذیر الدین قاسمی

معتبر احادیث سے ثابت ہے کہ نماز میں قہقہہ لگانا(یعنی ٹھاٹھیں مار) کر ہنسنے سے نماز کے ساتھ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں :

دلیل نمبر ۱ :

- امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ :

حدثناه ابن جوصا،حدثنا عطیة بن بقیة ،حدثنا ابی ،حدثنا عمرو بن قیس السکونی عن عطاء ،عن ابن عمر قال:قال رسول اللہ ﷺ من ضحک فی صلاۃ قہقہۃ فلیعد الوضوء والصلاۃ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو کوئی نماز میں قہقہہ لگائے تو وہ اپنے وضو اور نماز کو لوٹائے۔(**الکامل لابن عدی ج:۴ص:۱۰۱**،واسنادہ حسن) اسکین ملاحظہ فرمائے

الكامل في ضعفاء الرجال

تأليف
الإمام الحافظ أبي أحمد عبد الله بن عديّ الجرجاني
المتوفى سنة ٣٦٥ھ

تحقيق وتعليق
الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوّض

شارك في تحقيقه
الأستاذ الدكتور عبد الفتّاح أبو سنّة
جامعة الأزهر

الجزء الرابع

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

ذكر ما روى ذلك عن الحسن البصري — الجزء الرابع — (١٠١)

الزهري عنه عن الحسن فقال في هذه الرواية: عن أنس بن مالك والبلاء في هذه الرواية من سفيان بن محمد الفزاري، فإنه ضعيف، يجيء ذكره فيمن اسمه «سفيان» إن شاء الله، وقد اختلف أيضًا في هذا الحديث على الحسن ثلاثة ألوان، فأحد ذلك[1]:

ثنا زيد بن عبدالله بن زيد الفارض[2]، ثنا كثير بن عبيد، ثنا بقية، عن محمد الخزاعي عن الحسين، عن عمران بن حصين أن النبي ﷺ قال لرجل ضحك: «أعِدْ وضُوءَكَ».

قال ابن عدي: ومحمد الخزاعي هذا هو من مجهولي مشايخ بقية، ويقال: عن بقية في هذا الحديث عن محمد بن راشد، عن الحسن؛ ومحمد بن راشد أيضًا عن الحسن مجهول.

ثنا ابن صاعد، ثنا محمد بن عيسى بن حيان، ثنا الحسن بن قتيبة، ثنا عمرو بن قيس، عن عمرو بن عبيد، عن الحسن، عن عمران بن حصين، عن النبي ﷺ قال: «إِذَا قَهْقَهَ أَعَادَ الوضُوءَ والصَّلاةَ»، كذا قال في هذا الإسناد: عن عمرو بن قيس، عن عمرو بن عبيد وإنما هو عن عمر بن قيس، وهوالسكوني الحمصي، عن عمرو بن عبيد.

ثناه عمر بن سنان المنبجي، ثنا عبدالوهاب بن الضحاك، ثنا إسماعيل بن عياش عن عمرو بن قيس، عن عمرو بن عبيد، عن الحسن، عن عمران بن حصين الخزاعي، سمعت رسول الله ﷺ يقول: «مَنْ ضَحِكَ في الصَّلاةِ قَهْقَهَةً[3] فَلْيُعِدِ الوضُوءَ والصَّلاةَ».

وروى بقية عن عمرو بن قيس، عن عطاء، عن ابن عمر، عن النبي ﷺ.

ثنا ابن جوصاء، ثنا عطية بن بقية، حدثني أبي، ثنا عمرو بن قيس السكوني، عن عطاء، عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: «مَنْ ضَحِكَ فِي صَلاةٍ قَهْقَهَةً فَلْيُعِدِ الوضُوءَ والصَّلاةَ».

واللون الثاني عن الحسن:

١ـ في هـ: الثلاثة.
٢ـ في ل: قال: ثنا.
٣ـ في ل، هـ: كركرة.

سند کے رواۃ کی تفصیل یہ ہے :

۱) امام ابواحمد بن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) مشہور ثقہ ،حافظ اور ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۸ص:۲۴۰)**

۲) ابن جوصاؒ جن کا پورانام امام حافظ احمد بن عمیر بن یوسف بن جوصاؒ (م ۳۲۰ھ) ہے۔وہ ثقہ ،حافظ اور امام اہل حدیث ہیں۔**(کتاب الثقات للقاسم ج:۱ص:۴۴۹،لسان المیزان ج:۱ص:۵۶۶،سیر اعلام النبلاء ج:۱۵ص:۱۵،الدلیل المغنی ص:۱۰۶)**

۳) عطیہ بن بقیہ بن الولیدؒ (م ۲۶۵ھ) بھی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں ،انہیں ابن حبانؒ اور قاسم بن قطلوبغاؒ نے ثقات میں شمار کیا ہے۔امام ابن ابی حاتمؒ نے ان سے روایت لی ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک ابن ابی حاتمؒ صرف ثقہ سے ہی روایت لیتے ہیں۔**(انوار البدر ص:۱۲۴)** نیز ،انہوں نے یہ بھی کہا کہ "محلہ الصدق و کانت فیہ غفلۃ" ان کا معاملہ سچا ہے اور ان میں کچھ غفلت ہے۔**(کتاب الثقات لابن حبان ج : ۸ص:۵۲۷،کتاب الثقات للقاسم ج:۷ص:۱۴۵)** امام ابوعوانہؒ نے آپ کی روایت کو صحیح اور حافظ ہیثمیؒ نے حسن کہا ہے۔**(صحیح ابوعوانہ حدیث نمبر:۷۸۹۰،المعجم الکبیر للطبرانی ج:۱ ص:۱۸۲، مجمع الزوائد ج:۹ص:۳۰۵،حدیث نمبر: ۱۵۶۶۹)** اور غیر مقلدین کا اصول ہے کہ محدث کا کسی حدیث کی تصحیح وتحسین کرنا ،اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔**(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام:ص۱۷،انوار البدر:ص۲۷)** معلوم ہوا کہ امام ابوعوانہؒ اور حافظ ہیثمیؒ کے نزدیک عطیہ بن بقیہ ثقہ ہیں۔

نیز عطیہ بن بقیہ بن الولیدؒ کا علم ہونے کے باوجود ،امام ابن عدیؒ نے الکامل میں آپ کے ترجمے کو ذکر نہیں کیا ہے ،اور اہل حدیث حضرات کا اصول ہے کہ جس راوی کا ترجمہ ،امام ابن عدیؒ اپنی کتاب الکامل میں ذکر نہ کریں ،وہ ابن عدیؒ کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔**(انوار البدر ص:۲۲۴،۲۲۵)** ثابت ہوا کہ ابن عدیؒ کے نزدیک یہ راوی ثقہ ہے۔[1]

---

[1] ابن حبانؒ نے انہیں ثقات میں شمار کرنے کے بعد کہا کہ "یخطئی ویغرب یعتبر حدیثہ اذا روی عن ابیہ غیر الاشیاء المدلسۃ" وہ خطا کرتے ہیں اور غریب روایات لاتے ہیں،(اور) ان کی حدیثوں کا اعتبار اس وقت ہوگا جب وہ اپنے بعد بقیہ بن الولید سے روایت کرے (جس میں ان کے والد نے) تدلیس نہ کی ہو۔**(کتاب الثقات لابن حبان ج:۸ص: ۵۲۷)**

۴) بقیہ بن الولیدؒ **(م ۱۹۷ھ)** کے بارے میں فیصلہ کن قول یہی ہے کہ جب وہ ثقہ راویوں سے (یعنی معروف رواۃ سے) سماع کی تصریح کریں تو وہ جمہور نزدیک ثقہ ہیں۔**(الکاشف رقم: ۶۱۹)**

نیز اگر بقیہؒ کا کوئی ثقہ راوی متابع یا شاہد مل جائے تو اس صورت میں بھی بقیہ بن الولیدؒ پر تدلیس کا الزام مردود ہوگا اور وہ ثقہ ہوں گے۔ واللہ اعلم

تنبیہ :

یہاں پر بھی بقیہ ؒ نے سماع کی تصریح کی ہے اور ان کے شیخ بھی ثقہ ہیں ،جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔[2]

معلوم ہوا کہ ابن حبانؒ کے نزدیک عطیہ بن بقیہ کی روایت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب ان کے والد بقیہؒ سماع کی صراحت کردیں۔یہاں اس روایت میں بھی انہوں نے سماع کی صراحت کی ہے ،لہذا یہاں عطیہؒ پر خطاء کا احتمال ختم ہوجا تا ہے اور وہ اس روایت میں ثقہ ہیں۔

نیز ''یخطیء''کی جرح کا جواب دیتے ہوئے ،زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ یہ بات سورج کی طرح روشن ہے کہ ثقہ راویوں کو بھی بعض اوقات خطاء لگ جاتی ہے۔لہذا ایسا راوی اگر جمہور کے نزدیک ثقہ ہو ،تو اس کی ثابت شدہ خطاء کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور باقی روایتوں میں وہ حسن الحدیث ، صحیح الحدیث ہوتا ہے۔(سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص:۳۱)اس روایت میں کسی ایک محدث نے بھی صراحت نہیں کی عطیہؒ سے خطاء ہوئی لہذا خود غیر مقلدین کے اصول سے ،یہاں پر وہ حسن الحدیث یا صحیح الحدیث ہیں۔

پھر''**یخطی**''کا ترجمہ کفایت اللہ صاحب 'کبھی کبھار غلطی کرنے والا' کرتے تھے۔**(انوار البدر ص:۱۸۸)** یعنی اہل حدیث حضرات کے اصول سے ،ابن حبانؒ کے نزدیک عطیہ قلیل الخطاء ہیں۔(کبھی کبھار خطاء کرنے والے ہیں)اور خود کفایت اللہ صاحب کے اصول کی روشنی میں قلیل الخطاء کی روایت میں غالب احتمال عدم خطاء کا ہے،اس لئے انکی روایت مقبول ہے۔**(انوار البدر ص:۱۴۷)** لہذا عطیہ بن بقیہؒ پر ''**یخطیء**''کی جرح سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔نیز جب جمہور نے عطیہ بن بقیہ بن ولیدؒ کی توثیق کردی ہے۔تو جمہور کے مقابلے میں ابن حبانؒ کی جرح مردود ہے جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے۔**(مقالات زبیر علی زئی ج:۶ص:۱۴۳،۱۴۴)** اس لحاظ سے بھی عطیہ بن بقیہؒ ثقہ ہی ثابت ہوتے ہیں۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ ابن الجوزیؒ کا اعتراض کہ:

''اما الطریق الاول ففیہ بقیۃ ومن عادتہ التدلیس فکأنہ سمعہ من بعض الضعفاء فحذف اسم ذلک وقد کان لہ رواۃ یسوون الحدیث ویحذفون اسم الضعیف۔'' **(التحقیق ج:۱ص: ۱۹۶)**

۵)	عمر بن قیس السکونیؒ (م ۱۴۰ھ) سنن اربعہ کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔(**تقریب رقم :۵۰۹۹**)

۶)	امام عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) ثقہ ہیں اور بخاری اور مسلم کے راوی ہیں۔(**تقریب رقم :۴۵۹۱**)

۷)	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ہیں۔(**تقریب**)

معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور اس کی سند حسن درجے کی ہے ، نیز امام ماردینیؒ (**م ۷۵۰ھ**) اور امام ابو محمد الزیلعیؒ (**م ۷۶۲ھ**) نے اس حدیث پر اعتراضات کے جوابات دیکر اسے معتبر ثابت کیا ہے۔(**الجوہر النقی ج:۱ ص:۱۴۷ ،نصب الرایہ ج:۱ص:۴۸**)

وضاحت :

اس معتبر حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نماز میں اگر کوئی کھکھلا کر ہنسے تو نماز کے ساتھ ساتھ اس کا وضو بھی ٹوٹ جائیگا۔

دلیل نمبر ۲ :

صحیح نہیں ہے۔کیونکہ جمہور ائمہ محدثین نے صراحت کی ہے کہ بقیہؒ جب سماع کی صراحت کردیں تو وہ ثقہ وصدوق ہیں۔جیسا کہ امام ذہبیؒ نے صراحت کی ہے ،جس کا حوالہ اوپر گزرچکا ،اسی طرح امام یعقوب بن شیبہ السدوسیؒ،امام ابن سعدؒ،حافظ عجلیؒ،امام ابوزرعہؒ،امام ابواحمد الحاکمؒ،امام ابن خلفونؒ،امام سمعانیؒ وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ بقیہ بن الولیدؒ جب ثقہ سے روایت کریں تو ثقہ ہیں ،ان پر کلام مجہولین سے روایت کرنیکی وجہ سے کیا گیا ہے۔(**تہذیب التہذیب ج:۱ ص:۴۷۶،اکمال تہذیب الکمال ج:۳ص:۷**) بلکہ امام نسائیؒ نے واضح کیا ہے کہ "اذاقال:حدثناوأخبرنافھوثقة"جب بقیہ حدثنا یا اخبرنا کہیں تو وہ ثقہ ہیں۔(**ایضاً**)یہی وجہ ہے کہ امام ماردینیؒ (**م ۷۵۰ھ**) ابن الجوزیؒ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "ھوصدوق وقدصرح بالتحدیث والمدلس الصدوق اذاصرح بذلک زالت تھمة تدلیسه"بقیہ صدوق ہیں ،اور انہوں نے سماع کی صراحت کردی ہے اور صدوق مدلس جب سماع کی صراحت کردے تو اس پر تدلیس کا الزام ختم ہوجاتا ہے ۔(**الجوہر النقی ج:۱ص:۱۴۷**)،حافظ ابو محمد الزیلعیؒ (**م ۷۶۲ھ**) کہتے ہیں کہ "ھذافیه نظر،لان بقیة صرح فیه بالتحدیث،والمدلس اذاصرح بالتحدیث،وکان صدوقاً،زالت تھمة التدلیس،وبقیة من ھذاالقبیل" (ابن الجوزیؒ کی)یہ بات قابل غور ہے ،اس لیے کہ بقیہؒ نے سماع کی صراحت کردی ہے اور مدلس راوی جب سماع کی صراحت کردے جب وہ راوی صدوق ہو تو اس پر تدلیس کا الزام ختم ہوجائیگا اور بقیہ بن الولیدؒ اسی طرح کے (صدوق مدلس)ہیں۔(**نصب الرایہ ج:۱ص:۴۸**) معلوم ہوا کہ ابن الجوزیؒ کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

- امام طبرانیؒ (م ۳۶۰؁ھ) فرماتے ہیں کہ :

حدثنا احمد بن زہیر التستری ثنا محمد بن عبدالملک الدقیقی ثنا محمد بن ابی نعیم الواسطی ثنا مہدی بن میمون ثنا ہشام بن حسان عن حفصة بن سیرین عن ابی العالیة عن ابی موسی ،قال : بینما رسول اللہ ﷺ یصلی بالناس اذدخل رجل فتردی فی حفرة کانت فی المسجد ،وکان فی بصرہ ضرر فضحک کثیر من القوم وہم فی الصلاة ،فامر رسول اللہ ص من ضحک ان یعید الوضوء ویعید الصلاة ۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔اتنے میں ایک صاحب مسجد میں داخل ہوئے ،اور مسجد میں موجود ایک گڑھے میں گر گئے۔(ان کی آنکھ میں خرابی تھی)تو کئی لوگ نماز ہی کی حالت میں ہنس پڑے ،تو جو لوگ ہنسے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنا وضو اور اپنی نماز دہرا لیں ۔(**المعجم الکبیر للطبرانی بحوالہ مجمع الزوائد حدیث نمبر: ۲۴۴۰،ونصب الرایہ: ج:۱ص:۴۷**،حافظ ہیثمیؒ کہتے ہیں کہ "**ورجالہ موثقون وفی بعضھم خلاف**" اس روایت کے رجال (رواۃ)ثقہ ہیں اور اس حدیث کی بعض سندوں میں اختلاف ہے)

اسکین:نصب الرایہ

نصب الراية

لأحاديث الهداية

للإمام البارع الحافظ

العلامة جمال الدين أبي محمد عبد الله بن يوسف الزيلعي الحنفي

المتوفى سنة ٧٦٢هـ

رحمه الله تعالى

مع حاشيته النفيسة المهمة

بغية الألمعي في تخريج الزيلعي

وتصحيح أصل النسخة بعناية بالغة من إدارة المجلس العلمي

وزاده تصحيحاً ومقابلة بمخطوطتين

محمد عوامة

دار القبلة للثقافة الإسلامية جدة — مؤسسة الريان للطباعة والنشر والتوزيع — المكتبة المكية

كتاب الطهارات ٤٧

يقومون فيصلون ولا يتوضئون، انتهى. قال ابن المبارك " يعني وهم جلوس "، قال البيهقي [1]: وعلى ذلك حمله الشافعي، لأن اللفظ محتمل، والحاجة إلى هذا التأويل هنا أشد لذكر الغطيط، انتهى. إذ لا يخفق برأسه إلا من نام جالساً. قال ابن القطان في " الوهم والإيهام ": وهذا يرده ما رواه البزار في " مسنده " ٢٣٠ من حديث عبد الأعلى عن شعبة عن قتادة عن أنس، قال: كان أصحاب رسول الله ﷺ ينتظرون الصلاة، فيضعون جنوبهم، فمنهم من ينام، ثم يقوم إلى الصلاة، قال: وهذا كما ترى صحيح من رواية إمام عن شعبة. وقال قاسم بن أصبغ [2]: ثنا محمد بن [3] عبد السلام الخشني ثنا محمد بن يسار [4] ثنا يحيى بن سعيد القطان ثنا شعبة به، قال: وهذا كما ترى صحيح من رواية إمام عن شعبة، واستدل على أن النعاس غير ناقض بما في " الصحيحين " [5] عن ابن عباس أنه ذكر قيامه خلف رسول الله ٢٣١ ﷺ في صلاة الليل، وفيه قال. " فجعلت إذا أغفيت يأخذ بشحمة أذني " الحديث.

الحديث الثاني والعشرون قال النبي ﷺ: « ألا من ضحك منكم قهقهة فليعد الصلاة ٢٣٢ والوضوء جميعاً »، قلت: فيه أحاديث مسندة، وأحاديث مرسلة. أما المسندة فرويت من حديث أبي موسى الأشعري. وأبي هريرة. وعبد الله بن عمر. وأنس بن مالك. وجابر بن عبد الله. وعمران ابن الحصين. وأبي المليح.

أما حديث أبي موسى، فرواه الطبراني [6] في " معجمه " حدثنا أحمد بن زهير ٢٣٣ التستري ثنا محمد بن عبد الملك الدقيقي ثنا محمد [7] بن أبي نعيم الواسطي ثنا مهدي بن ميمون ثنا هشام [8] ابن حسان عن حفصة بنت سيرين عن أبي العالية عن أبي موسى، قال: " بينما رسول الله ﷺ يصلي بالناس إذ دخل رجل فتردى في حفرة كانت في المسجد، - وكان في بصره ضرر - فضحك كثير من القوم وهم في الصلاة. فأمر رسول الله ﷺ وسلم من ضحك أن يعيد الوضوء ويعيد الصلاة "، انتهى.

(١) ص ١٢٠ (٢) أخرجه ابن حزم في " المحلى " ص ٢٢٤ - ج ١١ من حديث قاسم بن الأصبغ ثنا محمد بن عبد السلام الخشني ثنا محمد بن بشار ثنا يحيى، الخ (٣) وفي " الجوهر " ص ١٢٠ - ج ١: محمد بن عبد الرحيم الخشني ثنا محمد بن بشار، والصواب: محمد بن عبد السلام الخشني، راجع له " تذكرة الحفاظ " ص ٢٠٠ ج ٢ (٤) أصل الحديث في الترمذي في " باب الوضوء من النوم " ص ٨٠ من طريق ابن بشار، وليس فيه ذكر الجنوب، والله أعلم، وكذا عند الدارقطني: ص ٨ بلفظ: كنا نأتي مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فننام فلا نحدث لذلك وضوءاً، وقال: صحيح، اه (٥) هذا اللفظ لم أجده في البخاري، إنما هو في مسلم: ص ٢٦١ - ج ١ (٦) قال الهيثمي في " الزوائد " ص ٢٤٦: رواه الطبراني في " الكبير "، وفيه محمد بن عبد الملك الدقيقي، وبقية رجاله موثقون، اه. وقال في ص ٨٢ - ج ٢: رجاله موثقون، وفي بعضهم خلاف اه، قلت: محمد بن عبد الملك، قال النسائي: ثقة، وقال ابن أبي حاتم: سمع منه أبي، وسئل أبي عنه فقال: صدوق، ذكره ابن حبان في الثقات، وقال: مسلمة ثقة قال المقري: ثقة، قال الدارقطني: وقال أبو داود: ولم يكن يحكم العقل " تهذيب " ص ٣١٧ - ج ٩، وثقه مطين. والدارقطني " ميزان " (٧) هو محمد بن موسى بن أبي نعيم صدوق، لكن طرحه ابن معين " تقريب " (٨) مدلس من الثالثة.

روات کی تحقیق یہ ہے :

۱) امام طبرانیؒ(م۳۶۰؁ھ) مشہور ثقہ ،امام اور حافظ الحدیث ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۸ص:۱۴۳)**

۲) حافظ احمد بن زہیرؒ التستری(م۳۱۰؁ھ) بھی ثقہ ،حجت ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۷ص:۱۵۲)**

۳) محمد بن عبدالملک الدقیقیؒ(م۲۶۶؁ھ) سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی ہیں اور ثقہ ،صدوق ہیں۔**(تقریب رقم ۶۱۰۱،سیر اعلام النبلاء ج:۱۲ص:۵۸۲)**

۴) محمد بن ابی نعیمؒ الوسطیؒ(م۲۲۳؁ھ) سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں اور جمہور کے نزدیک ثقہ ،صدوق ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ،امام ابوحاتمؒ نے انہیں صدوق اور امام احمد بن سنانؒ نے ثقہ ،صدوق کہا ہے۔اسی طرح ابن حبانؒ نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے ،امام ابو زرعہ رازیؒ نے بھی ان سے روایت لی ہے۔**(تقریب رقم :۶۳۳۷،تہذیب التہذیب ج:۹ ص:۴۸۱،تہذیب الکمال ج:۲۶ص:۵۲۷)**اور امام ابو زرعہ الرازیؒ،غیر مقلدین کے نزدیک صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔**(اتحاف النبیل ج:۲ص:۱۲۸)** معلوم ہو اکہ جمہور کے نزدیک آپؒ ثقہ وصدوق ہیں۔

۵) مہدی بن میمونؒ(م۱۷۲؁ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔**(تقریب رقم :۶۹۳۲)**

۶) ہشام بن حسانؒ(م۱۴۸؁ھ) بھی صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔**(تقریب رقم :۷۲۸۹)**

۷) حفصہ بنت سیرینؒ(م۱۰۰؁ھ) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔**(تقریب رقم :۸۵۶۱)**

۸) ابوالعالیہ البصریؒ(م۹۳؁ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔**(تقریب رقم : ۱۹۵۳)**

۹) ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ہیں۔**(تقریب)** معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

ایک وضاحت :

بعض محدثین نے ابوالعالیہؒ سے یہ روایت مرسلاً نقل کی ہے۔لیکن معجم الکبیر للطبرانی میں یہ روایت صحیح سند کے ساتھ متصل آئی ہے۔جیسا کہ تفصیل اوپر بیان کی گئی۔اور غیر مقلدین کا اصول ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

چنانچہ، غیر مقلد ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر صاحب ثقہ کی زیادتی کے بارے میں آخری قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

جمہور فقہاء و محدثین اور اصولیین کے نزدیک ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔خطیب نے اس قول کو پسند کیا ہے (اور کہا) کہ یہ قول ہمارے نزدیک صحیح ہے۔**(التحدیث ص:۲۵۳)**

اسی طرح زبیر علی زئی صاحب ابن کثیرؒ کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حافظ ابن کثیرؒ کی یہ بات محل نظر ہے ۔کیونکہ خطیب البغدادیؒ نے لکھا ہے کہ جمہور فقہاء اور اصحاب الحدیث نے کہا :ثقہ کی زیادتی مقبول ہے ،جس کے ساتھ وہ منفرد ہو۔**(اختصار علوم الحدیث ترجمہ علی زئی ص:۴۸)**

لہذا غیر مقلدین کے اپنے اصول سے المعجم الکبیر للطبرانی والی یہ متصل روایت مقبول ہے ،لہذا اس پر اعتراض ہی مردود ہے۔

دلیل نمبر۳:

- امام ابونعیمؒ (م ۴۳۰ھ) کہتے ہیں کہ :

ثنا محمد بن ابراہیم، ثنا اسحا ق بن ابرہیم ،ثنا اسماعیل بن محمد ،ثنا مکی بن ابراہیم ،ثنا ابوحنیفة ،عن منصور بن زاذان قال:عن الحسن ،عن ابی سعید عن النبی ﷺ :بینما ہو فی الصلاۃ اذ اقبل أعمی یرید الصلاۃ ،فوقع فی رویة فاستضحک بعض القوم ،حتی قہقہہ فلما انصرف قال النبی ﷺ من کان منکم قہقہہ فلیعد الوضوء والصلاۃ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کی بات ہے ،نبی پاک ﷺ نماز میں تھے تبھی ایک نابینا صاحب نماز کے ارادے سے آئے تو ایک نالی میں گر گئے تو کچھ لوگ ہنس پڑے یہاں تک کہ وہ ہنسی قہقہے تک پہنچ گئی تو جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے بھی قہقہہ لگایا ہے وہ اپنا وضو اور نماز دہرائے۔**(مسند امام ابو حنیفہ بروایت ابونعیم ص:۲۲۲)**

اسکین:

منصور بن دياب ۔ ۲۲۲

اللجلاج ، ثنا إبراهيم بن الجراح ، ثنا أبويوسف ، عن أبي حنيفة ، عن منصور ، عن الشعبي ، عن جابر ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لايجوز للمغيرة طلاق ، ولابيع ، ولاشراء .

* حدثنا أبوسعد عبدالرحمن بن محمد بن محمد الأردشتي بجرجان ، ثنا خلف بن محمد الخيام البخاري ، ثنا سهل بن سارويه البخاري ، ثنا شعيب بن الليث أبوصالح ، ويوسف بن علي الأبار ، قالوا : أخبرنا علي بن حكيم السعدي ثنا سلم بن مسلم الخشاب ، ثنا مكي ، عن أبي حنيفة ، عن منصور (٤٨ / ب) عن أبي وائل ، عن حذيفة رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم : أتى سباطة قوم ، فبال قائما .

***

روايته عن

منصور بن دياب

الضبي ، كوفي .

***

روايته عن

منصور بن زاذان الواسطي

سمع من : أنس ، والحسن ، ومحمد بن سيرين .

* حدثنا أبومحمد بن حيان ، ثنا سلم بن عصام ، عن عمه محمد بن المغيرة ، ثنا الحكم ، عن زفر ، عن أبي حنيفة ، عن منصور بن زاذان .

ح ـ

* وثنا محمد بن إبراهيم ، ثنا إسحاق بن إبراهيم ، ثنا إسماعيل بن محمد ، ثنا

محارب بن دثار ۔ ۲۲۳

مكي بن إبراهيم ، ثنا أبوحنيفة ، عن منصور بن زاذان ، كلهم : قال : عن الحسن ، عن أبي سعيد ، عن النبي صلى الله عليه وسلم : بينما هو في الصلاة إذ أقبل أعمى يريد الصلاة فوقع في روية ، فاستضحك بعض القوم حتى قهقه ، فلما انصرف ، قال النبي صلى الله عليه وسلم : من كان منكم قهقه فليعد الوضوء والصلاة .

هذا لفظ زفر ، والآخرون مثله .

ورواه أسد بن عمرو وغيره وليست .... ، فقال : سعيد بن صبيح .

***

روايته عن

أبي النضر محارب بن دثار

ابن كردوس بن فراس بن معاوية بن صخر السدوسي ، ولي قضاء الكوفة .

سمع : جابرا ، وابن عمر .

وروى عنه : الثوري ، وشعبة ، ومسعر .

* حدثنا سليمان بن أحمد ، ثنا محمد بن الفضل ، ..... ، ثنا مهدي بن حفص ثنا إسحاق الأزرق ، عن أبي حنيفة ، عن محارب بن دثار ، عن ابن عمر ، قال : قال النبي صلى الله عليه وسلم : من صلى العشاء في جماعة ، وصلى أربع ركعات قبل أن يخرج من المسجد ، كان كعدل ليلة القدر (١) .

لم يروه عن ابن عمر إلامحارب ، ولاعنه إلا أبوحنيفة .

تفرد به إسحاق ، عن ..... ابن عون ، مرفوعا .

١ – قال الهيثمي في المجمع ٢ / ٢٣١ رواه الطبراني في الكبير ، وفيه من ضعف .

اس روایت کے راویوں کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱) امام ابونعیم اصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) مشہور ثقہ ،حافظ ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۹ص:۴۶۸)**

۲) محمد بن ابراہیم سے مراد مسند اصبہان محمد بن ابراہیم ابو بکر ابن المقریؒ (م ۳۸۱ھ) ہیں ،جو کہ مشہور ثقہ ،حافظ الحدیث ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۸ص:۵۲۴)**

۳) اسحاق بن ابراہیم کا پورا نام اسحق بن ابراہیم بن عبد اللہ بن شاذان الفارسیؒ ہے۔جو کہ ثقہ راوی ہیں۔**(مسند ابوحنیفہ بروایت ابونعیم ص:۲۳۸،تاریخ الاسلام ج:۶ص:۲۹۴)**

۴) اسماعیل بن محمد بن ابی کثیر الفسویؒ (م ۲۸۸ھ) بھی ثقہ شیخ ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۶ص:۷۲۱)**

۵) امام حافظ مکی بن ابراہیمؒ (م ۲۱۵ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ و مضبوط ہیں۔**(تقریب رقم :۶۸۷۷)**

۶) امام اعظم ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) مشہور فقیہ ،امام ،حافظ الحدیث ،ثقہ اور حدیث کے شھنشاہ ہیں۔**(امام ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام ص:۳۲۳،نیز دیکھئے ص ۲۱،۶۲،الاجماع مجلہ:شمارہ نمبر۳:ص۲۷۸)**

۷) منصور بن زاذانؒ (م ۱۲۹ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ مضبوط ،عابد ہیں۔**(تقریب رقم:۶۸۹۸)**

۸) امام حسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) بھی مشہور ثقہ ،فقیہ ،فاضل ،امام ہیں۔**(تقریب رقم : ۱۲۲۷)**

۹) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ہیں۔[3]

نوٹ :

اس روایت میں امام حسن البصریؒ نے عن سے روایت کیا ہے اور وہ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں ،جن کی تدلیس قابل قبول ہوتی ہے۔**(طبقات المدلسین لابن حجر ص:۲۹)**

اس تحقیق سے معلوم ہواکہ اس سند کے تمام روات ثقہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔[4]

دلیل نمبر۴ :

- امام ابن عدیؒ **(م ۳۶۵ھ)** فرماتے ہیں کہ :

حدثنا زيد بن عبدالله بن زيد الفارض ۔حدثنا كثير بن عبيد ۔حدثنا بقية عن محمد الخزاعى عن الحسن عن عمران بن حصين ۔ان النبى ﷺ قال لرجل ضحک أعد وضوئک ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (نماز میں) ہنسا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے فرمایا :اپنے وضو کو دہراؤ۔**(الکامل لابن عدی ج:۴ص:۱۰۱)**

اسکین:

---

[3] یاد رہے کہ امام حسن البصریؒ کا سماع ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے ، جس کی تفصیل **ص:۱۸** پر موجود ہے لہذا یہ روایت متصل ہے۔

[4] امام ابو نعیمؒ نے اس روایت کی ایک اور سند اس طرح ذکر کی ہے کہ :

حدثنا ابو محمد بن حيان ،ثنا سلم بن عصام ،عن عمه محمد بن المغيرة ،ثنا الحكم عن زفر ،عن ابى حنيفة ،عن منصور بن زاذان قال :عن الحسن عن ابى سعيد عن النبى ﷺ ---------

اس روایت کے بھی روات ثقہ ہیں ،اور حکمؒ سے مراد ابو محمد حکم بن ایوبؒ جن کو امام ذہبیؒ اور امام ابو نعیمؒ نے فقیہ کہا ہے اور امام ابو شیخؒ نے آپ کا شمار اصبہان کے محدثین میں کیا ہے۔**(تاریخ الاسلام ج:۴ص:۱۰۹۷،طبقات المحدثین تاریخ اصبہان ج:۱ص:۳۵۰،طبقات المحدثین ج:۲ص:۹۶)** لہذا متابع کی وجہ سے یہ حدیث اور بھی قوی و مضبوط ہوجاتی ہے۔

الكَامِلُ فِي ضُعَفَاءِ الرِّجَال

تأليف
الإمام الحافظ أبي أحمد عبد الله بن عديّ الجرجاني
المتوفى سنة ٣٦٥هـ

تحقيق وتعليق
الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمّد معوّض

شارك في تحقيقه
الأستاذ الدكتور عبد الفتّاح أبو سنّة
جامعة الأزهر

الجزء الرابع

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

ذكر ما روى ذلك عن الحسن البصري — الجزء الرابع — (١٠١)

الزهري عنه عن الحسن فقال في هذه الرواية: عن أنس بن مالك والبلاء في هذه الرواية من سفيان بن محمد الفزاري، فإنه ضعيف، يجيء ذكره فيمن اسمه «سفيان» إن شاء الله، وقد اختلف أيضًا في هذا الحديث على الحسن ثلاثة ألوان، فأحد ذلك[1]:

ثنا زيد بن عبدالله بن زيد الفارض[2]، ثنا كثير بن عبيد، ثنا بقية، عن محمد الخزاعي عن الحسين، عن عمران بن حصين أن النبي ﷺ قال لرجل ضحك: «أعِدْ وضُوءَكَ».

قال ابن عدي: ومحمد الخزاعي هذا هو من مجهولي مشايخ بقية، ويقال: عن بقية في هذا الحديث عن محمد بن راشد، عن الحسن؛ ومحمد بن راشد أيضًا عن الحسن مجهول.

ثنا ابن صاعد، ثنا محمد بن عيسى بن حيان، ثنا الحسن بن قتيبة، ثنا عمرو بن قيس، عن عمرو بن عبيد، عن الحسن، عن عمران بن حصين، عن النبي ﷺ قال: «إذَا قَهْقَهَ أعَادَ الوضُوءَ والصَّلاةَ»، كذا قال في هذا الإسناد: عن عمرو بن قيس، عن عمرو بن عبيد وإنما هو عن عمر بن قيس، وهو السكوني الحمصي، عن عمرو بن عبيد.

ثناه عمر بن سنان المنبجي، ثنا عبدالوهاب بن الضحاك، ثنا إسماعيل بن عياش عن عمرو بن قيس، عن عمرو بن عبيد، عن الحسن، عن عمران بن حصين الخزاعي، سمعت رسول الله ﷺ يقول: «مَنْ ضَحِكَ في الصَّلاةِ قَهْقَهَةً[3] فَلْيُعِدِ الوضُوءَ والصَّلاةَ».

وروى بقية عن عمرو بن قيس، عن عطاء، عن ابن عمر، عن النبي ﷺ.

ثنا ابن جوصاء، ثنا عطية بن بقية، حدثني أبي، ثنا عمرو بن قيس السكوني، عن عطاء، عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: «مَنْ ضَحِكَ فِي صَلاةٍ قَهْقَهَةً فَلْيُعِدِ الوضُوءَ والصَّلاةَ».

واللون الثاني عن الحسن:

١ـ في هـ: الثلاثة.
٢ـ في ل: قال: ثنا.
٣ـ في ل، هـ: كركرة.

اس کی تحقیق یہ ہے :

۱) امام ابن عدیؒ کی توثیق گزر چکی۔

۲) زید بن عبداللہ بن زید ابوطلحہؒ بھی ثقہ ہیں۔ کیونکہ ان کے علم کے باوجود امام ابن عدیؒ نے ان کا ترجمہ اپنی کتاب الکامل میں ذکر نہیں کیا ،اور غیر مقلدین کے نزدیک یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ راوی ابن عدیؒ کے نزدیک ثقہ ہے۔ دیکھئے **(انوار البدر ص:۲۲۴)**

۳) کثیر بن عبید بن نمیرؒ (**م۲۵۰ھ**) سنن ابوداوٗد ،ابن ماجہ اور نسائی کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔**(تقریب رقم: ۵۶۱۸)**

۴) بقیہ بن الولید کی توثیق گزر چکی۔(دیکھئے ص:۳)[5]

۵) محمد الخزاعیؒ بھی ثقہ ہیں۔

اعتراض :

ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ اس روایت میں محمد الخزاعیؒ مجہول ہیں۔اسی طرح ابن عدیؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ "**يقال عن بقية في هذا الحديث عن محمد بن راشد عن الحسن، ومحمد بن راشد أيضا عن الحسن مجهول**"اس حدیث کو بقیہ نے محمد بن راشد عن الحسن سے بھی روایت کیا ہے اور حسن سے روایت کرنے والے محمد بن راشد بھی مجہول ہیں۔**(کامل لابن عدی ج:۴ص:۱۰)**

الجواب :

نہایت ادب واحترام کے ساتھ عرض ہے کہ محمد الخزاعیؒ اور محمد بن راشدؒ یہ دونوں ایک ہی شخص ہیں،جن کا پورا نام محمد بن راشد الخزاعی ابوعبداللہ الشامی الدمشقیؒ **(م بعد ۱۶۰؁ھ)** ہے۔آپ سنن اربعہ کے راوی ہیں ،بقیہ بن الولیدؒ **(م ۱۹۷؁ھ)** کے استاذ ہیں اور جمہور کے نزدیک ثقہ ،صدوق ہیں۔**(تہذیب الکمال ج:۴ص:۱۹۳، تقریب رقم :۵۸۷۵، تہذیب**

---

[5] اگرچہ اس روایت میں بقیہ بن الولیدؒ نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے لیکن اس حدیث کی ایک اور سند امام دارقطنی نے ذکر کی ہے ،جس کی سند یہ ہے :

حدثنا به الحسين بن اسمعيل حدثنا محمد بن عيسى بن حنان ،نا الحسن بن قتيبة ،حدثنا عمر بن قيس ،ح وحدثنا محمد بن على بن اسمعيل ،نا سعيد بن محمد الترخمى ،نا ابراہيم بن العلاء ،نا اسمعيل بن عياش ،عن عمر بن قيس ،عن عمرو بن عبيد ،عن الحسن ،عن عمران بن حصين قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : من ضحك فى الصلاة قرقرة فليعد الوضوء والصلاة .وقال الحسن بن قتيبة اذا قہقہہ الرجل أعاد الوضوء والصلاة۔(سنن دارقطنی ج:۱ص:۳۰۲، حدیث نمبر: ۶۱۲)

غور فرمائیے!اس میں بقیہؒ کے متابع میں دو دو راوی امام اسمعیل بن عیاشؒ **(م ۱۸۲؁ھ)**[ثقہ]اور حسن بن قتیبہؒ(حسن الحدیث)موجود ہے۔اسی طرح **الخلافیات للبیھقی ج:۱ص:۳۷۳** پر عبدالرحمن بن سلامؒ(ثقہ) بھی بقیہ کے متابعات میں موجود ہے۔لہذا ان پر تدلیس کا الزام اس روایت میں مردود ہے اور بقیہؒ اس روایت میں ثقہ ہیں۔

التہذیب ج:۹ص:۱۶۰، الکاشف) محدث عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے بھی امام ابن عدیؒ کے اعتراض کا تقریباً یہی جواب دیا ہے۔ **(العنایہ شرح ہدایہ ج:۱ص:۲۹۱)**

لہذا انہیں مجہول کہنا صحیح نہیں ہے ،بلکہ وہ ثقہ اور سچے ہیں۔

۶) امام حسن البصریؒ **(م ۱۱۰ھ)** کی توثیق گزرچکی۔

۷) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ **(م ۵۲ھ)** بھی مشہور صحابی رسول ہیں ۔**(تقریب رقم :۵۱۵۰)**[6]

معلوم ہوا کہ اس بھی تمام روات ثقہ ہیں ،لہذا یہ روایت بھی صحیح اور متصل ہے۔

دلیل نمبر۵ :

- الامام الحافظ الفقیہ ابویوسف یعقوب بن ابراہیم ا لانصاریؒ (م ۱۸۲ھ) فرماتے ہیں کہ :

(یوسف بن ابی یوسف عن ابیه) عن ابی حنیفة، عن منصور بن زاذان عن الحسن عن معبد رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه بینما هو فی الصلاة اذ أقبل أعمی یرید الصلاة، فوقع فی زبیة، فاستضحک بعض القوم حتی قهقهه فلما انصرف النبی ﷺ قال من کان منکم قهقهه فلیعد الوضوء و الصلاة۔

ایک موقع پر جب کہ حضور پاک ﷺ نماز میں تھے تبھی ایک نابینا صحابی نماز کے لئے آئے۔تو گڑھے میں گر گئے اس پر کچھ لوگ ہنس پڑے یہاں تک کہ ہنسی قہقہے میں تبدیل ہوگئی ،تو جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا :تم میں سے جس نے قہقہہ لگایا وہ وضو اور نماز کو دہرا لے ۔**(کتاب الآثار للقاضی ابویوسف ص:۲۸،حدیث نمبر: ۱۳۵)**[7]

اسکین:

---

[6] یاد رہے کہ امام حسن البصریؒ کا سماع حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے ، دیکھئے **(دوماہی مجلہ شمارہ نمبر: ۳ص:۲۷۴)**

[7] ذہن میں رہے کہ زبیر علی زئی کا اعتراض "کہ کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ سے ثابت نہیں ہے "باطل ومردود ہے۔جس کی تفصیل ص:**۲۵** پر موجود ہے۔

كتاب الآثار

للإمام الجليل النبيل قاضى القضاة

أبى يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصارى

المتوفى سنة ١٨٢ من الهجرة

روى كتاب « الآثار » أبو محمد يوسف بن يعقوب عن أبيه أبى يوسف . وهو مسند الامام الأعظم أبى حنيفة النعمان الكوفى رضى الله عنهم ، جمعه صاحبه أبو يوسف ، وأضاف إليه مروياته فى مواضع منه ؛ ويسمى : مسند أبى يوسف أيضا

عنى بتصحيحه والتعليق عليه

أبو الوفا

المدرس بالمدرسة النظامية

عنيت بنشره لجنة إحياء المعارف النعمانية بحيدرآباد الدكن بالهند

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

— ٢٨ —

١٣٥ — يوسف عن أبيه عن أبى حنيفة عن منصور بن زاذان[1] عن الحسن[2] عن معبد[3] رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه بينما هو فى الصلاة إذ أقبل أعمى يريد الصلاة فوقع فى زبية[4] فاستضحك بعض القوم حتى قهقه ، فلما انصرف النبى صلى الله عليه وسلم قال : من كان منكم قهقه فليعد الوضوء والصلاة

١٣٦ — يوسف عن أبيه عن أبى حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال : لا يصلى أحد عن أحد ، ولا يصوم أحد عن أحد[5]

١٣٧ — يوسف عن أبيه عن أبى حنيفة عن حماد أنه قال : سألت إبراهيم فقلت أزيد فى الأربع قبل الظهر ؟ فقال لى : بل طولهن

١٣٨ — يوسف عن أبيه عن أبى حنيفة عن على أبى الحسن الزراد[6] عن تمام

(١) هو منصور بن زاذان الواسطى أبو المغيرة الثقفى مولاهم . روى عن أنس وأبى العالية رفيع وعطاء والحسن وابن سيرين وقتادة والحكم وغيرهم ، وعنه ابن أخيه مسلم وجرير وهشيم وأبو عوانة ، روى له الستة مات سنة تسع وعشرين ومائة وقيل غير ذلك — من (ت) ١٢

(٢) الحسن بن أبى الحسن البصرى مولى أم سلمة وربيع أوزيد أبو سعيد الامام أحد أئمة الهدى والسنة روى عن جندب وأنس وعبدالرحمن بن سمرة ومعقل بن يسار وأبى بكرة وسمرة وأرسل عن خلق من الصحابة ، روى عنه أيوب وحميد ويونس وقتادة وخلائق . كان عالما جامعا رفيعا ثقة مأمونا عابدا ناسكا شجاعا كثير العلم فصيحا جميلا وسيما . قال ابن المدينى : مرسلات الحسن البصرى التى رواها عنه الثقات صحاح ماأقل مايسقط منها ، وقال أبو زرعة : كل شىء قال الحسن قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وجدت له أصلا ، روى له الستة . مات سنة مائة وعشرة — من (خ)

(٣) هو معبد بن صبيحة القرشى التيمى من رهط طلحة ، ويقال : ابن صبيح ، رأى عليا وعثمان ، وروى عنه عبدالملك بن عمير والحسن وليس له صحبة وهو الذى روى أبو حنيفة عن منصور عن الحسن عنه حديث الضحك فى الصلاة (ثقات ابن حبان) قلت : ذكره ابن عبدالبر وغيره فى الصحابة وقال: جهنى بصرى وقال بعضهم خزاعى

(٤) الزبية بالضم قال فى (مغ) تردى فى زبية : أى ركية - ١٢

(٥) وأخرجه عبدالرزاق موقوفا على ابن عمر ، وأخرج النسائى فى السنن الكبرى عن ابن عباس مثله وحديث إبراهيم أخرجه الامام محمد فى « الآثار » عنه ثم قال : وبه نأخذ ، وهو قول أبى حنيفة

(٦) قال أبو المؤيد الخوارزمى فى باب المشايخ من جامع المسانيد : أبو الحسن الزراد اختلفوا فى اسمه فقيل : هو على بن الحسين وقيل جعفر بن الحسن واختلفوا فى كنيته ، فقيل أبو على ، وقيل : أبو الحسن واتفقوا على أنه معروف بالصيقل الخ ، وقال العلامة ابن حجر رحمه الله فى « تعجيل المنفعة » (الرداد) مكان (الزراد) فلعله من غلط الناسخ وطبع كذلك ، والحديث أخرجه الامام محمد فى « الآثار » كذلك إلا أنه لم يذكر اسمه ولا نسبه ، وكذلك رواه الحارثى عن الأكثر ، ورواه عن بعض وكناه أبا على

اس کی تفصیل یہ ہے :

۱) امام ،حافظ ،فقیہ ،قاضی ابویوسفؒ **(م ۱۸۲ھ)** جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ **(تلامذہ امام ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام ص :۱۴۱)**

۲) امام ابوحنیفہؒ

۳) منصور بن زاذانؒ اور

۴) امام حسن البصریؒ کی توثیق گزر چکی۔

۵) معبد رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں۔

امام ابونعیمؒ (م ۴۳۰ھ) اور حافظ بن الاثیر الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) نے آپ کو صحابی بتایا ہے۔(**معرفۃ الصحابہ ج:۵ص:۲۵۲۹،اسد الغابہ ج:۵ص:۲۱۱**)،حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)نے بھی آپ کا شمار **"تجرید اسماء الصحابہ"** میں کیا ہے۔ **(ج:۲ص:۸۵)**

لہذا آپؓ صحابی رسول ہیں۔

معلوم ہوا کہ

- یہ حدیث حسن البصریؒ نے عمران بن حصینؓ،ابوسعید الخدریؓ ،کے علاوہ معبد سے بھی نقل کی ہے۔
- اس کے سند کے تمام روات ثقہ ہیں۔
- اورسند بھی صحیح ہے۔[8]

دلیل نمبر۶ :

- امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ :

فاخبرنا ابوبکر بن الحارث انا علی بن عمر ثنا الحسین بن اسماعیل ومحمد بن مخلد قالا ثنا محمد بن عبداللہ الزہیری ابوبکر ثنا یحی بن یعلی ثنا ابی ثنا غیلان عن منصور الواسطی ۔---ہو ابن زاذان ---عن ابن سیرین عن معبد الجہنی قال کان النبی ﷺ یصلی الغداۃ فجاء رجل اعمی وقریب من مصلی رسول اللہ ﷺ بئر علی رأسہا جلۃ ۔فجاء الاعمی یمشی حتی وقع فیہا ۔فضحک بعض القوم وہم فی الصلاۃ ،فقال النبی ﷺ بعد ما قضی الصلاۃ ''من ضحک منکم فلیعد الوضوء والصلاۃ ''۔

معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اتنے میں ایک نابینا صاحب آئے ---اور نبی ﷺ کے مصلے کے پاس ایک کنواں تھا۔--ان کے سر پر ایک بڑا ٹوکرا تھا۔تو وہ نابینا صاحب چلتے ہوئے آئے

[8] **ابن عدیؒ کا اعتراض اور اس کا جواب :**

امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کہتے ہیں کہ "ولم یقلہ احد عن معبد فی ہذا الاسناد الا ابو حنیفۃ"اس سند میں امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ کسی نے معبد رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔(**الکامل ج:۴ص:۱۰۲**)

حالانکہ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے ،کیونکہ **دلیل نمبر:۶** کے تحت ابن سیرینؒ نے بھی معبد رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

یہاں تک کہ اس میں گر پڑے۔اس پر کچھ لوگ نماز ہی کی حالت میں ہنس پڑے،تو نماز مکمل کرنے کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا:جو لوگ ہنسے ہیں وہ وضو اور نماز دہرا لیں۔ **(الخلافیات للبیہقی ج:۱ص:۳۹۵)**

اسکین:

الخلافيات
بين الإمامين
الشافعي وأبي حنيفة وأصحابه
لشيخ السنة الإمام الحافظ
أبي بكر البيهقي
٣٨٤-٤٥٨ هـ
تحقيق ودراسة
فريق البحث العلمي بشركة الروضة
يحقق لأول مرة على خمسة أصول خطية
المجلد الأول
الروضة للنشر والتوزيع

كتاب الطهارة ٣٩٥

منصور، وإنما رواه منصور بن زاذان، عن محمد بن سيرين، عن معبد، ومعبد هذا لا صحبة له، ويقال: إنه أول من تكلم في القدر من التابعين، حدث به عن منصور، عن ابن سيرين: غيلان بن جامع، وهشيم بن بشير، وهما أحفظ من أبي حنيفة للإسناد[1].

أما حديث غيلان بن جامع:

[٧١١] فأخبرنا أبو بكر بن الحارث، أنا علي بن عمر، ثنا الحسين بن إسماعيل ومحمد بن مخلد، قالا: ثنا محمد بن عبد الله الزهيري أبو بكر، ثنا يحيى بن يعلى، ثنا أبي، ثنا غيلان، عن منصور الواسطي -هو ابن زاذان- عن ابن سيرين، عن معبد الجهني قال: كان النبي ﷺ يصلي الغداة، فجاء رجل أعمى، وقريب من مصلى رسول الله ﷺ بئر على رأسها جلة[2]، فجاء الأعمى يمشي حتى وقع فيها، فضحك بعض القوم وهم في الصلاة، فقال النبي ﷺ بعدما قضى الصلاة: «من ضحك منكم فليعد الوضوء والصلاة»[3].

وأما حديث هشيم:

[٧١٢] فأخبرنا أبو بكر بن الحارث، أنا علي بن عمر، ثنا أحمد بن عبد الله الوكيل، ثنا الحسن بن عرفة، ثنا هشيم، عن منصور، عن ابن سيرين. وعن خالد الحذاء، عن حفصة، عن أبي العالية، فذكر الحديث مرسلا [د/ ٦٨] ببعض معناه[4].

(١) سنن الدارقطني (١/ ٣٠٦).
(٢) في (س): «جلد». والجلة: وعاء من خوص يوضع فيه التمر.
(٣) أخرجه الدارقطني في السنن، رواية الحارثي (ق٣٢/ ب).
(٤) المصدر السابق (ق٣٢/ ب).

اس روایت کے راویوں کی تفصیل یہ ہے :

۱) امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) مشہور ثقہ امام اور حافظ الزمانہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام ج:۱۰ص:۹۵)**

۲) ابو بکر ابن الحارثؒ جن کا پورا نام احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن الحارثؒ (م۴۳۰ھ) ہے۔وہ بھی ثقہ ،حافظ ہیں۔ **(السلسبیل النقی فی تراجم شیوخ البیہقی ص:۲۲۸)**

۳) امام ،حافظ عمر بن علی الدار قطنیؒ (م۳۸۵ھ) کی ذات بھی مشہور ومعروف ہے آپ کے تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔

۴) فقیہ ،حافظ حسین بن اسماعیل القاضیؒ (م **۳۳۰ھ**) اور ان کے متابع میں موجود محمد بن مخلد بن حفص البغدادیؒ (م **۳۳۱ھ**) دونوں بھی ثقہ ہیں۔**(الدلیل المغنی لشیوخ الامام ابی الحسن الدارقطنی ص:۱۸۹،۴۵۹)**

۵) محمد بن عبد اللہ ابو بکر الزہیریؒ (م **۲۵۶ھ**) بھی ثقہ راوی ہیں۔**(کتاب الثقات للقاسم ج:۸ص: ۳۷۰)**

۶) یحیی بن یعلی المحاربیؒ (م **۲۱۶ھ**) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔**(تقریب رقم :۷۶۷۵)**

۷) ان کے والد یعلی بن الحارثؒ (م **۱۶۸ھ**) بھی ثقہ ہیں اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی ہیں۔**(تقریب رقم :۷۸۴۰)**

۸) منصور بن زاذانؒ کی توثیق گزرچکی دیکھئے **(ص: ۸)**

۹) امام محمد بن سیرینؒ (م **۱۱۰ھ**) بھی ثقہ ،حجت اور مضبوط ہیں۔**(تقریب رقم :۵۹۴۷ ، الکاشف)**

۱۰) خالد الجہنیؓ صحابی رسول ہیں ۔**(الاصابہ لابن حجر ج:۶ص:۱۳۰)**[9]

---

[9] **اعتراض :**

امام دارقطنیؒ اور امام بیہقیؒ کا کہنا ہے کہ معبدالجہنی صحابی نہیں ہیں اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے تقدیر کے بارے میں کلا م کیا تھا۔**(سنن دارقطنی ،معرفۃ السنن والآثار)** لہذا یہ روایت مرسل ہے۔

الجواب:

امام ابن ابی حاتمؒ (م **۳۲۷ھ**) اور امام ابوعمر بن عبدالبرؒ (م **۴۶۳ھ**) وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ معبد جہنی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور وہ اس معبد الجہنی کے علاوہ ہیں جنہوں نے تقدیر کے بارے میں کلام کیا ہے۔ابن عبدالبرؒ نے دوسرا قول نقل کیا کہ کہاجاتا ہے کہ معبد الجہنی ہی صحابی ہیں ،جس کا رد کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م **۸۵۲ھ**) نے لکھا ہے کہ :

قلت:ھذاالثانی باطل،فان القدری وافق ھذاالصحابی فی اسم ابیہ ونسبہ۔

(میں کہتا ہوں کہ یہ دوسراقول (کہ قدری معبدالجہنی ہی صحابی ہیں) باطل ہے ،کیونکہ قدری معبد الجہنی نے معبدالجہنی صحابی کے باپ اور ان کے نسب کے ساتھ موافقت کے(یعنی دونوں کے والد کا نام اور نسب ایک ہی ہے۔)۔**(الاصابہ لابن حجر ج:۶ص:۱۳۰،الاستیعاب لابن عبدالبر**

معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔

الغرض ان دلائل سے ثابت ہوا کہ نماز میں قہقہہ لگانے سے نماز کے ساتھ ساتھ وضو بھی باطل ہوجاتا ہے۔

نیز امام ابو حنیفہؒ (**م ۱۵۰؁ھ**) ، امام اوزاعیؒ (**م ۱۵۷؁ھ**) ، امام سفیان ثوریؒ (**م ۱۶۱؁ھ**) ، فقیہ عبید اللہ بن حسن العنبریؒ (**م ۱۶۸؁ھ**) ، امام ابو یوسفؒ (**م ۱۸۲؁ھ**) ، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ (**م ۱۸۹؁ھ**) وغیرہ کا بھی یہی قول ہے کہ نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور دلیل کے رو سے یہی راجح ہے۔**(کتاب الاصل المعروف بالمبسوط ج:۱ص:۵۷،کتاب الحجۃ للامام محمد ج:۱ص:۲۰۳،اختلاف الفقہاء للمروزی ص:۱۱۴، مختصر اختلاف العلماء ج:۱ص:۱۶۱،الاوسط لابن المنذر ج:۱ص:۲۲۶)**

ج:۳ص:۱۴۲۶) مطلب نام اور نسب ایک جیسا ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ قدری معبد الجہنی ہی صحابی ہے ، جو کہ صحیح نہیں ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قدری معبد الجہنی کے علاوہ بھی ایک صحابی رسول معبد الجہنی رضی اللہ عنہ کے نام سے ہیں۔لہذا یہاں پر وہ ہی مراد ہیں۔

الغرض دارقطنیؒ اور بیہقیؒ کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

امام حسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) کا سماع حضرت ابو سعید الخدریؓ (م ۶۴ھ) سے ثابت ہے۔

مولانا نذیر الدین قاسمی

امام حسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) کا سماع حضرت ابو سعید الخدریؓ (م ۶۴ھ) سے ثابت ہے۔ دلیل درج ذیل ہے :

۱) حضرت ابو یعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا قطن بن نسیر، حدثنا جعفر بن سلیمان، حدثنا المعلی بن زیاد قال: لما ھزم یزید بن المھلب اھل البصرۃ قال المعلی: فخشیت ان اجلس فی حلقۃ الحسن بن ابی الحسن فاوجد فیھا فاعرف، فأتیت الحسن فی منزلہ فدخلت علیہ ــــــــ ثم حدث (یعنی الحسن البصری) بحدیثین: حدثنا أبو سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ بحدیث قال: قال رسول اللہ ﷺ ــــــــ (مسند ابی یعلی الموصلی ج:۲ص:۵۳۶، حدث نمبر :۱۴۱۱)

اسکین:

« قرأت المسانيد، كمسند العدني ومسند أحمد بن منيع، وهي كالأنهار، ومسند أبي يعلى كالبحر يكون مجمع الأنهار »

مسند أبي يعلى الموصلي

الإمام الحافظ أحمد بن علي بن المثنى التميمي

(۲۱۰-۳۰۷هـ)

الجزء الثاني

حققه وخرج أحاديثه

حسين سليم أسد

دار المأمون للتراث

دمشق - ص.ب : ۴۹۷۱

بيروت - ص.ب : ۱۳ ۵۳۷۸

أعْظَمُ النَّاسِ شَهادَةً عِنْدَ رَبِّ العَالمينَ »[۱] .

۴۳۸ - (۱۴۱۱) - حدثنا قطن بن نُسَيْر ، حدثنا جعفر بن سليمان ، حدثنا المعلىٰ بن زياد قالَ: لَمَّا هَزَمَ يزيدُ بْنُ المهلب أَهْلَ البصرة قالَ المعلىٰ : فَخشيتُ أَنْ أَجْلِسَ في حَلقةِ الحَسنِ بن أبي الحسن فَأُوجَدَ فيها فَأُعْرَفَ . فَأَتَيْتُ الحسنَ في مَنْزِلِهِ فَدَخَلْتُ عَلَيْه فَقُلْتُ : يا أبا سَعيدٍ كَيْفَ بِهذِه الآيَةِ مِنْ كِتابِ اللَّهِ ؟ قالَ : أَيَّةُ آيةٍ مِنْ كتابِ اللَّهِ ؟ قُلْتُ : قَولُ اللَّهِ في هٰذهِ الآيةِ : (وَتَرَىٰ كثيراً مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي ٱلإِثْمِ وَالعُدْوانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كانُوا يَعْمَلونَ)[۲] . [المائدة : ۶۲] قالَ: يا عَبْدَ اللَّهِ ، إنَّ القَوْمَ عَرَضُوا السَّيْفَ فَحالَ السَّيْفُ دُونَ الكلامِ . قُلْتُ : يا أبا سعيد ، فَهَلْ تَعْرِفُ لِمُتَكَلِّمٍ فَضْلاً ؟ قالَ : لا . قالَ المعلىٰ : ثُمَّ حَدَّثَ بِحديثَيْنِ ، قالَ :

حدثنا أبو سعيد الخدري ، عن رسول اللَّهِ ﷺ بِحديثٍ قالَ : قالَ رَسولُ اللَّهِ ﷺ : « أَلا لا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ رَهْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقولَ الحقَّ إذا رَآهُ ، أَنْ يَذْكُرَ تَعْظيمَ اللَّهِ فَإِنَّهُ لا يُقَرِّبُ مِنْ أَجَلٍ ، وَلا يُبْعِدُ مِنْ رِزْقٍ »[۲] .

قال : ثم حدث الحسن بحديث آخر قالَ رَسول اللَّه ﷺ :

(۱) إسناده ضعيف ، ولكن أخرجه مسلم في الفتن (۲۹۳۸) (۱۱۳) باب : في صفة الدجال ، وتحريم المدينة عليه وقتله المؤمن وإحيائه، من طريق محمد بن عبد الله بن قهزاذ ، حدثنا عبد الله بن عثمان ، عن ابي حمزة ، عن قيس بن وهب ، بهذا الإسناد .

(۲) في الأصلين « يصنعون » وهو خطأ .

۵۳۶

غور فرمایئے!اس میں حسن البصریؒ نے ابو سعید الخدریؓ سے روایت کرنے میں سماع کی تصریح کی ہے۔

اس روایت کے رواۃ کی تحقیق درج ذیل ہے :

۱) امام ابو یعلی الموصلیؒ (م۳۰۷؁ھ) مشہور ثقہ ،امام اور حافظ الحدیث ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۷ ص: ۱۱۲،کتاب الثقات للقاسم ج:۱ص:۴۳۰)**

۲) ابو العباس القطن بن نسیر البصریؒ بھی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

امام ابن حبانؒ نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے ،امام مسلمؒ اور امام عبداللہ بن احمدؒ،امام ابوداوٗدؒ اور امام یعقوب ابن سفیانؒ الفسوی نے ان سے روایت کیا ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک یہ حضرات صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔**(اتحاف النبیل ج:۲ص:۱۰۳،۱۲۲،۱۲۶،۱۲۷،مقالات زبیر علی زئی ج:۱ص:۴۴۹،سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام :۴۳،انوار البدر ص:۱۳۶)**

معلوم ہوا کہ امام مسلمؒ،امام عبداللہ بن احمدؒ،امام ابو داوٗدؒ اور امام یعقوب بن سفیانؒ کے نزدیک یہ راوی ثقہ ہے ،یہی وجہ ہے کہ امام دار قطنیؒ نے آپ کو "**ذکر اسماء التابعین و من بعدھم ممن صحت روایتہ عن الثقات عند البخاری و مسلم** ج:۲ ص:۲۰۸" میں شمار کرکے بتادیا کہ امام مسلمؒ کے نزدیک قطن بن نسیر ثقہ ہیں۔

امام ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ ان کی طرف رجوع کرو ،ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔**(تہذیب التہذیب ج:۲۳ص: ۶۱۸،میزان الاعتدال ج:۳ص:۳۹۱،مسند احمد ج:۲ص:۳۶۴)**

پھر امام ابن حبانؒ،امام ضیاء الدین مقدسیؒ،امام ابن عساکرؒ اور امام ابونعیمؒ وغیرہ نے آپ کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ **(صحیح ابن حبان حدیث نمبر:۸۶۶،الاحادیث المختارہ ج:۵ص:۹،معجم ابن عساکر ج:۱ص:۲۸۱،المستخرج لابی نعیم ج:۱ص:۱۸۹)** اور کسی محدث کا کسی حدیث کی تصحیح و تحسین کرنا حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے ،جیسا کہ غیر مقلدین کا مشہور اصول ہے۔(دیکھئے،**ص:۲**) حافظ ہیثمیؒ نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے۔**(معجم الزوائد للھیثمی حدیث نمبر: ۷۵۲۲)**

معلوم ہوا کہ آپ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔اور جب کوئی راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے تو اہل حدیث حضرات کے نزدیک اس پر ایک یا چند لوگوں کی جرح باطل و مردود ہوتی ہے۔**(مقالات زبیر علی زئی ج:۶ص:۱۴۳)**

۳) ابوسلیمان جعفر بن سلیمان البصریؒ **(م۱۷۸؁ھ)** بھی صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ،صدوق ،زاہد ہیں۔**(تقریب رقم :۹۴۲،الکاشف)**

۴) معلی بن زیاد البصریؒ بھی صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ،صدوق ،زاہد ہیں۔**(تقریب رقم :۶۸۰۴،الکاشف)**

۵) حسن البصریؒ **(م۱۱۰؁ھ)** مشہور ،ثقہ ،امام ،حافظ اور فقیہ ہیں۔**(تقریب رقم :۱۲۲۷)**

۶) ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ مشہور صحابیٔ رسول ہیں۔**(تقریب)**

معلوم ہوا کہ اس کی سند حسن ہے اور اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن البصریؒ کا سماع حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے ثابت اوردرست ہے۔

واللہ اعلم۔

امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث کے شہنشاہ ہیں۔

مفتی ابن اسماعیل المدنی

حافظ المشرق، امام خطیب البغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ :

أخبرنی ابو بشر الوکیل و أبو الفتح الضبی، حدثنا عمر بن احمد الواعظ، حدثنا محمد بن مخزوم، حدثنا بشر بن موسی، حدثنا أبو عبد الرحمن المقری، و کان اذا حدثنا عن ابی حنیفة قال: حدثنا شاهنشاه۔

امام حافظ ابو عبد الرحمن المقریؒ (م ۲۱۳ھ) جب کبھی امام ابو حنیفہؒ سے حدیث بیان کرتے تو کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث شہنشاہ نے بیان کیا ہے۔ **(تاریخ بغداد ج:۱۳ص:۳۴۴، واسنادہ حسن بالشاھد)**

اسکین:

تاريخ بغداد

أو مدينة السلام

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي

الخطيب البغدادي

المتوفى ٤٦٣ هـ

دراسة وتحقيق

مصطفى عبد القادر عطا

الجزء الثالث عشر

دار الكتب العلمية

بيروت ـ لبنان

٣٤٤ .... النعمان بن ثابت، أبو حنيفة، الإمام

فيقول لقد جئت من عند رجل لو أن عَلْقَمَة والأَسْوَد حضرا لاحتاجا إلى مثله، فآتي سُفْيَان فيقول لي من أين؟ فأقول من عند أبي حنيفة. فيقول لقد جئت من عند أفقه أهل الأرض.

أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن أَحْمَد بن رزْق، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بن شُعَيْب البُخَارِيّ، حَدَّثَنَا علي ابن مُوسَى القمي قال: سمعت مُحَمَّد بن عمار يقول: قال علي بن عَاصِم: كنا في مجلس فذكر أبو حنيفة، فقال لي خَالِد الطحان: ليت بعض علمه بيني وبينك.

أَخْبَرَنَا علي بن القَاسِم البَصْرِيّ، حَدَّثَنَا علي بن إِسْحَاق المادراني، حَدَّثَنَا أبو قلابة، حَدَّثَنَا بَكْر بن يَحْيى بن زَبَّان عن أبيه قال: قال لي أبو حنيفة: يا أهل البصرة أنتم أورع منا، ونحن أفقه منكم.

أَخْبَرَنَا أبو نعيم الحَافِظ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيم بن عَبْد الله الأَصْبَهَانِيّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن إِسْحَاق الثَّقَفِيّ، حَدَّثَنَا الجَوْهَرِيّ، حَدَّثَنَا أبو نعيم قال: كان أبو حنيفة صاحب غوص في المسائل.

أَخْبَرَنَا الجَوْهَرِيّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن عِمْرَان المَرْزُبَانِي، حَدَّثَنَا عَبْد الوَاحِد بن مُحَمَّد الخصيب، حدثني أبو مُسْلِم الكجي إِبْرَاهِيم بن عَبْد الله قال: حدثني مُحَمَّد بن سَعِيد أبو عَبْد الله الكَاتِب قال: سمعت عَبْد الله بن دَاود الخريبي يقول: يجب على أهل الإسلام أن يدعوا الله لأبي حنيفة في صلاتهم قال: وذكر حفظه عليهم السنن والفقه.

أَخْبَرَنَا علي بن أبي علي، حَدَّثَنَا أبو علي أَحْمَد بن مُحَمَّد بن مُحَمَّد بن إِسْحَاق المعدل النَّيْسَابُورِيّ، حَدَّثَنَا أبو حَامِد أَحْمَد بن مُحَمَّد بن بلال قال: سمعت مُحَمَّد ابن يَزِيد يقول: سمعت عَبْد الله بن يَزِيد المُقْرِئ يقول: ما رأيت أسود رأس أفقه من أبي حنيفة.

أخبرني أبو بِشْر الوكيل وأبو الفَتْح الضَّبِّيّ، حَدَّثَنَا عُمَر بن أَحْمَد الواعظ، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن مَخْزُوم، حَدَّثَنَا بِشْر بن مُوسَى، حَدَّثَنَا أبو عَبْد الرَّحْمَن المُقْرِئ ـ وكان إذا حَدَّثَنَا عن أبي حنيفة ـ قال: حَدَّثَنَا شاهنشاه.

أَخْبَرَنَا الخَلاَّل، أَخْبَرَنَا الحريري أن النخعي حدثهم قال: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيم بن مَخْلَد البَلْخِيّ، حَدَّثَنَا أَحْمَد بن مُحَمَّد البَلْخِيّ قال: سمعت شَدَّاد بن حكيم يقول: ما رأيت أعلم من أبي حنيفة.

روایت کی تحقیق درج ذیل ہے :

۱) حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (**م ۴۶۳ھ**) مشہور ثقہ حافظ اور الامام الکبیر ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم ج:۱ص:۴۱۸**)

۲) ابو بشر الوکیلؒ (**م ۴۳۸ھ**) اور ان کے متابع میں ابو فتح الضبیؒ دونوں کے بارے میں خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں کہ "کتبت عنه و کان سماعه صحیحا" میں نے ان (دونوں) سے لکھا ہے اوران (دونوں) کا سماع صحیح ہے۔(**تاریخ بغداد ج:۴ص:۶۴، تاریخ بغداد ج:۱۰ص:۴۶۲**)

یعنی یہ دونوں حضرات خطیبؒ کے نزدیک صدوق درجے کے ہیں۔ نیز

۳) عمر بن احمد الواضیؒ جو کہ امام ابن شاہینؒ (**م ۳۸۵ھ**) کے نام مشہور ہیں۔

اسی طرح محمد بن مخزومؒ کے استاذ،

۵) بشر بن موسیٰؒ (**م ۲۸۸ھ**) اور

۶) ابو عبدالرحمن المقریؒ (**م ۲۱۳ھ**) وغیرہ تینوں حضرات ثقہ ہیں۔(**تاریخ بغداد ج:۱۳ص:۱۳۳، تاریخ الاسلام ج:۶ص:۲۴۷، تقریب رقم :۳۷۱۵**)

البتہ محمد بن مخزومؒ کا پورا نام محمد بن احمد بن مخزومؒ (**م بعد ۳۳۰ھ**) ہے، جو کہ ضعیف ہیں، جیسا کہ امام ذہبیؒ نے **تاریخ الاسلام ج:۷ص:۴۸۷** پر صراحت کی ہے، نیز دیکھئے **تاریخ بغداد ج:۲ص:۲۳۰**۔

لیکن امام ابو عبدالرحمن المقریؒ (**م ۲۱۳ھ**) سے دوسری سند سے بھی امام ابو حنیفہؒ کی توثیق مروی ہے، چنانچہ ثقہ، ثبوت امام، حافظ ابو قاسم بن ابی عوامؒ (**م ۳۳۵ھ**) فرماتے ہیں کہ :

(حدثنی ابی قال: حدثنی ابی قال:) حدثنی محمد بن احمد بن حماد قال: حدثنی محمد بن شجاع قال: سمعت ابا عبدالرحمن المقری۔ و کان اذا حدثنا عن ابی حنیفة۔ یقول: حدثنی العالم الفقیه ابو حنیفة۔

امام ابو عبدالرحمن المقری ؒجب امام ابوحنیفہ ؒسے روایت کرتے تو کہتے کہ مجھ سے العالم الفقیہ ابوحنیفہ ؒنے بیان کیا ہے۔ **(فضائل ابی حنیفہ لابن ابی العوام ص:۸۲،واسنادہ حسن)**[10]

---

[10] اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔تفصیل کیلئے دوماہی الاجماع مجلہ :شمارہ نمبر:۲ص:۲۔اور ابو عبدالرحمن المقریؒ**(م۲۱۳ھ)** کی توثیق پہلے گزر چکی۔البتہ محمد بن شجاع ؒ،ابو عبداللہ القاضی البغدادیؒ**(۲۸۱ھ)** پر کلام ہے۔لیکن محدثین نے خاص طور سے مناقب کے باب میں ان کی روایات کو بیان کیا ہے۔

دیکھئے !امام حاکمؒ نے اپنی **المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی ج: ۳ص:۲۷۳،حدیث نمبر:۵۰۷۰** پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مناقب میں آپ کی روایت ذکر کی ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک ہر وہ روایت جو مستدرک میں موجود ہے ،وہ امام حاکمؒ کی شرط پر صحیح ہے۔ (اختصار علوم الحدیث:ص۱۹-۲۰،**مترجم زبیر علی زئی**) پھر امام ذہبیؒ جنہوں نے محمد بن شجاعؒ،ابو عبداللہ القاضی البغدادیؒ کی احکام والی روایت میں تو ان کی کمزوری کو ذکر کیا ہے۔ **(حدیث نمبر: ۳۴۰۸)** لیکن یہاں اس مناقب والی روایت پر خاموشی اختیار کی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی امام ذہبیؒ کے نزدیک مناقب کے باب میں مقبول ہیں۔

اسی طرح حافظ المغرب ،امام ابن عبدالبرؒ**(م۴۶۳ھ)** نے اپنی مناقب والی کتاب **جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر** ج:۲ص:۹۴۸ میں آپ کی رویت کو ذکر کیا ہے ،نیز جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کے نزدیک فضائل ومناقب کے باب میں ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔نیز

حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانیؒ**(م۵۳۵ھ)** نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں۔**(الحجہ فی بیان المحجۃ ج:۲ص:۳۹۹)**،حافظ عبدالرحمن بن عساکر الدمشقیؒ**(م۶۲۰ھ)** نے حضرت صفیۃ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے مناقب میں **(مناقب امہات المؤمنین ص:۹۸)** اور حافظ عبدالغنی المقدسیؒ**(م۶۰۰ھ)** وغیرہ نے صحابیات کے مناقب میں آپ کی روایات کو ذکر کیا ہے۔**(من مناقب النساء الصحابیات ص:۵۷،۵۹)**

الغرض ان ساری تفصیلات سے معلوم ہوا کہ آپ کی روایت مناقب کے باب میں محدثین کے یہاں مقبول ہے ،اور یہاں بھی امام ابوحنیفہ ؒکے مناقب میں آپ کی روایت مروی ہے۔لہذا یہاں محمد بن شجاعؒ، ابوعبداللہ القاضی البغدادیؒ کی روایت مقبول ہے۔

پھر زبیر علی زئی صاحب نے ایک اصول کو مثال کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے ،کہتے ہیں کہ دس نے کہا کہ :جیم ضعیف ہے ،ایک نے کہا :لیکن دال میں ثقہ ہے ،تو نتیجہ (یہ ہوا کہ)جیم ضعیف ہے ،لیکن دال میں ثقہ ہے۔**(نور العینین ص:۶۱)** تو زئی صاحب کے اصول سے بھی ثابت ہوا کہ محمد بن شجاعؒ ابوعبداللہ القاضی البغدادیؒ**(م۲۸۱ھ)** مناقب کے باب میں تو بہر حال ثقہ ہیں۔لہذا ان پر کلام مردود ہے۔

نوٹ:

اسکین:

فضائل أبي حنيفة

وأخباره ومناقبه

(ويشتمل على أحد مسانيد الإمام أبي حنيفة لهامة برواية المؤلف)

تأليف

أبي القاسم عبد الله بن محمد بن أحمد بن يحيى بن الحارث السعدي

المعروف بابن أبي العوام

المتوفى ٣٣٥ھ

اعتناء

فضيلة العلامة المحدث المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجي القاسمي

المكتبة الأمدادية

مكة المكرمة

فضائل ابي حنيفة — واخباره ومناقبه

جعفر بن أعين قال : سمعت يعقوب بن شيبة بن الصلت قال : حدثني علي بن أبي الربيع قال : سمعت بشر بن الحارث يقول : سمعت عبد الله بن داود الخريبي ، قال يعقوب : وحدثنيه إبراهيم بن هاشم ، قال بشر بن الحارث : أردت عن ابن داود قال : إذا أردت الآثار فسفيان الثوري ، وإذا أردت تلك الدقائق فأبو حنيفة .

١٠٦ – حدثني أبي قال : حدثني أبي قال : حدثني محمد بن أحمد بن حماد قال : حدثني محمد بن شجاع قال : سمعت أبا عبدالرحمن المقرئ يقول : حدثني العالم الفقيه أبو حنيفة .

١٠٧ – حدثني أبي قال : حدثني أبي قال : حدثني محمد بن أحمد بن حماد قال : ثنا إبراهيم بن سعيد الجوهري قال : ثنا روح بن عبادة قال : كنت عند ابن جريج سنة خمسين ومائة فقيل له : مات أبو حنيفة ، فقال : رحمه الله لقد ذهب معه علم كثير .

١٠٨ – حدثني أبي قال : حدثني أبي قال : حدثني محمد بن أحمد بن حماد * قال : ثنا إبراهيم بن سعيد قال : ثنا المثنى بن رجاء قال : سمعت سعيد

١٠٧– أخرجه الخطيب في « التاريخ » ١٣/٣٣٨ من طريق محمد بن عيسى بن الطباع ، عن روح بن عبادة به ، وراجع « المناقب » ص ١٨ للذهبي .

١٠٨– أخرجه ابن عبدالبر في « الإنتقاء » ص ٢٠١ من طريق عبدالوهاب بن عطاء قال : سئل سعيد بن عروبة ...وراجع « المناقب » ص ١٨ للذهبي .

★ في هامش « ب » : كذا في أصل الرازي ، وقد وهم الرازي بشيخنا الحافظ ...وأكثره مصحح بخط شيخنا ، ومقروء على كثير منه ، وفي هذا الموضع وأظنه سقط منه : محمد بن ... حماد .

– ٨٢ –

اس روایت میں ثقہ،حافظ محمد بن احمد بن حمادؒ المعروف بہ حافظ ابو بشر الدولابیؒ **(م ۳۱۰ھ)** محمد بن مخزومؒ **(م بعد ۳۳۰ھ)** کے متابع میں موجود ہیں۔لہذا ثقہ متابع ہونے کی وجہ سے اس روایت میں محمد بن مخزومؒ پر کلام فضول اور بیکار ہے۔

متابع کی وجہ تاریخ بغداد والی سند حسن درجے کی ہے ،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث کے شہنشاہ ہیں۔

واللہ اعلم

یاد رہے کہ ان سب کے علاوہ محمد بن شجاعؒ **(م ۲۸۱ھ)** کے متابع میں تاریخ بغداد کی روایت میں موجود ثقہ راوی بشر بن موسیٰؒ **(م ۲۸۸ھ)** بھی ہیں جن سے ان کی روایت اور بھی مضبوط ہوجاتی ہے۔

کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے ثابت ہے۔

تحقیق: مولانا ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ

حاشیہ: مفتی ابن اسماعیل المدنی

کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے ثابت ہے ،یہ کتاب **"کتاب الآثار"** دراصل امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تصنیفِ حدیث ہے ،جس کو آپؒ سے آپ کے کئی شاگردوں نے روایت کیا ہے ،جن میں سے ایک امام ابو یوسفؒ بھی ہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ سے کئی لوگوں نے اس کتاب کو روایت کیا ہے ،جن میں سے ایک ان کے بیٹے امام ،فقیہ ، قاضی یوسف بن ابی یوسفؒ (م ۱۹۸ھ) ہیں۔

- امام عبد القادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ :

"وروى كتاب الآثار عن ابيه عن أبي حنيفة وهو مجلد ضخم"

امام یوسف بن ابی یوسفؒ (م ۱۹۸ھ) نے اپنے والد سے اور انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے **"کتاب الآثار"** روایت کیا ہے جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔**(الجواہر المضیہ ج:۲ص:۲۳۵)** اور کتاب الآثار بروایت ابو یوسف کے موجودہ نسخے میں بھی تصریح ہے کہ اس کتاب کو امام ابو یوسفؒ سے ان کے بیٹے یوسف بن ابی یوسف نے روایت کیا ہے۔**(ص:۱)**

اور امام یوسف بن ابی یوسفؒ (م ۱۸۰ھ) صدوق ،ثقہ اور محدثین میں سے ہیں،چنانچہ :

۱) ثقہ امام، ابو بکر محمد بن خلف بن ابی یحیی المعروف وکیع القاضیؒ (م ۳۰۶ھ) اپنی مشہور کتاب "اخبار القضاة"[11] میں کہتے ہیں کہ :

---

[11] **اعتراض :**

زبیر علی زئی غیر مقلد صاحب انتہائی جہالت سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اخبار القضاۃ قاضی محمد بن خلف بن حیانؒ سے منسوب ہے۔**(مقالات ج:۱ص:۵۴۶)**

الجواب :

اخبرنی ابراھیم بن ابی عثمان قال: حدثنی عبداللہ بن عبدالکریم أبو عبداللہ الحواری قال: کان یوسف بن ابی یوسف عفیفاً اماموناً صدوقاً قرأ علیہ أبو یوسف أکثر کتبہ، وکان أعلم بتدبیر القضاء وأضبط لہ من أبی یوسف، ولم یکن لہ اقتناع فی النظر ولا الحفظ۔

صرف اخبار القضاۃ کی کتاب کی سند نہ ہونے کی وجہ سے، علی زئی صاحب اس کتاب کو قاضی وکیع ؒ کی طرف منسوب کرنا مردود ہے، کیونکہ یہ کتاب اہل علم کے درمیان مشہور ومعروف ہے، بلکہ امام دارقطنی ؒ **(م ۳۸۵ھ)** اور امام جمال الدین ابو الحسن القفطی ؒ **(م ۶۴۶ھ)** فرماتے ہیں کہ "**ولہ مصنفات کثیرۃ فی اخبار القضاۃ**" ان کی قاضیوں کی خبروں کے بارے میں بہت سی تصانیف ہیں۔ **(انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ ج۳ ص: ۱۲۴، تاریخ بغداد ج:۵ ص: ۲۳۷)** تاج الدین ابن الساعی ؒ **(م ۶۷۴ھ)** نے بھی اخبار القضاۃ کو قاضی وکیع ؒ کی تصنیف بتایا ہے۔ **(الدر الثمین فی اسماء المصنفین ص: ۳۱۰)**

نوٹ:

یاد رہے کہ قاضی وکیع ؒ کی وفات **۳۰۶ھ** میں ہوئی اور امام دارقطنی ؒ **(م ۳۸۵ھ)** کی پیدائش **۳۰۶ھ** میں ہوئی ہے۔ اور جو کتاب اہل علم کے درمیان مشہور ومعروف ہو، تو محدثین کے نزدیک اب اس کتاب کی سند دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ **(النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر: ج ۱: ص ۲۷۱)** غیر مقلدین کا بھی یہی موقف ہے۔ **(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جواب ص: ۱۱۴، ۳۶۲، ۳۶۳)**

بلکہ زبیر علی زئی صاحب خود شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ **"غنیۃ الطالبین کتاب کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے لیکن حفظ ذہبی ؒ اور ابن رجب ؒ دونوں اس کو شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کی کتاب قرار دیتے ہیں اور یہی راجح ہے"۔**

تنبیہ :

مروجہ غنیۃ الطالبین کے نسخے کی صحیح اور متصل سند میرے علم میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ **(فتاوی علمیہ ج: ۲ ص: ۴۲۱)**

قارئین کرام! غور فرمایئے، اپنی من پسند کی کتاب کی صحیح و متصل سند نہ ہونے کے باوجود صرف علماء کے کہنے پر زبیر صاحب کہتے ہیں کہ راجح یہی ہے کہ غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کی کتاب ہے۔ حالانکہ یہی تصریح اخبار القضاۃ کتاب کے بارے میں بھی موجود تھی، (جسکی تفصیل اوپر گزر چکی) لیکن شاید زبیر علی صاحب کو "اخبار القضاۃ" للقاضی وکیع کو غیر ثابت کرنا تھا، اس لئے انہوں نے اپنا ہی اصول بھلادیا اور دوغلی پالیسی کا ثبوت دیا۔ (اللہ ان کی خطا کو معاف فرمائے۔۔۔۔آمین)

الغرض صحیح اور راجح یہی ہے کہ اخبار القضاۃ للقاضی وکیع کی ہی تصنیف ہے۔

ابو عبداللہ الحواری ؒ کہتے ہیں کہ امام یوسف بن ابی یوسف ؒ پاکدامن قابل اعتماد صدوق امام ابو یوسف ؒ نے اپنی اکثر کتابیں انہیں پڑھائیں ،اور امام یوسف بن ابی یوسف ؒ قضاء کے انتظامات کو امام ابویوسف سے زیادہ جاننے اور یاد رکھنے والے تھے ،ان کی مہارت اور حافظے کی کوئی حد نہیں تھی۔**(اخبار القضاۃ ج:۳ص:۲۵۷)**

اسکین:

أخبار القضاة
لوكيع
محمد بن خلف بن حيان
٣٠٦ هـ
الجزء الثالث
عالم الكتب
بيروت

— ٢٥٦ —

فكان يوسف قاضياً أيام المهدى ونحن بجرجان وكانت كتبه تأتينا إلى جرجان وهو على القضاء ،فنفر بينهما أبو يوسف فبعث إليه مرة بشراء قد اشتراه إلى يوسف فقال لى أبو يوسف انظر فى هذا الشراء وقد أشهدفيه يوسف جماعةأصحابنا وسماع على،فقلت له ما أرى بأساً فقال هذا فاسد، يكتب شراء باسمى وأنا غائب قال كأنهم يومئذلم يكونوا انظروا هذا النظر .

كان يوسف قاضيا بمدينة السلام — قال على : وما أعلم أحدا بقى اليوم يعلم أن يوسف بن أبى يوسف كان قاضيا أيام المهدى غيرى ، فلما استخلف موسى وقدم بغداد كان قاضيه أبو يوسف فى جميع بغداد وعمر بن حبيب فى الشرقية ولم يزل يوسف قاضياً حتى مات ، وكان أبا يوسف يسافر مع الرشيد ويوسف يقضى بمدينة السلام . والرشيد ولى أبا يوسف قضاء القضاة .

النبيذ الجمهورى — وأخبرنا أبو بكر الحسن بن محمد بن أبى معشر قال : حدثنى أبى قال لما أدخل أبو يوسف النبيذ الذى يقال له الجمهورى ـ وهو الذى يطبخ حتى يذهب بثلثاه ثم يصب عليه الماء ثم يطبخ ثم ينزل ـ قال أبى فكأن الناس قد أنكروا هذا على أبى يوسف وتكلموا فيه .

توبة زاهد من سب أبى يوسف — قال وكان رجل من الزهاد يأتى مجلس أبى معشر فربما ذكر هذا من قول أبى يوسف فعابه وتكلم فيه . فحضر يوما مجلس أبى معشر يوسف بن أبى يوسف وتكلم . قال الشيخ قبل أن يجلس أبو معشر للحديث ، ثم جلس أبو معشر فأعاد الشيخ ذكر أبى يوسف قال يوسف ـ وكان أعور ، وأقبل على الشيخ فقال ـ يا هذا اتعرفنى ؟ قال : لا ، فقال فأنا ابن الشيخ الذى عبت منذ اليوم ونقصت فغفر الله لنا ولك ، فقال له الشيخ : لقد كنت أرى أن قولى هذا ديانة والله لا ذكرت أباك بعد يومى هذا بسوء أبداً ، فأقبل على أبى معشر فقال لى يا بنى هذا الأعور سيد .

شهادة ليوسف — أخبرنى إبراهيم بن عثمان قال : حدثنى عبد الله بن عبد الكريم أبو

— ٢٥٧ —

عبد الله الحوارى قال : كان يوسف بن أبى يوسف عفيفا مأمونا صدوقا قرأ عليه أبو يوسف أكثر كتبه ، وكان أعلم بتدبير القضاء وأضبط له من أبى يوسف ،ولم يكن له اقتناع فى النظر ولا الحفظ .قال القاضى :وقد حمل عن أبى يوسف الحديث .

حدثنى عبد الله بن أحمد بن حنبل وغيره ، عن أحمد بن منيع عن يوسف بن أبى يوسف عن الوليد بن عيسى عن أبى بردة عن أبى موسى قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم « يدفع يوم القيامة رجل من اليهود أو النصارى إلى المسلم فيقال هذا فداؤك من النار » .

حدثنى عبد الله بن أحمد بن جنبل وغيره عن أحمد بن منيع عن يوسف بن أبى يوسف قال : حدثنا أبو بشر بن أبى إسحق عن ابن أبى بردة عن أبيه عن أبى موسى عن النبى عليه السلام مثله .

شعر فى يوسف — وزعم الطوسى أن أبا يعقوب الخريمى سمع يوم مات أبو يوسف رجلا يقول : اليوم مات الفقه ، فقال :

يا ناعى الفقه إلى أهله ٭ أن مات يعقوب وما تدرى
لم يمت الفقه ولكنه ٭ حول من صدر إلى صدر
ألقاه يعقوب إلى يوسف ٭ فزال من طيب إلى طهر
فهو مقيم فإذا ما نوى ٭ حل وحل الفقه فى قبر

أبو يوسف والمريسى — حدثنا محمد بن إشكاب قال : سمعت أبى يقول سمعت أبا يوسف وذكر بشر المريسى فقال : جيئونى بشاهدين يشهدان أنه تكلم فى القرآن والله لأملأن ظهره وبطنه بالسياط .

أول من قال إن القرآن غير مخلوق — وحدثنا إسحق بن إبراهيم بن عبد الرحمن أبو يعقوب لؤلؤ قال : أخبرنى إسحق بن عبد الرحمن عن الحسن بن أبى مالك عن أبى يوسف

(١٧)

معلوم ہوا کہ اما م یوسف بن ابی یوسف ؒ صدوق مامون ہیں۔[12]

[12] اخبار القضاۃ کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ ابراہیم ابن ابی عثمان اور عبداللہ بن عبد الکریم دونوں بہ لحاظ جرح وتعدیل نا معلوم ہیں۔لہذا یہ توثیق مردود ہے۔ **(مقالات ج:۱ص:۵۴۶)**

الجواب :

ابراہیم بن ابی عثمان ؒ سے مراد ابو اسحق ابراہیم بن ابی عثمان سعید البغدادی ؒ **(م ۲۵۳ھ)** صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ،حافظ ہیں۔**(تقریب رقم :۱۷۹)**

البتہ ابوعبداللہ عبداللہ بن عبدالکریم الحواری ؒ کی توثیق نہیں مل سکی۔لیکن ان کی توثیق نہ ملنے کی وجہ سے زبیر علی زئی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ ''ابو عبداللہ الحواری کی طرف سے قاضی یوسف بن ابی یوسف ؒ کی یہ توثیق مردود ہے ''۔خود علماء اہل حدیث کے اصول سے صحیح نہیں ہے۔

۲) حافظ خلیفہ بن خیاطؒ **(م ۲۴۰ھ)** [جو ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں، **ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح و التعدیل** ص: ۱۸۸]نے قاضی یوسف بن ابی یوسفؒ کو بغداد کے محدثین میں شمار کیا ہے۔**(الطبقات للحافظ خلیفہ ص: ۶۱۴)**

اسکین:

كتاب الطبقات

للامام المحدث ابي عمرو خليفة بن خياط شباب العصفري

توفي سنة ٢٤٠هـ

رواية

ابي عمران موسى بن زكريا التستري

حققه وقدم له

اكرم ضياء العمري

ساعدت جامعة بغداد على نشره

وإسحق بن يوسف الأزرق ، يكنى أبا محمد ، مات سنة خمس وتسعين ومائة •

وأبو سفيان الحميري الحذاء ، مات سنة إثنتين ومائتين •

والفضل بن عنبسة الخزاز ، يكنى أبا الحسن ، « مات سنة إحدى ومائتين »(١٣٣) •

الطبقة الرابعة

صِلَة بن سليمان ، مولى بني سعد بن زيد مناة بن تميم •

وبشر بن مبشر •

وعاصم بن علي •

وعمرو بن عَوْن •

وسعيد بن سليمان •

ومن نزل بغداد وتاهل بها من المحدثين

هشام بن عُروة ، مات ببغداد سنة ست وأربعين ومائة •

وأبو حنيفة النعمان بن ثابت ، مات بها سنة خمسين ومائة •

ومحمد بن إسحق صاحب السيرة ، مات سنة ثلاث وخمسين ومائة •

وشيبان بن عبدالرحمن أبو معاوية النَّحوي ، مولى بني تميم ، مات بها سنة أربع وستين ومائة •

واسماعيل بن جعفر بن أبي كثير ، أنصاري ، يكنى أبا ابراهيم •

وبعد هؤلاء :

إبراهيم بن سعد بن إبراهيم بن عبدالرحمن بن عوف ، يكنى أبا إسحق ، مات بها سنة ثلاث وثمانين ومائة •

وعبدالرحمن بن أبي الزناد ، يكنى أبا محمد ، مات بها سنة أربع وسبعين ومائة •

(١٣٣) العسقلاني : تهذيب جـ ٨ ص ٢٨٢ •

– ٣٢٧ –

وابنه محمد بن عبدالرحمن ، يكنى أبا عبدالله ، مات بها بعد أبيه نحواً من عشرين يوماً •

وأبو يوسف القاضي يعقوب بن ابراهيم ، مات سنة إثنتين وثمانين ومائة •

وعباد بن العوام ، يكنى أبا سهل ، مات سنة خمس وثمانين ومائة •

٩٣أ وإسماعيل بن عُلَيَّة ، أبوه إبراهيم مولى بني أسَد بن خُزَيمة ، يكنى أبا بشر مات بها سنة ثلاث وتسعين ومائة •

ومحمد بن الحسن القاضي ، يكنى أبا عبدالله ، مولى بني شيبان ، مات بالري سنة تسع وثمانين ومائة •

والحسن(١٣٤) بن الحسين بن عطية بن سعد العَوفي ، يكنى أبا عبدالله ، مات سنة إحدى وثمانين ومائة •

وعبيدة بن حميد الحذاء ، يكنى أبا عبدالرحمن •

والمسيب بن شَريك من بني شُقْرة ثم من بني تميم •

ويوسف بن أبي يوسف القاضي ، مات بها سنة إثنتين وتسعين ومائة •

ومن بعد هؤلاء :

عبدالوهاب بن عطاء الخَفَّاف ، يكنى أبا نَصْر ، مولى بني عِجْل ، « مات بعد المائتين »(١٣٥) •

وكثير بن هشام ، يكنى أبا سهل ، مات بفم الصلح سنة سبع ومائتين •

وأبو البُخْتُري القاضي ، إسمه وَهْب بن وَهْب بن كثير بن عبدالله بن زَمْعَة بن الأسود بن عبد العُزَّى بن قصي ، مات سنة مائتين •

وهاشم بن القاسم أبو النَّضْر ، يلقب قَيْصَر ، مات سنة سبع ومائتين •

ومحمد بن عمر بن واقد ، يكنى أبا عبدالله ، مات سنة سبع ومائتين •

وشاذان اسمه الأسود بن عامر ، مات سنة ثمان ومائتين •

(١٣٤) في ابن سعد جـ ٧ ص ٣٣١ « الحسين بن الحسن » وفي البخاري : تاريخ قسم ٢ جـ ١ ص ٣٨٢ « حسين بن حسن أبو عبدالله هو الاشقر » •

(١٣٥) العسقلاني : تهذيب جـ ٦ ص ٤٥٢ •

– ٣٢٨ –

کیونکہ اہل حدیث مسلک کے محدث ارشاد الحق اثری صاحب ایک مجہول راوی **"ابوسعید الرواس"** کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ علامہ ذہبیؒ،حافظ ابن حجر اور علامہ عجمی کے حوالے سے ابو سعید الرواس پر اعتماد بھی اس کا مؤید ہے کہ وہ ناقابل اعتماد نہیں ،بلکہ (ارشاد الحق اثری صاحب احتجاج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ)شیخ ابو غدہؒ تو کہتے ہیں کہ ایسے حاملین علم کے بارے میں تعدیل وتوثیق تلاش کرنے کی ضرورت نہیں،ان پر جرح نہ ہونا ہی کافی ہے۔**(ہفت روضہ اعتصام ص:۲۰، ۲۸ اکتوبر- ۳ نومبر :۲۰۱۱، ۲۹ ذی قعدہ :۱۴۳۲ھ)**

نوٹ :

یاد رہے کہ ابو عبداللہ الحواریؒ بھی حاملین علم میں سے ہیں ،جیسا کہ ان کے متعدد اقوال سے معلوم ہوتا ہے ،جس کو ثقہ امام ،حافظ ،محدث ،قاضی وکیعؒ(م ۳۰۶ھ)نے کئی جگہ ذکر فرماکر اس پر اعتماد کیا ہے۔**(اخبار القضاۃ ج:۲ص:۱۷۱، ۲۶۷،ج:۳ص:۲۶۷، ۲۸۹، ۲۹۰، ۳۰۴)**

خود غیر مقلدین کے اصول سے معلوم ہوا ،ابو عبد اللہ الحواریؒ جیسے حاملین علم کی توثیق تلاش کرے کی ضرورت نہیں ہے ان پر جرح نہ ہونا ہی کافی ہے۔

لہٰذا زبیر صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قاضی یوسف بن ابی یوسف ؒ(م ۱۹۸ھ) صدوق، محدث اور مامون ہیں۔لہذا زبیر علی زئی صاحب کا انہیں مجہول کہنا مردود ہے۔

اسی طرح کتاب ''کتاب الآثار'' کو امام ابو یوسف ؒ سے امام عمرو بن ابی عمرو ؒ(م ۲۳۸ھ) نے بھی روایت کیا ہے ،ان کو روایت کردہ نسخہ **''کتاب الآثار''** کو امام ابو المؤید الخوارزمی ؒ(م ۶۶۵ھ) نے نسخہ ء ابی یوسف کے نام سے نقل کیاہے اوراس نسخے تک اپنی سند بھی ذکر کی ہے۔**(جامع المسانید ج:۱ص:۷۵)**[13]

---

[13] امام خوارزمی ؒ(م ۶۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ :

أماالمسندالحادیعشر الذییرویهأبویوسف یعقوب بن ابراهیمالقاضیعن ابی حنیفةرحمهاللهویسمی نسخةابی یوسف (فقد أخبرنی)بهالمشائخ الصدر الکبیر العلامةأستاذدارالخلافةوالامامةأبو محمدیوسف بن أبی الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزیوالشیخ أبو محمدابراهیم بن محمود بن سالم(و)الشیخ أبو عبداللهمحمدبن علی بن بقاوآخرون اذنا(قالو اأخبرنا)المشائخ الثلاثةأبو الفرج عبدالرحمن علی بن الجوزی(و)أبو القاسم ذاکر بن کامل (و)أبو القاسم یحیی بن اسد بن نوش اذناً(قالو أخبرنا)القاضی أبو بکر محمدابن عبدالباقی بن محمدبن عبداللهالانصاریاجازة(قال أخبرنا)أبو محمدالحسن الجوهریقال(أخبرنا)أبو بکر محمدالابهری(قال حدثنا)أبو عروبةالحسین بن محمد بن مودودالحرانی(قال حدثنا)جدیعمرو بن ابی عمروقال(حدثنا)أبو یوسف یعقوب بن ابراهیمالقاضیرحمهاللهتعالی۔۔۔(جامع المسانید ج:۱ص:۷۵) اسکین ملاحظہ فرمائے

لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس

الجزء الاول

من

جامع مسانيد الامام الاعظم

والهمام الافخم الاعلم ابي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي
رضي الله عنه وشرف واكرم

تاليف

العلامة الفهامة الشيخ الامام الفقيه قاضي القضاة ابي المؤيد
محمد بن محمود بن محمد الخوارزمي المتوفى سنة خمس
وستين وست مائة رحمه الله تعالى

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف الكائنة في الهند
بمحروسة حيدر آباد الدكن حماها الله
عن الشر والفتن
سنة (۱۳۳۲)ھ

جامع مسانيد الامام الاعظم (۱) ج ۷۵ الباب الثاني

واما المسند الحادى عشر الذى رويه ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضي عن ابي حنيفة رحمه الله ويسمى نسخة ابي يوسف (فقد اخبرني) به المشائخ الصدر الكبير العلامة استاذ دار الخلافة والامامة ابو محمد يوسف بن ابي الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي والشيخ ابو محمد ابراهيم بن محمود بن سالم (و) الشيخ ابو عبدالله محمد بن علي بن بقا وآخرون اذنا (قالوا اخبرنا) المشائخ الثلاثة ابو الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزى (و) ابو القاسم ذاكر بن كامل (و) ابو القاسم يحيى بن اسد بن نوش اذنا (قالوا اخبرنا) القاضي ابو بكر محمد ابن عبد الباقى بن محمد بن عبدالله الانصارى اجازة (قال اخبرنا) ابو محمد الحسن الجوهرى قال (اخبرنا) ابو بكر محمد الابهرى (قال حدثنا) ابو عروبة الحسين ابن محمد بن مودود الحراني (قال حدثنا) جدى عمرو بن ابي عمرو قال (حدثنا) ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضى رحمه الله تعالى ٭

واما المسند الثاني عشر الذى رويه محمد بن الحسن الشيباني عن ابى حنيفة ويسمى نسخة محمد عن ابى حنيفة (فاخبرنا به) هؤلاء المشائخ الثلاثة اذنا باسنادهم الى ابي محمد الجوهرى (عن) ابي بكر الابهرى (عن) ابي عروبة الحراني (عن) جده (عن) محمد بن الحسن رحمه الله تعالى ٭

واما المسند الثالث عشر الذى رويه حماد بن ابي حنيفة عن ابيه ابى حنيفة رضى الله عنهما (فقد اخبرني) به المشائخ تقي الدين يوسف بن احمد بن ابي الحسن الاسكاف عدة السلام (و) موفق الدين ابو عبدالله محمد بن هارون بن محمد الثعلبي (و) جمال الدين ابو الفتح نصر الله بن محمد بن الياس الانصارى (و) اخوه نجم الدين ابو غالب المظفر بن محمد بن الياس وغيرهم اذنا وكتابة بدمشق حرسها الله تعالى كلهم عن ابي طاهر بن بركات بن ابراهيم بن طاهر بن

اس سند کے رواۃ کی تحقیق درج ذیل ہے :

۱) امام خطیب ابو المؤید محمد بن محمود الخوارزمیؒ(م ۶۶۵؁ھ) صدوق ہیں۔

امام ذہبیؒ(۸۴۸؁ھ) اور امام عبدالقادر القرشیؒ(م۷۷۵؁ھ) آپؒ کو امام،خطیب کہتے ہیں۔حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹؁ھ) نے بھی آپ کو امام کہا ہے۔علامہ مصطفی حاجی خلیفہؒ(م۱۰۶۷؁ھ) آپ کو تعارف یوں کراتے ہیں کہ :

الشیخ الامام ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد بن الحسن الخوارزمی الحنفی الخطیب۔

علامہ خیر الدین زرکلیؒ آپؒ کو فقیہ کہتے ہیں۔(**تاریخ الاسلام ج:۱۴ص:۷۹۰،جواہر المضیہ ج:۲ص:۱۳۲،تاج التراجم ص:۲۷۸،سلم الوصول ج:۳ص:۳۶۱،الاعلام للزرکلی ج:۷ص:۸۷)**

اعتراض :

زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ خوارزمیؒ کی ثقاہت وعدالت نہ معلوم ہے۔(**نور العینین ص:۴۲)**

الجواب :

زبیر علی زئی صاحب ایک راوی عباس بن یوسفؒ(م۳۱۴؁ھ)کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ :عباس بن یوسفؒ(م۳۱۴؁ھ) کے متعلق خطیب بغدادی اور ابن الجوزی نے کہا : وہ نیک اور دیندار تھے۔ان سے ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے روایات بیان کی ہیں۔تیسری صدی ہجری کے بعد مشہور عالم پر اگر کوئی جرح نہ ہو،تو اس کی توثیق کی صراحت ضروری نہیں ہے۔بلکہ علم ،فقاہت ،نیکی اور دینداری کے ساتھ مشہور ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ایسے شخص کی حدیث حسن درجے سے کبھی نہیں گرتی اور اس کا مقام کم از کم صدوق ضرور ہوتا ہے۔(**اضواء المصابیح ص:۲۵۱)**

لیجئے !خود زبیر علی زئی مانتے ہیں کہ اگر تیسری صدی ہجری کے بعد مشہور عالم پر اگر کوئی جرح نہ ہو تو اس کی توثیق کی صراحت ضروری نہیں ،بلکہ علم ،فقاہت ،نیکی اور دینداری کے ساتھ مشہور ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ایسے شخص کی حدیث حسن درجے کی ہوتی ہے۔

اور امام ابو المؤیدؒ کے بارے میں امام عبدالقادر القرشیؒ،حافظ ذہبیؒ،حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ وغیرہ کے اقوال گزر چکے ، جن سے امام خوارزمیؒ کا علمی مقام ،شہرت اور فقاہت ظاہر ہے۔

لہذا زبیر علی زئی صاحب کا اعتراض خود ان کے اصول سے مردود ہے اور امام خوارزمیؒ حسن الحدیث ہیں۔

(۲) امام یوسف بن عبدالرحمن بن الجوزیؒ(م ۶۵۶؁ھ) مشہور ثقہ ،حافظ الحدیث اور امام ہیں۔امام خوارزمیؒ خود اپنے استاذ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

المشائخ الصدر الکبیر العلامۃ أستاذ دار الخلافۃ والامامۃ۔(**جامع المسانید ج:۱ ص:۷۵**)

امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) کہتے ہیں کہ:

كان اماما كبيرا وصدرا معظما ،عارفا بالمذہب ،كثير المحفوظ ،حسن المشاركة فى العلوم ،مليح الوعظ ،حلو العبارة ،ذا سمت ووقار وجلالة وحرمة وافرة۔

وہ بڑے امام ،بڑے وزیر ،مذہب کی معرفت رکھنے والے ،خوب حافظے والے ،علوم میں اچھی دسترس رکھنے والے ،شیریں بیان ،شہرت ،وقار ،بزرگی اور نہایت قابل محترم شخصیت کے حامل تھے۔(**تاریخ الاسلام ج:۱۴ص:۸۵۴**)،حافظ صلاح الدین الصفادیؒ(م۷۶۴ھ)نے بھی آپ کے بارے میں تقریباً یہی الفاظ کہے ہیں۔(**الوافی بالوفیات ج:۲۹ص:۱۰۴**) **سیر اعلام النبلاء ج:۲۳ص: ۳۷۳**پر امام ذہبیؒ نے آپ کی مزید تعریف کی ہے ،امام ابن الدبیثیؒ (م۶۳۷ھ) آپ کو فاضل اور امام احمدؒ کے مذہب اور وعظ کی معرفت والا قرار دیا ہے ،اورحافظ ابو محمد الدمیاطیؒ(م۷۰۵ھ)نے بھی آپ کی تعریف کی ہے۔اور حافظ ابو بکر ابن نقطۃؒ(م۶۲۹ھ) فقیہ،حسن الوعظ کہتے ہیں۔(**المختار الیہ من تاریخ ابن المختصر الدبیثی للذہبی ،ص:۳۸۲،رقم ۱۴۲۹**) ابن رجبؒ(م۷۹۵ھ) بھی آپ کو "الفقیہ الاصولی،الوعظ الصاحب الشہیر" قرار دیتے ہیں۔(**ذیل طبقات الحنابلہ ج:۴ص:۲۱**)،ابن مفلحؒ(م۸۸۴ھ)المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد میں فرماتے ہیں کہ "الفقیہ الاصولی الواعظ الشہیر"(**ج:۳ص:۱۳۸**)۔امام ابن المبرادؒ(م۹۰۹ھ)"الحافظ بن الحافظ "کہتے ہیں۔(**تذکرۃ الحفاظ وتبصرۃ الایقاظ ص:۲۷۶**)،نواب صدیق حسن خانصاحبؒ نے بھی آپ کی تعریف کی ہے۔(**التاج المکلل ص:۲۳۵**)معلوم ہوا کہ آپ کو ثقہ ،امام ،حافظ الحدیث ہیں۔ح

حافظ یوسف بن الجوزیؒ(م۶۵۶ھ)کے متابع امام خوارزمیؒ دو اور علماء کے نام ذکر فرمائے ہیں۔

۱) امام ،محدث ،فقیہ ابو محمد ابراہیم بن محمد بن سالمؒ(م۶۴۸ھ)ہیں ،جن کو امام ذہبیؒ نے " **الشيخ الامام،المقرئ ،الفقيه ،المحدث ،مسند بغداد اوروكان صالحا دينا فاضلا دائم البشر**" قرار دیا ہے۔(**تاریخ الاسلام ج:۱۴ص:۵۹۲،سیر اعلام النبلاء ج:۲۳ص:۲۳۵**)،امام ابن الدبیثیؒ(م۶۳۷ھ)کہتے ہیں کہ ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔(**المختار الیہ من تاریخ ابن المختصر الدبیثی للذہبی ،ص:۱۳۳،رقم ۴۷۱**) ابوطیب المکی الفاسیؒ(م۸۳۲ھ)نے کہا کہ "کان صالحا دینا فاضلا دائم البشر عالی الروایۃ"۔(**ذیل التقیید فی رواۃ السنن والاسانید ج:۱ ص؛۴۵۴**)اور بھی کئی علماء نے آپ کی توثیق و تعریف کی ہے۔

معلوم ہوا کہ آپؒ بھی ثقہ محدث ہیں۔

۱۱) ابو عبداللہ محمد بن علی بن بقاءؒ(م۶۵۲ھ)ہیں ،جنکا ترجمہ **تاریخ الاسلام ج:۱۴ص:۷۳۳** پر موجود ہے ،اور آپؒ کو امام خوارزمیؒ نے شیخ کہا ہے۔(**جامع المسانید ج:۱ص:۷۵**)اور شیخ کہنا غیر مقلدین کے راوی کی توثیق کرنا ہے۔(**دوماہی الاجماع مجلہ شمارہ نمبر:۲ص:۱۱۰**) لہذا آپؒ بھی اس جگہ معتبر ہیں۔

(۳) امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) بھی ثقہ ،مشہور امام حافظ الحدیث ،مفسر ،محدث اور موٴرخ تھے۔ **(تاریخ الاسلام ج:۱۲ص:۱۱۰۰،کتاب الثقات للقاسم ج:۶ص:۲۸۴ھ)**،ابن الجوزیؒ کے متابع میں بھی امام خوارزمیؒ دو اور علماء کے نام ذکر فرمائے ہیں:

ا) امام ابوالقاسم ذاکر بن کاملؒ (م ۵۹۱ھ) ہیں ،جو کہ ثقہ راوی ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۱۲ ص: ۹۵۸،کتاب الثقات للقاسم ج:۴ص:۲۰۸)**

اا) ابو القاسم یحیی بن اسدؒ ہیں ،لیکن ان کی توثیق نہیں مل سکی۔چونکہ ان کے متابع میں دو دو ثقہ راوی موجود ہیں،لہذا وہ یہاں پر مقبول ہیں۔

(۴) امام قاضی ابو بکر محمد بن عبدالباقیؒ الانصاریؒ (م ۵۳۵ھ) ثقہ ،مضبوط شیخ ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۱۱ص:۶۳۹،المنتظم لابن الجوزی ج:۱۸ص:۱۴،احادیث الشیوخ الثقات ج:۱ص:۱۹۱،** تحقیق شیخ شریف حاتم بن عارف)

(۵) محدث ابو محمد حسن بن علی الجوہریؒ (م ۴۵۴ھ) بھی ثقہ ،امام ہیں۔**(تاریخ بغداد ج:۷ص: ۴۰۴،سیر اعلام النبلاء ج:۱۸ص:۴۱۷)**

(۶) امام ابو بکر محمد بن عبداللہ الابہریؒ (م ۳۷۵ھ) کو بھی کئی علماء نے ثقہ کہا ہے۔**(تاریخ الاسلام ج:۸ص:۴۱۹،کتاب الثقات للقاسم ج:۸ص:۳۸۲،الدلیل المغنی لشیوخ الامام ابی الحسن الدارقطنی ص:۴۱۷)**

(۷) حافظ ابو عروبہ حسین بن محمد مودود الحرانیؒ (م ۳۱۵ھ) کو حافظ ذہبیؒ نے ثقہ حافظ ،امام ،شریف ،صادق قرار دیا ہے۔مزید توثیق کے لئے دیکھیں **(تاریخ الاسلام ج:۷ص:۳۳۹،سیر اعلام النبلاء ج:۱۴ ص:۵۱۰،کتاب الثقات للقاسم ج:۳ص:۴۴۰)**

(۸) عمرو بن ابی عمروؒ بھی ثقہ ہیں۔

اعتراض :

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں ابوعروبہ کی طرف منسوب دادا عمرو بن ابی عمرو نامعلوم ہیں اور باقی سند میں بھی نظر ہے۔ **(مقالات زبیر علی زئی ج:۱ص:۵۴۶)**

الجواب :

عمرو بن ابی عمرو جن کا پورا نام عمرو بن سعید بن زادانؒ ہے۔**(کتاب المعجم لابن المقری ص:۳۸۰)** ان کی حدیث کو امام ابو نعیمؒ **(م ۴۳۰ھ)** نے صحیح اور امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے عالیاً جداً بہت زیادہ اعلی کہا ہے۔**(مسند امام ابو حنیفہ بروایت ابو نعیم ص:۲۵۶،اثارۃ الفوائد للعلائی ج:۱ص:۳۸۶)**اور کسی حدیث کی تصحیح و تحسین ،غیر مقلدین کے نزدیک اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔**(دیکھئے،ص:۲)**

حافظ ذہبیؒ نے بھی اپنی معجم میں امام ابویوسفؒ کے نسخہ "کتاب الآثار "(جس کو آپؒ سے عمرو بن ابی عمروؒ نے روایت کیا ہے ان)سے ایک حدیث اپنی سند سے نقل کی ہے ۔**(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی ج:۱ص:۴۰۰)**[14] جو کہ موجودہ **کتاب الآثار بروایت ابو یوسف حدیث نمبر:۱۸** پر موجود ہے۔

لہٰذا خود زبیر علی زئی صاحب کے اصول سے عمرو بن ابی عمروؒ،امام ابو نعیمؒ اور امام ذہبیؒ کے نزدیک ثقہ ہیں۔تو ان پر زبیر علی زئی کا اعتراض باطل ومردود ہے۔نیزان کو قول "باقی سند میں بھی نظر "کی حقیقت بھی آپ حضرات ملاحظہ فرماچکے ہیں۔

(۹) امام ابو یوسفؒ **(م ۱۸۲؁)** مشہور حافظ الحدیث اور ثقہ فقیہ و مجتہد ہیں۔**(تلامذہ امام ابو حنیفہؒ کا محدثانہ مقام ص:۱۴۱)**

اس تحقیق سے معلوم ہو اکہ امام ابو یوسفؒ سے ان کی کتاب حسن سند کے ساتھ ثابت ہے۔واللہ اعلم

[14] امام ذہبیؒ **(م ۷۴۸؁)** فرماتے ہیں کہ :

اخبرنا عبدالعزیز بن محمد الفقیه ،انا ابن خلیل ،انا عبدالخالق بن الصابونی ،وعبدالرحمن بن نصر الله ۔قالا :انا قراتکین بن اسعد ،انا الحسن بن علی ،انا محمد بن عبدالله القاضی الابہری ،نا أبوعروبة بحران نا جدی لامی عمروبن ابی عمرو ،نا ابویوسف القاضی ،نا ابوحنیفة عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس انه قال :لا وضوء فی القبلة ۔(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی ج: ۱ ص: ۴۰۰،مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه ص: ۷۵)مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه کا اسکین ملاحظہ فرمائے

مناقب الإمام أبي حنيفة
وصاحبيه أبي يوسف ومحمد بن الحسن

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي
ولد سنة ٦٧٣ وتوفي سنة ٧٤٨ رحمه الله تعالى

عُني بتحقيقه والتعليق عليه

محمد زاهد الكوثري
وكيل
مشيخة الإسلام باستانبول سابقاً

أبو الوفاء الأفغاني
رئيس الجمعية العلمية
من لجنة إحياء المعارف النعمانية

عُنيت بنشره
لجنة إحياء المعارف النعمانية
بحيدرآباد الدكن بالهند

٧٥

عن علقمة بن مَرْثَد، عن سليمان بن بُرَيْدة، عن أبيه: أنَّ قومَ ماعزٍ سألوا رسولَ الله صلى الله عليه وسلم واستأذنوه في دفنِهِ والصلاةِ عليه فأذن لهم.

أخبرنا عبدالعزيز بن محمد بن هبة الله العقيلي الحنفي، أنا يوسف بن خليل، أنا عبدالخالق بن الصابوني، وعبدُالرحمن بن نصرالله البَيِّع، قالا: أنا قَرَاتكِينُ بنُ أسعد، أنا أبو محمد الجوهري، أنا القاضي أبو بكر الأَبْهَرِي، ثنا أبو عَرُوبة الحَرَّاني، ثنا جَدِّي عَمْرُو بن أبي عَمْرو، ثنا أبو يوسف يعقوبُ بن إبراهيم، ثنا عُبَيْدُالله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، قال: لَوْ مَا وَجدتُ إلا مُدّاً لاغتَسَلْتُ.

وبالإسناد، ثنا أبو يوسف، ثنا أبو حنيفة، عن عطاء بن أبي رباح، عن ابن عباس، أنه قال: لا وُضوءَ في القُبْلَة.

أخبرنا أبو الغنائم بن عَلَّان، والمؤمَّلُ بن محمد، ويوسف بن يعقوب كتابةً قالوا: أنا زيدُ بن الحسن المُقرىء، أنبأ عبدالرحمن بن رُزَيْق الشيباني، أنا أحمد بن علي الحافظ، أنا أبو عُمَر بن مَهْدِي، ثنا محمد بن مخلد، ثنا عَبْدُوسُ بن بِشْر الرازي، ثنا أبو يوسف القاضي، ثنا أبو حنيفة، عن نافع عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «من أتى الجمعةَ فليَغْتَسِل».

أخبرنا إسماعيل بن عبدالرحمن، أنا أبو القاسم بن صَصْرَى، أنا علي بن سُرور الخَشَّاب، أنا الحسن بن أحمد بن محمد بن أبي الحديد سنةَ ثمانين وأربع مئة، أنا المسدَّدُ بن علي الأُمْلُوكي، ثنا إسماعيل بن القاسم الحَلَبِيُّ بحمص سنة سبعين وثلاث مئة، ثنا يحيى بن علي بن هاشم الكِنْدي، ثنا جَدِّي لأمي وهو محمدُ بنُ إبراهيم بن أبي سُكَيْنَة

رواۃ کی تحقیق یہ ہے :

۱) امام ذہبیؒ کے تعارف کی ضرورت نہیں ،وہ مشہور، ثقہ ،حافظ الحدیث اور ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں۔

۲) فقیہ ابو عمر عبدالعزیز بن محمد العقیلیؒ(م ۷۱۱ھ) بھی ثقہ ہیں۔حافظؒ ان کو "العلامہ الفقیہ صدر معظم کثیر الاشتغال بالعلم" کہتے ہیں ۔**(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی ج:۱ص:۴۰۰)**

۳) ابن خلیلؒ سے مراد امام یوسف بن خلیل ابو الحجاج الدمشقیؒ(۶۴۸ھ) جو کہ ثقہ ہیں صدوق ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۱۴ص:۶۱۰،سیر اعلام النبلاء ج:۲۳ص:۱۵۱)**

۴) امام عبدالخالق بن عبدالوہاب الصابونیؒ(م ۵۹۲ھ) بھی ثقہ ہیں۔**(سیر اعلام النبلاء ج:۲۱ص:۲۷۴،کتاب الثقات للقاسم ج:۶ص:۲۱۱)** اسی طرح ان کے متابع میں موجود شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن بن نصر اللہؒ(م ۵۹۲ھ) بھی مقبول ہیں۔ (التکملہ لوفیات النقلۃ ج: ۱ ص: ۲۳۹)

۵) قراتکین بن الاسعد (م ۵۲۴ھ) بھی ثقہ ہیں۔

امام ابوالقاسم بن عساکرؒ(م ۵۷۱ھ) اور امام عبدالرحمن بن عساکرؒ(م ۶۲۰ھ) نے بھی آپ کی روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔**(ذم من لایعمل بعملہ ج: ۱ ص: ۳۱،کتاب الاربعین فی مناقب امہات المؤمنین رحمۃ اللہ علیہن اجمعین ص:۸۲،۸۳)** اور حافظ النعال البغدادیؒ(م ۶۵۹ھ) نے بھی آپ کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔**(مشیخۃ النعال البغدادی ص: ۱۲۹)** اور کسی حدیث کی تصحیح وتحسین غیر مقلدین کے نزدیک اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔**(دیکھئے،ص:۲)**

لہذا قراتکین بن الاسعد (م ۵۲۴ھ) بھی ثقہ ہیں۔

۶) محدث ابو محمد حسن بن علی الجوہریؒ(م ۴۵۴ھ)

۷) امام ابو بکر محمد بن عبداللہ الابہریؒ(م ۳۷۵ھ)

۸) حافظ ابو عروبہ حسین بن محمد مودود الحرانیؒ(م ۳۱۵ھ)

۹) عمرو بن ابی عمروؒ

۱۰) امام ابو یوسفؒ(م ۱۸۲ھ) وغیرہ کی توثیق گزر چکی۔لہذا یہ سند صحیح ہے۔

نیز "لاوضوء فی القبلۃ" والی یہ روایت **کتاب الآثار للقاضی ابو یوسف ص:۵** پر بھی موجود ہے۔

اسکین: کتاب الآثار للقاضی ابو یوسف

ایک اعتراض اور اس کا جواب :

زبیر علی زئی صاحب ایک بار پھر احناف سے تعصب اور حسد کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ کتاب الآثار للقاضی ابویوسف کی عمروبن ابی عمروؒ والی سند کو امام خوارزمیؒ نے اپنی طرف گھڑ لی ہے۔(نعوذ باللہ)۔**(مقالات زبیر علی زئی ج:۱ص:۵۴۶)**

مختصر عرض یہ ہے کہ بقول غیر مقلدین اگر امام خوارزمیؒ نے عمر وبن ابی عمرو والی سند کو اپنی طرف گھڑ لیا ہے تو فرقہ اہل حدیث کے لوگوں سے گزارش ہے کہ یہی فتوی امام ذہبیؒ پر بھی لگایئے کیونکہ انہوں نے بھی کتاب الآثار للقاضی ابویوسف کو عمرو بن ابی عمرو کی سند سے روایت کیا ہے۔دیکھئے **(ص: ۳۳)**

كتاب الآثار

للإمام الجليل النبيل قاضى القضاة

أبي يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصارى

المتوفى سنة ۱۸۲ من الهجرة

روى كتاب « الآثار » أبو محمد يوسف بن يعقوب عن أبيه أبي يوسف . وهو مسند الامام الأعظم أبي حنيفة النعمان الكوفى رضى الله عنهم ، جمعه صاحبه أبو يوسف ، وأضاف إليه مروياته فى مواضع منه ؛ ويسمى : مسند أبي يوسف أيضا

عنى بتصحيحه والتعليق عليه

أبو الوفا

المدرس بالمدرسة النظامية

عنيت بنشره لجنة إحياء المعارف النعمانية

بحيدرآباد الدكن بالهند

— ٥ —

أنهما قالا فى الأذنين : اغسل مقدمهما مع وجهك ، وامسح مؤخرهما مع رأسك

۱۳ — يوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد : عن إبراهيم أنه قال: لا بأس بالمسح بالمنديل بعد الوضوء وقال حماد : لجاء إبراهيم بقياس قال لى: أرأيت لو كنت فى ليلة باردة فاغتسلت أكنت تقوم حتى تجف ؟

١٤ — يوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر عن أبيه عن مسروق(۱) أنه كان مسح بخرقة بعد الوضوء

١٥ — يوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال: إذا ذبح الرجل الشاة وهو متوضئ فأصابه الدم فليغسل ما أصابه

١٦ — عن أبيه عن أبي حنيفة عمن حدثه عن الحسن البصرى أنه قال: لا وضوء فى القبلة

١٧ — يوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن عطاء بن أبي رباح(۲) عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه قال : ليس فى القبلة وضوء

١٨ — عن أبيه عن أبي حنيفة (۳) (عن عطاء بن أبي رباح عن ابن عباس رضى الله عنهما) مثله

(۱) هو مسروق بن الأجدع بن مالك الهمدانى الوادعى الكوفى أبو عائشة العابد الفقيه من كبار أصحاب عبدالله بن مسعود الذين يقرئون ويفتون ، روى عن أبي بكر وعمر وعثمان وعلى ومعاذ وخباب وابن مسعود وأبي والمغيرة وزيد بن ثابت وابن عمر وابن عمرو ومعقل بن سنان وعائشة وسبيعة الأسلمية وأم سلمة رضى الله عنهم وعبيد بن عمير وهو من أقرانه ، وعنه ابن أخيه محمد بن المنتشر بن الأجدع وأبو وائل وأبو الضحى والشعبي وإبراهيم وأبو إسحاق السبيعى وأبو الشعثاء المحاربى ومكحول وامرأته قمير وغيرهم . قال أبو السفر : ماولدت همدانية مثل مسروق . وقال الشعبي : كان مسروق أعلم بالفتوى من شريح . وقال أبو إسحاق : حج مسروق فلم ينم إلا ساجدا . وروى عن امرأته قالت : كان يصلى حتى تورم قدماه . ومناقبه كثيرة . توفى سنة اثنتين أو ثلاث وستين وله ثلاث وستون سنة رضى الله عنه وغفر لى بقربه منه — ۱۲

(۲) عطاء بن أبي رباح القرشى مولاهم أبو محمد الجندى اليمانى نزيل مكة واحد الفقهاء والأئمة . روى عن عثمان وعتاب مرسلا ، وعن أسامة بن زيد وعائشة وأبي هريرة وأم سلمة وابن عباس وابن عمرو وعروة وأيوب وحبيب بن أبي ثابت وجعفر بن محمد وجرير بن حازم وابن جريج وأبو حنيفة وخلق . قال ابن سعد : كان ثقة عالما كثير الحديث ، انتهت إليه الفتوى بمكة . قال أبو حنيفة : مالقيت أفضل من عطاء ، وقال ابن عباس : يا أهل مكة ، تجتمعون على وعندكم عطاء ؟ مات سنة أربع عشرة ومائة . روى له الستة

(۳) بين « أبي حنيفة » و « مثله » كان مطموسا فى الأصل

پس ثابت ہوا کہ کتاب الآثار امام ابویوسفؒ سے سنداً بھی ثابت ہے۔واللہ اعلم۔

ورنہ تسلیم کریں کہ امام خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) ثقہ وصدوق ہیں۔[15]

---

[15] امام خوازمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے جس سند سے کتاب الآثار للقاضی یوسف کو روایت کیا ہے ، اسی سند سے کتاب الآثار للامام محمد کو روایت کیا ہے ،چنانچہ ،امام خوارزمیؒ کہتے ہیں کہ :

أما المسند الثانی عشر الذی یرویہ محمد بن الحسن الشیبانی عن ابی حنیفۃ ویسمی نسخۃ محمد عن ابی حنیفۃ (فأخبرنا بہ) ھؤلاء المشائخ الثلاثۃ اذنا باسنادھم الی ابی محمد الجوھری (عن) ابی بکر الابھری (عن) ابی عروبۃ الحرانی (عن) جدہ (عن) محمد بن الحسن رحمہ اللہ۔ (جامع المسانید ج: ۱ ص: ۷۵)

اسکین:

لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس

الجزء الاول

من

جامع مسانيد الامام الاعظم

والهمام الافخم الاعلم ابي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي
رضي الله عنه وشرف واكرم

تاليف

العلامة الفهامة الشيخ الامام الفقيه قاضي القضاة ابي المؤيد
محمد بن محمود بن محمد الخوارزمي المتوفى سنة خمس
وستين وست مائة رحمه الله تعالى

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف الكائنة في الهند
بمحروسة حيدرآباد الدكن حماها الله
عن الشرور والفتن
سنة (۱۳۳۲)ھ

﴿جامع مسانيد الامام الاعظم (۱) ج﴾ ﴿۷۵﴾ ﴿الباب الثاني﴾

﴿واما المسند الحادي عشر﴾ الذي رويه ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضي عن ابي حنيفة رحمه الله ويسمى نسخة ابي يوسف (فقد اخبرني) به المشائخ الصدر الكبير العلامة استاذ دار الخلافة والامامة ابو محمد يوسف بن ابي الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي والشيخ ابو محمد ابراهيم بن محمود بن سالم (و) الشيخ ابو عبد الله محمد بن علي بن بقا وآخرون اذنا (قالوا اخبرنا) المشائخ الثلاثة ابو الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي (و) ابو القاسم ذاكر بن كامل (و) ابو القاسم يحيى بن اسعد بن نوش اذنا (قالوا اخبرنا) القاضي ابو بكر محمد ابن عبد الباقي بن محمد بن عبد الله الانصاري اجازة (قال اخبرنا) ابو محمد الحسن الجوهري قال (اخبرنا) ابو بكر محمد الابهري (قال حدثنا) ابو عروبة الحسين ابن محمد بن مودود الحراني (قال حدثنا) جدي عمرو بن ابي عمرو قال (حدثنا) ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضي رحمه الله تعالى ٭

﴿واما المسند الثاني عشر﴾ الذي رويه محمد بن الحسن الشيباني عن ابي حنيفة ويسمى نسخة محمد عن ابي حنيفة (فاخبرنا به) هؤلاء المشائخ الثلاثة اذنا باسنادهم الى ابي محمد الجوهري (عن) ابي بكر الابهري (عن) ابي عروبة الحراني (عن) جده (عن) محمد بن الحسن رحمه الله تعالى ٭

﴿واما المسند الثالث عشر﴾ الذي رويه حماد بن ابي حنيفة عن ابيه ابي حنيفة رضي الله عنهما (فقد اخبرني) به المشائخ تقي الدين يوسف بن احمد بن ابي الحسن الاسكاف بمدينة السلام (و) موفق الدين ابو عبد الله محمد بن هارون بن محمد الثعلبي (و) جمال الدين ابو الفتح نصر الله بن محمد بن الياس الانصاري (و) اخوه نجم الدين ابو غالب المظفر بن محمد بن الياس وغيرهم اذنا وكتابة بدمشق حرسها الله تعالى كلهم عن ابي طاهر بن بركات بن ابراهيم بن طاهر بن
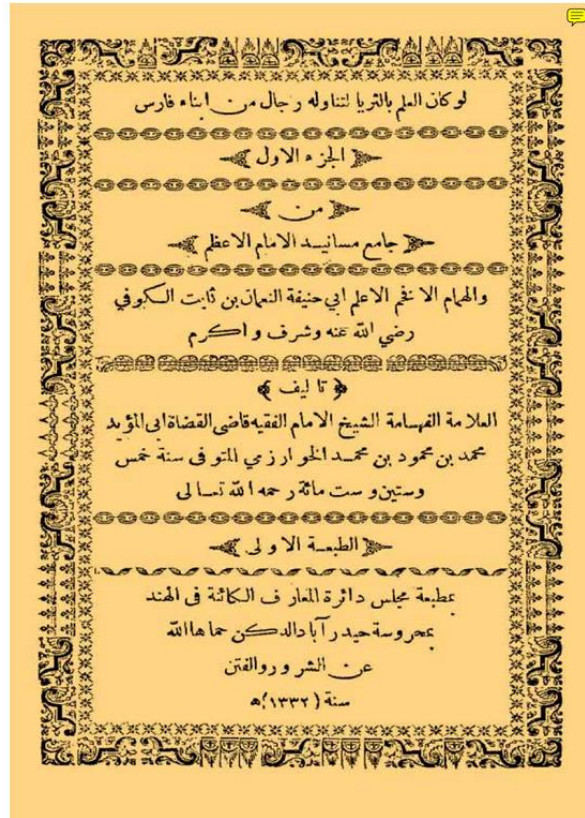
اور تفصیل گزر چکی کہ کتاب الآثار للقاضی ابویوسف تک امام خوارزمیؒ کی سند بالکل صحیح ہے۔تو اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ کتاب الآثار للامام محمد کی سند بھی صحیح اور معتبر ہے۔یعنی کتاب الآثار للقاضی ابویوسف کی طرح کتاب الآثار للامام محمد بھی ثابت ہے۔

تیمم میں دوضربیں ہیں۔

مولانا نذیر الدین قاسمی

تیمم میں دو ضربیں ہیں ،ایک ضرب چہرے پر مسح کرنے کے لئے اور دوسری ضرب سے دونوں ہاتھ کہنیوں تک مسح کرنے کے لئے اور یہ بات دلیل سے ثابت ہے۔

دلیل نمبرا:

مشہور صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث میں کہتے ہیں کہ :

--ثم ان النبی ﷺ ضرب بکفیہ، فمسح بوجھہ مسحۃ، ثم ضرب بکفیہ الثانیۃ فمسح ذراعیہ الی المرفقین--

پھر حضور ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دیوار پر مارا ،پھر اپنے چہرے پر ایک بار مسح کیا ،پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہتھیلیوں کو دیوار پر مارا پھر ان سے اپنے گٹوں سے کہنیوں تک پر مسح کیا۔۔۔۔۔ **(سنن کبری للبیہقی حدیث نمبر:۹۹۳)**

اس کی سند یوں ہے،

امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ، انا ابو بکر بن اسحق الفقیہ انا موسی بن الحسن بن عباد، ثنا مسلم بن ابراھیم الازدی، ثنا محمد بن ثابت العبدی، و کان صدوقا، و اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان الاھوازی، اخبرنا احمد بن عبید الصفار، ثنا اسمعیل بن اسحق ثنا مسلم بن ابراھیم الازدی ثنا محمد بن ثابت العبدی، ثنا نافع قال: انطلقت مع ابن عمر فی حاجتہ الی ابن عباس فلما ان قضی حاجتہ کان من حدیثہ یومئذ قال: بینما النبی ﷺ فی سکۃ من سکک المدینۃ، و قد خرج النبی ﷺ من غائط او بول فسلم علیہ رجل فلم یرد علیہ، ثم ان النبی ﷺ ضرب بکفیہ، فمسح بوجھہ مسحۃ، ثم ضرب بکفیہ الثانیۃ فمسح ذراعیہ الی المرفقین۔۔۔۔ **(سنن کبری للبیہقی ج:۱ص:۳۱۶،حدیث نمبر: ۹۹۳،** واسنادہ حسن)

اسکین:

السنن الكبرى

للإمام

أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي

المتوفى سنة ٤٥٨هـ

تحقيق

محمد عبد القادر عطا

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

بكفيه الثانية فمسح ذراعيه إلى المرفقين، وقال: «إنه لم يمنعني أن أرد عليك إلا أني لم أكن على وضوء أو على طهارة»[1].

لفظ حديث ابن عبدان، وقد أنكر بعض الحفاظ رفع هذا الحديث على محمد بن ثابت العبدي، فقد رواه جماعة عن نافع من فعل ابن عمر، والذي رواه غيره عن نافع من فعل ابن عمر إنما هو التيمم فقط فاما هذه القصة فهي عن النبي ﷺ مشهورة برواية أبي الجهيم بن الحارث بن الصمة، وغيره[2]، وثابت عن الضحاك بن عثمان عن نافع عن ابن عمر أن رجلاً مر ورسول الله ﷺ يبول فسلم عليه فلم يرد عليه إلا أنه قصر بروايته[3] ورواية يزيد بن الهاد عن نافع أتم من ذلك.

٩٩٤ ـ أخبرنا أبو علي الروذباري، أنا أبو بكر بن داسة، ثنا أبو داود، ثنا جعفر بن مسافر، ثنا عبد الله بن يحيى يعني البرلسي، أنا حيوة بن شريح، عن ابن الهاد أن نافعاً حدثه، عن ابن عمر قال: «أقبل رسول الله ﷺ من الغائط فلقيه رجل عند بئر جمل فسلم عليه فلم يرد عليه رسول الله ﷺ حتى أقبل على الحائط فوضع يده على الحائط فمسح وجهه ويديه ثم رد رسول الله ﷺ على الرجل السلام».

فهذه الرواية شاهدة لرواية محمد بن ثابت العبدي إلا أنه حفظ فيها الذراعين[4] ولم

---

(١) الحديث رقم (٩٩٣) أخرجه المصنف في معرفة السنن (٣٠٩) وفي السنن الصغرى (٢٢٦)، وأبو داود في السنن (٣٣٠).

(٢) قال ابن التركماني: «المنكر على محمد بن ثابت هو البخاري، وقال أبو حاتم الرازي: روى حديثاً منكراً، وإنما أنكر عليه رفع المسح إلى المرفقين، لا أصل القصة.
وقد صرح بذلك البيهقي في كتاب المعرفة [١/٢٨٥] فقال: «وإنما ينفرد محمد بن ثابت من هذا الحديث بذكر الذراعين فيه دون غيره» وإذا كان المنكر عليه هو هذا لا ينفعه كونه أصل القصة مشهوراً، بل قد عده خصومه سبباً للتضعيف، فإن الذي في الصحيح في قصة أبي الجهيم «ويديه» وليس فيه «وذراعيه».

(٣) قال ابن التركماني: «الضحاك لم يذكر القصة بتمامها، وإنما يقوي بها رواية محمد بن ثابت إذا أنكر أصل القصة فيقال روايته، وإن قصرت تدل على صحة القصة في الجملة.
فأما إذا أنكر على محمد بن ثابت رفع المسح إلى المرفقين لم يقوه رواية الضحاك».

(٤) قال ابن التركماني: «فيقال له كما تقدم: إنما تشهد روايته لرواية محمد بن ثابت إذا أنكر أصل الرواية عن ابن عمر، وأما إذا أنكر رفع الذراعين فلا شهادة لرواية ابن الهاد ولا لرواية الضحاك.
وقوله: «إلا أنه حفظ فيها الذراعين» المنكر يرى أنه لم يحفظ ذلك بمخالفة غيره له في ذلك، ولو قال: إلا أنه ذكر فيها الذراعين لكان أسلم وأصوب لأن لفظة «حفظ» ونحوها يذكر كثيراً عند تصحيح ما خولف فيه الراوي.

رواۃ کی تفصیل یہ ہے :

۱) امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) مشہور ثقہ ،امام اور حافظ الزمانہ ہیں۔**(تاریخ الاسلام ج:۱۰ص:۹۵)**

۲) امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) بھی ثقہ ،حافظ الحدیث اور المستدرک علی الصحیحین کے مصنف ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم ج:۸ص:۳۹۲)**

۳) ابو بکر بن اسحٰق الفقیہ سے مراد امام احمد بن اسحٰق ابو بکر النیساپوریؒ (م۳۴۲ھ) ہے جو کہ ثقہ محدث ہیں۔**(الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم ص:۱۸۹)**

۴) محدث موسیٰ بن ابو حسن بن عبادؒ (م۲۸۷ھ) میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔**(سیر اعلام النبلاء ج:۱۳ص:۳۷۸)**

۵) حافظ مسلم بن ابراہیم الازدیؒ (م۲۲۲ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ مامون ہیں۔**(تقریب رقم : ۶۶۱۶)**

۶)　محمد بن ثابت العبدیؒ بھی جمہور کے نزدیک ثقہ ،صدوق ہیں۔[16]

---

[16] امام حافظ مسلم بن خالدؒ (م ۲۲۲ھ) نے آپ کو صدوق قرار دیا ہے۔امام عجلیؒ (م ۲۶۱ھ) اور امام محمد بن سلیمانؒ (م ۲۴۵ھ) ثقہ کہتے ہیں ،امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ آپ میں کوئی حرج نہیں ہے، امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) بھی کہتے ہیں کہ آپ میں حرج نہیں ہے ،امام ابوحاتمؒ (م ۲۷۷ھ) کہتے ہیں کہ آپ مضبوط نہیں ہیں ،(لیکن پھر بھی) آپ کی حدیث لکھی جائے گی۔**(سنن کبری للبیہقی ج:۱ص:۲۰۶،۲۰۷، تہذیب التہذیب ج:۹ص:۸۵)**،امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے آپ سے روایت لی ہے ،اور غیر مقلدین کے نزدیک امام عبداللہ بن مبارکؒ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔**(اتحاف النبیل ج:۲ص:۱۰۵)** ثابت ہوا کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ کے نزدیک محمد بن ثابت العبدیؒ ثقہ ہیں ،امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) کہتے ہیں کہ وہ صالح ہیں ،اور قوی نہیں ہیں۔**(سوالات ابن ابی شیبہ رقم :۳۵)** معاویہ بن صالحؒ اور دارمیؒ کی روایت میں امام ابن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کہتے ہیں کہ آپ میں کوئی خرابی نہیں ہے۔**(الضعفاء للعقیلی ج:۴ص:۳۸)** حافظ ابن حجر عسقلانیؒ انہیں صدوق اور لین الحدیث کہتے ہیں۔**(تقریب رقم :۵۷۷۱)** ابن شاہینؒ نے بھی آپ کو کتاب الثقات میں شمار کیا ہے ۔**(ص:۲۰۰)**

نوٹ :

غیر مقلدین کے نزدیک لین الحدیث سے راوی کا ضعف ثابت نہیں ہوتا۔**(مسنون تراویح ص : ۲۲)** اسی طرح لیس بالقوی تو غیر مقلدین کے نزدیک قابل اعتماد جرح ہی نہیں ہے ۔**(دوماہی الاجماع مجلہ:شمارہ نمبر ۳ :ص۱۰۵)** لہذا خود غیر مقلدین کے اصول سے محمد بن ثابت العبدیؒ پر معتبر جرح موجود نہیں ہے۔

محمد بن ثابت العبدیؒ پر جرح کی وجہ ؟

اکثر محدثین رحمہم اللہ نے محمد بن ثابت العبدیؒ پر اعتراضات صرف اس وجہ سے کیا ہے کہ انہوں نے تیمم والی روایت کو مرفوع بیان کیاہے۔نافع مولی عمرؒ کے دوسرے شاگردوں کی مخالفت کی ہے کیونکہ نافعؒ کے دوسرے شاگرد اسے ابن عمرؓ کا فعل بتایا ہے ،لہذا محمد بن ثابتؒ اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں منفرد ہیں۔حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔

امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے ایک اور روایت ذکر کی ہے :

اخبرنا ابو علي الروذباري، انا ابو بكر بن داسة، ثنا ابو داؤد، ثنا جعفر بن مسافر، ثنا عبدالله بن يحي يعني البرلسي، انا حيوة بن شريح، عن الهاد، ان نافعاً حدثه عن ابن عمر قال: أقبل رسول الله ﷺ من الغائط فلقيه رجل عند بئر جمل، فسلم عليه فلم يرد عليه رسول الله ﷺ حتى أقبل على الحائط فوضع يده على الحائط، فمسح وجهه ويديه، ثم رد رسول الله ﷺ على الرجل السلام۔

اس روایت کے تمام روات ثقہ اور صدوق ہیں۔

اور غور فرمایئے ! محمد بن ثابتؒ کی طرح ابن الہادؒ نے بھی نافعؒ سے یہ روایت مرفوع بیان کی ہے اور ان کا پورا نام یزید بن عبداللہ بن عثمان بن الہاد اللیثیؒ (م ۱۳۹؁) ہے جو کہ ثقہ مکثر ہیں۔(**تقریب رقم:۷۷۳۷**)

البتہ اس روایت میں دوسری بار ضرب مارنے کا ذکر نہیں ہے ، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ، کیونکہ غیر مقلدین کا اصول ہے کہ ، عدم ذکر عدم شئ کو مستلزم نہیں۔(**نور العینین ص: ۸۱، حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص:۲۳۴**)

نیز ابن الہاد کی روایت سے محمد بن ثابتؒ پر تنہا روایت کو مرفوع بیان کرنے کا الزام بہر حال مردود ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بیہقیؒ (م ۴۵۸؁) خود فرماتے ہیں کہ :

فهذه الرواية شاهدة لرواية محمد بن ثابت العبدى الا انه حفظ فيها الذراعين ولم يثبتها غيره كما ساق هو وابن الهاد الحديث ـــــــــــــــــــ وفعل ابن عمر التيمم على الوجه والذراعين الى المرفقين شاهد لصحة رواية محمد بن ثابت غير مناف لها۔

چنانچہ یہ روایت محمد بن ثابت العبدیؒ کی روایت کی شاہد ہے ، مگر یہ کہ انہوں نے اس روایت میں کہنیوں (تک مسح کرنے)کا لفظ محفوظ کرلیا ہے اور ان کے علاوہ کسی اور نے کہنیوں (تک مسح کرنے) کے لفظ کو ذکر نہیں کیا ہے۔جیسا کہ ابن الہادؒ اور ان کی حدیث گزری۔

آگے امام بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ کا تیمم (میں مسح)کو چہرے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک کرنا ، محمد بن ثابتؒ کی روایت کی شاہد ہے ،اس کے خلاف نہیں ہے۔پھر اس کی وجہ آگے واضح کرتے ہیں کہ محمد بن ثابتؒ ثقہ ہیں۔(**سنن کبری للبیہقی حدیث نمبر: ۹۹۴، ج:۱ص:۱۳۷،۱۳۸**) اور ثقہ کی زیادتی غیر مقلدین کے نزدیک بھی مقبول ہے۔(دیکھئے،**ص:۶**) لہذا محمد بن ثابت العبدیؒ پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔

نوٹ :

امام بیہقیؒ کا یہ کہنا کہ : محمد بن ثابتؒ کے علاوہ کسی اور نے کہنیوں (تک مسح کرنے) کا لفظ ذکر نہیں کیا ہے ، صحیح نہیں ہے۔کیونکہ کئی راویوں نے اس روایت کو مرفوعاً بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کہنیوں (تک مسح کرنے) کے لفظ کو بھی ذکر فرمایا ہے ،مثلاً :

سلیمان بن ابی داؤد الحرانیؒ (ضعیف)نے اس تیمم والی روایت کو مرفوع بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ، کہنیوں تک مسح کرنے کو بھی ذکر کیا ہے۔چنانچہ امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵؁) کہتے ہیں کہ :

حدثنا محمد بن مخلد، واسمعيل بن علي، قالا: نا ابراهيم الحربي، ثنا هارون بن عبد الله ثنا شبابة ثنا سليمان بن ابي داؤد الحراني، عن سالم، ونافع، عن ابن عمر، عن النبي ﷺ في التيمم ضربتين ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين۔(سنن دارقطنی ج:۱ص:۳۳۴، حدیث نمبر: ۶۹۰)

نوٹ:

حافظ مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) محمد بن ثابت العبدیؒ کی حدیث پر امام احمد بن حنبلؒ کے اعتراض کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "فیہ نظر: من حیث ان حدیث ابن ابی داؤد مرفوع لا موقوف" امام احمد بن حنبلؒ کا کلام قابل غور ہے، اس حیثیت سے ابن ابی داوًد کی حدیث (بھی محمد بن ثابت العبدیؒ کی روایت کی طرح) مرفوع ہے، نا کہ موقوف۔ **(شرح ابن ماجہ للمغلطائی ص: ۶۸۶)** معلوم ہوا کہ حافظ مغلطائیؒ کے نزدیک ابن ابی داوًد کی روایت شاہد کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔

نیز علی بن ظبیانؒ (ضعیف) اور سلیمان بن ارقم (ضعیف) نے بھی اس روایت کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور ان دونوں کی روایت میں کہنیوں تک مسح کرنا کا تذکرہ موجود ہے۔

علی بن ظبیانؒ کی روایت کے الفاظ:

امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ:

حدثنا ابو عبداللہ محمد بن اسمعیل الفارسی، نا عبداللہ بن الحسین بن جابر، نا عبدالرحیم بن مطرف، ثنا علی بن ظبیان، عن عبید اللہ بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبی ﷺ قال: التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين۔ (سنن دارقطنی ج:۱ص:۳۳۲، حدیث نمبر: ۶۸۵)

سلیمان بن ارقمؒ کی روایت کے الفاظ:

امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ:

حدثنا محمد بن علی بن اسمعیل الابلی، ثنا الھیثم بن خالد، ثنا ابو نعیم، نا سلیمان بن ارقم عن الزهری، عن سالم عن ابيه قال: تيممنا مع النبی ﷺ ضربنا بأيدينا على الصعيد الطيب ثم نفضنا أيدينا فمسحنا بها وجوهنا، ثم ضربنا ضربة اخرى الصعيد الطيب ثم نفضنا أيدينا فمسحنا بأيدينا من المرافق الى الاكف على منابت الشعر من ظاهر وباطن۔ (سنن دارقطنی ج:۱ص: ۳۳۴، حدیث نمبر: ۶۸۸)

امام حاکمؒ اپنی کتاب المستدرک میں کہتے ہیں کہ "سليمان بن ارقم وسليمان بن ابی داؤد ليسا من شروط هذا الكتاب، ولكن ذكرناهما فی الشواهد" سلیمان بن ارقم اور سلیمان ابی داوًدؒ اس کتاب کے شرائط میں سے نہیں ہے۔ لیکن ہم نے ان دونوں کی روایت کو شواہد میں ذکر کیا ہے۔ **(المستدرک للحاکم ج:۱ص:۲۸۷، حدیث نمبر: ۶۳۵، ۶۳۶، نصب الرایہ ج:۱ ص:۱۵۰، واللفظ لہ)**

پھر ان سب کے علاوہ عبدالعزیز بن ابی رواد (م ۱۵۹ھ) [ثقہ] نے بھی اس روایت کو مرفوع بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کہنیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، اور جابر بن عبداللہؓ کی روایت بھی مرفوع ہے اور اس میں بھی کہنیوں تک مسح کرنے کا ذکر موجود ہے۔

۷) امام نافع ابوعبداللہ المدنیؒ (م ۱۱۷؁ھ) مشہور فقیہ ،امام اور مضبوط راوی ہیں۔(**تقریب رقم : ۷۰۸۶**)

۸) ابن عمر رضی اللہ عنہما مشہور صحابی رسول ہیں۔(**تقریب**)

دلیل نمبر ۲:

حافظ ابو بکر الشیرازیؒ (م ۴۰۷؁ھ) فرماتے ہیں کہ :

ثنا ابو عمرو ثنا محمد بن ابراھیم ثنا موسی بن سعید بن النعمان بن حسان الدردانی ثنا ابو حذیفة موسی بن مسعود ثنا ابن ابی رواد به بلفظ (یعنی عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال) التیمم ضربتان ضربة للوجه و ضربة للیدین الی المرفقین۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں ،ایک ضرب چہرے پر مسح کے لئے ہے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک مسح کرنے کے لئے ہے۔(**کتاب الالقاب للشیرازی بحوالہ شرح ابن ماجہ للمغلطائی**[17] **ص ۶۸۲**)[18] اسکین ملاحظہ فرمائے

الغرض اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد بن ثابت العبدیؒ نہ ابن عمرؓ کی روایت کو مرفوع بیان کرنے میں منفرد ہیں اور نہ ہی کہنیوں کے لفظ کو ذکر کرنے میں۔

یہی وجہ ہے کہ امام بیہقیؒ امام بخاریؒ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ،معرفۃ السنن والآثار میں کہتے ہیں کہ "**انکر البخاری رحمه الله علی الحدیث، و رفعه غیر منکر**" امام بخاریؒ نے محمد بن ثابت العبدیؒ کی حدیث کا انکار کیا (اس لئے کہ انہوں نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے) حالانکہ ان کا (روایت کو) مرفوع بیان کرنا منکر نہیں ہے اور امام زیلعیؒ نے بھی امام بیہقیؒ کی تائید کی ہے۔(**معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج:۲ ص: ۸، نصب الرایہ ج:۱ ص:۱۵۳**)

امام حاکمؒ نے بھی اس روایت کو مرفوعاً تسلیم کیا ہے۔(**خلاصہ بدر المنیر ج:۱ ص:۶۹**)، مزید اقوال **ص : ۴۶** پر موجود ہے۔لہذا محمد بن ثابت العبدیؒ کی روایت سنداً اور متناً دونوں لحاظ سے صحیح ہے۔والحمد للہ

[17] حافظ مغلطائیؒ (م ۷۶۲؁ھ) ائمہ کے نزدیک ثقہ، حافظ اور شیخ المحدثین ہیں، دیکھئے **ص:۵۳** ۔

[18] شرح ابن ماجہ لمغلطائی کے بعض مطبوعہ نسخوں میں کتاب الالقاب للشرازی کے بجائے کتاب الالباب للشرازی چھپ چکا ہے جو کہ کتاب کی غلطی ہے۔کیونکہ شرح ابن ماجہ لمغلطائی کے مخطوطہ [**نسخہ مکتبہ فیض اللہ افنڈی، ترکی: رقم ۳۶۲، فولیو [Folio] نمبر ۲۶۶**] میں 'کتاب الالقاب للشرازی' ہی موجود ہے۔لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسے نوٹ کر لے۔

اسکین: مخطوطہ [شرح ابن ماجہ لمغلطائی] نسخہ مکتبہ فیض اللہ افنڈی، ترکی

شرح
سنن ابن ماجه

تأليف
الإمام الحافظ علاء الدين مغلطاي
ابن قليج بن عبد الله الحنفي
"٦٨٩ : ٧٦٢ هـ"

تحقيق
كامل عويضة

المجلد الأول

الناشر
مكتبة نزار مصطفى الباز

على النبي ﷺ سكة من السكك، وقد خرج من غائط أو بول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى إذا كاد أن يتوارى ضرب بيديه على الحائط ومسح بهما وجهه ثم ضرب ضربة أخرى فمسح ذراعيه ثم ردّ على الرجل السلام». رواه أبو داود[١] من حديث محمد بن ثابت العبدى عن نافع عنه، وقال في كتاب التفرّد: لم يتابع أحد محمدًا بن ثابت في هذه القصة على ضربتين عن النبي – عليه السلام – ورووه عن ابن عمر، ورواية أبي الجهم نحو حديث ابن الهادى عن نافع عن ابن عمر ورواه أيوب بن مالك، وعبيد الله، وقيس بن سعد، ويونس، وابن أبي داود عن نافع عن ابن عمر: «أنّه يتيمم ضربتين للوجه»، قال أبو داود:/ جعلوه يقل ابن عمر، وسمعت أحمد يقول: روى محمد بن ثابت حديثًا منكرا في التيمم أثر كلامه وفيه نظر؛ من حيث أنّ حديث ابن أبي [١/٣٠٩] داود مرفوع لا موقوف ذكره الشيرازى في الألباب فقال: ثنا أبو عمرو ثنا محمد بن إبراهيم ثنا موسى بن سعيد بن النعمان بن حسان الدرداني ثنا أبو حذيفة موسى بن مسعود ثنا ابن أبي رواد به بلفظ: «التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين إلى المرفقين». وقال الطبراني في الأوسط: لم يروه بهذا التمام عن نافع إلّا العبدي. وقال أبو أحمد بن عدي: خالف العبدى عبيد الله وأيوب والناس فقالوا: عن نافع عن ابن عمر فعله. وقال الخطابي: هذا حديث لا يصح؛ لأنّ محمدًا ضعيف جدًا لا يحتج بحديثه. وقال أبو بكر في كتاب المعرفة: رواه جماعة من الأئمة عن العبدي منهم يحيى بن يحيى ومعلى بن منصور وسعيد بن منصور وغيرهم. وقال مسلم بن إبراهيم في رواية موسى بن الحسن بن عباد عنه: ثنا محمد بن ثابت العبدي وكان صدوقًا وابن معين لم ير به بأسًا في رواية عثمان الدارمي عنه، وأنكر البخاري رفع هذا الحديث ورفعه غير منكر فقد روى الضحاك بن عثمان عن نافع عن ابن عمر – يعني: الذى في صحيح مسلم – قصة السلام مرفوعة إلّا أنه قصر ثنا مسلم بذكر

(١) حسن. رواه أبو داود في : ١- كتاب الطهارة ، ١٢٢- باب التيمم في الحضر ، (ح/ ٣٣٠) . ورواه الحاكم (١/ ١٧٩) والمجمع (١/ ٢٦٢) وعزاه إلى الطبراني في « الكبير » وفيه علي بن ظبيان ضعفه يحيى بن معين فقال: كذاب خبيث وجماعة ، وقال أبو علي النيسابوري: لا بأس به . والدارقطني (١/ ١٨٠) .

٦٨٦
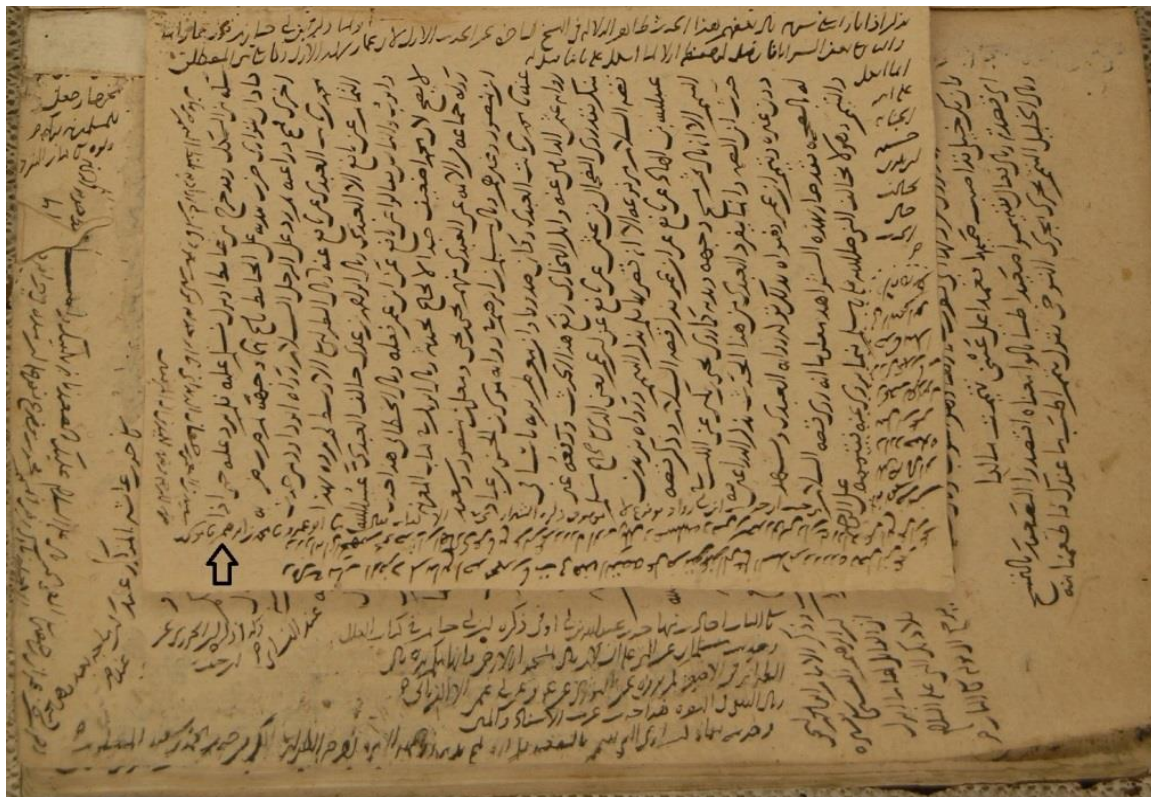
سند کے رواۃ کی تحقیق یہ ہے :

۱)　حافظ احمد بن عبدالرحمن اشیرازیؒ (م ۴۰۷ھ) ثقہ ،صدوق امام اور کتاب الالقاب کے مصنف ہیں۔(**تاریخ الاسلام ج:۹ص:۱۱۵،سیر اعلام النبلاء ج:۱۷ص:۲۴۲**)

۲)　ابو عمر و سے مراد امام اسعید بن القاسم بن العلائی البرذعیؒ (م ۳۶۲ھ) بھی ثقہ،حافظ ہیں۔(**الدلیل المغنی لشیوخ الامام ابی الحسن الدارقطنی ص:۲۰۷**)

۳)　محمد بن ابراہیم سے مراد ثقہ حافظ محمد بن یحی بن مندہؒ (م ۳۰۱ھ) ہیں اور مندہ کا نام ابراہیم ہے ،جیسا کہ امام ذہبیؒ نے صراحت کی ہے،نیز وہ امام سعید بن القاسم بن العلائی البرذعیؒ (م ۳۶۲ھ) کے استاذ بھی ہیں۔(**تاریخ الاسلام ج:۷ص:۴۴،ارشاد القاضی والدانی الی تراجم شیوخ الطبرانی ص:۶۲۹،تذکرۃ الحفاظ ج:۳ص:۹۹**)

۴)　موسی بن سعید بن نعمانؒ بھی صدوق حافظ ہیں۔(**تقریب رقم : ۶۹۶۷،الکاشف**)

۵)　ابوحذیفہ موسی بن مسعود النہدیؒ (م ۲۲۰ھ) بھی جمہور کے نزدیک صدوق ہیں۔(**الکاشف رقم : ۵۷۳۲،ذکر اسماء من تکلم فیہ وہو موثق ص:۲۰۹،سیر اعلام النبلاء ج:۱۰ص: ۱۳۷،تہذیب التہذ یب ج:۱۰ص:۳۷۱،تکمیل لابن کثیر ج:۱ص:۲۷۳، البدر المنیر ج:۳ص:۴۶۹،مصباح الزجاجہ ج : ۱ص:۱۰۸**)

البتہ آپؒ تصحیف کرتے تھے لیکن چونکہ متابع میں ثقہ حافظ اور حدیث کے شہنشاہ امام اعظم ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) موجود ہیں جنھوں نے آپ کی طرح عبدالعزیز بن ابی روادؒ سے یہی روایت مرفوعاً نقل کی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

تو اس روایت میں ابوحذیفہؒ پر تصحیف کا اعتراض فضول اور بیکار ہے اور آپ اس روایت میں ثقہ وصدوق ہیں ،نیز محمد بن ثابت العبدیؒ اوردوسرے کئی رواۃ بھی آپ کی متابعت میں موجود ہیں ،لہذا اس روایت میں آپ پر تصحیف کا الزام واعتراض باطل ومردود ہے۔

۶)　عبدالعزیز بن ابی روادؒ (م ۱۵۹ھ) بھی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔(**الکاشف ،تہذیب التہذیب ج:۶ص:۳۳۸**)

۷)　امام نافع ابو عبداللہ المدنیؒ (م ۱۱۷ھ) کی توثیق گزرچکی۔

۸)　　حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ہیں۔**(تقریب)**

معلوم ہوا کہ اس کی سند حسن ہے۔

دلیل نمبر ۳:

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہی روایت تیسری سند سے مسند امام ابوحنیفہ بروایت حافظ ابن المظفر میں بھی موجود ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

کان تیمم رسول اللہ ﷺ ضربتین، ضربۃ للوجہ، وضربۃ للیدین الی المرفقین۔

رسول اللہ ﷺ کے تیمم میں دو ضربیں تھیں ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھ کہنیوں تک کے لئے۔

اس روایت کو حافظ محمد بن المظفرؒ **(م ۳۷۹ھ)** نے اس سند سے ذکر کیا ہے:

لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس

﴿الجزء الاول﴾

﴿من﴾

﴿جامع مسانيد الامام الاعظم﴾

والهمام الافخم الاعلم ابي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي
رضي الله عنه وشرف واكرم

﴿تاليف﴾

العلامة الفهامة الشيخ الامام الفقيه قاضى القضاة ابى المؤيد
محمد بن محمود بن محمد الخوارزمي المتوفى سنة خمس
وستين وست مائة رحمه الله تعالى

﴿الطبعة الاولى﴾

بمطبعة مجلس دائرة المعارف الكائنة فى الهند
بمحروسة حيدرآباد الدكن حماها الله
عن الشرور والفتن

سنة (١٣٣٢) هـ

﴿جامع مسانيد الامام الاعظم (١) ج﴾ ﴿٢٣٣﴾ ﴿الباب الرابع فى الطهارة﴾

(عن) ابى حنيفة رضى الله عنه ثم قال محمد وبهذا ناخذ والغسل بالماء فى الاستنجاء احب الينا *

﴿ابوحنيفة﴾ (عن) علقمة بن مرثد (عن) ابن بريدة (عن) ابيه ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم توضأ مرة مرة * (اخرجه) ابو محمد البخارى (عن) صالح بن احمد (عن) شعيب بن ايوب (عن) ابي يحيى الحماني (عن) ابي حنيفة رضى الله عنه *

﴿ابوحنيفة﴾ (عن) عبد العزيز بن ابي رواد (عن) نافع (عن) ابن عمر رضي الله عنهما قال كان تيمم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ضربتين ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين * ﴿اخرجه﴾ الحافظ محمد بن المظفر في مسنده (عن) ابى اسحاق ابراهيم بن احمد بن عبد الله القزويني (عن) يوسف بن موسى المروزى (عن) ابى بكر موسى بن سعيد (عن) ابي حنيفة رضى الله عنه *

﴿واخرجه﴾ ابو عبد الله الحسين بن محمد بن خسرو في مسنده (عن) المبارك ابن عبد الجبار الصيرفى (عن) ابي محمد الحسن بن محمد الجوهرى (عن) الحافظ محمد بن المظفر (عن) ابى اسحاق ابراهيم بن احمد بن عبد الله قاضى قزوين (عن) يوسف بن موسى المروزى (عن) ابي بكر موسى بن سعيد (عن) ابى حنيفة رضى الله عنه *

﴿ابوحنيفة﴾ (عن) حماد (عن) ابراهيم في التيمم قال تضع راحتيك في الصعيد فتمسح وجهك ثم تضعهما الثانية فتنفضهما فتمسح يديك وذراعيك الى المرفقين * ﴿اخرجه﴾ الامام محمد بن الحسن في الآثار فرواه (عن) ابى حنيفة ثم قال وبه ناخذ ونرى مع ذلك ان ينفض يديه فى كل مرة من قبل

(روی) حافظ محمد بن الظفر فی مسندہ (عن) ابی اسحق ابراھیم بن محمد بن عبداللہ القزوینی (عن) یوسف بن موسی المروزی (عن) ابی بکر موسی بن سعید (عن) ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ (عن) عبدالعزیز بن ابی رواد (عن) نافع (عن) ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: کان تیمم رسول اللہ ﷺ ضربتین ضربۃ للوجہ و ضربۃ للیدین الی المرفقین۔ (مسند امام ابی حنیفہ بروایت امام محمد بن ابی مظفر بحوالہ جامع المسانید للامام خوارزمی ج:۱ص:۲۳۳، واسنادہ حسن)[19]

سند کے راویوں کی تحقیق درج ذیل ہے :

۱) حافظ محمد بن المظفرؒ (م ۳۷۹؁) مشہور ثقہ ،حافظ الحدیث ہیں۔(**تاریخ الاسلام ج:۸ ص : ۴۷۲**)

۲) ابواسحٰق ابراہیم بن احمد القزوینیؒ (م ۳۴۰؁) بھی ثقہ ،عالم دین ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم ج:۲ص:۱۴۹**)

۳) یوسف بن موسی المروزیؒ (م ۲۹۶؁) کو خطیب البغدادیؒ نے ثقہ کہا ہے۔(**تاریخ بغداد ج : ۱۴ص:۳۱۱، تاریخ الاسلام ج:۶ص:۱۰۶۸**)

۴) ابوبکر موسی بن سعید بن نعمانؒ سنن نسائی کے راوی ہیں اور صدوق ہیں۔(**تقریب رقم : ۶۹۶۷**)

۵) امام اعظم ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰؁) ثقہ ،حافظ الحدیث اور حدیث کے شہنشاہ ہیں۔ (**دیکھئے ص:۸**)

۶) عبدالعزیز بن ابی روادؒ (م ۱۵۹؁) بھی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔(**الکاشف ،تہذیب التہذیب ج:۶ص:۳۳۸**)

۷) امام نافع ابوعبداللہ المدنیؒ (م ۱۱۷؁) کی توثیق گزر چکی۔

۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ہیں۔(تقریب)

معلوم ہوا کہ اس کی سند بھی حسن ہے۔

اوراخیر میں ان ائمہ کا نام ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے ابن عمرؓ کی تیمم والی روایت کو مرفوع تسلیم کیا ہے۔

۱) امام حاکمؒ (م ۴۰۵؁)۔(**خلاصہ بدر المنیر ج:۱ص:۶۹، المستدرک للحاکم ج:۱ص: ۲۸۷ ، حدیث نمبر:۶۳۴**)

---

[19] یاد رہے کہ امام خوارزمیؒ (م ۶۶۵؁) ثقہ ہیں۔تفصیل کے لئے (**دیکھئے ص:۳۰**)

۲) امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے امام بخاریؒ کے اعتراض کا جواب دیا اور ابن عمرؓ کی روایت کو مرفوع تسلیم کیا ہے۔

۳) اور حافظ زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے بھی امام بیہقیؒ کی تائید کی ہے جس کی تفصیل **ص:۴۰** پر موجود ہے۔

۴) شیخ المحدثین حافظ مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) نے بھی امام احمد بن حنبلؒ کے اشکال کا جواب دیا ہے اور انہوں نے بھی اس روایت کو مرفوعاً ثابت کیا ہے۔**(شرح ابن ماجہ للمغلطائی ص:۶۸۶)**

۵) امام عینیؒ (م ۸۵۵ھ)۔ **(البنایہ للعینی ج: ۱ :ص ۵۲۴)**

۶) امام محمد بن عبداللہ الزرکشیؒ (م ۷۷۲ھ)۔**(شرح زرکشی علی الخرقی ج:۱ص ۳۳۹)** اور دلائل کی روشنی میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت کا مرفوع ہونا ہی راجح ہے۔

واللہ اعلم

دلیل نمبر ۴:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ :

التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ، وضربۃ للذراعین الی المرفقین۔

تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لئے ہے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھ کہنیوں تک کے لئے ہے۔

چنانچہ امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ :

حدثنا محمد بن مخلد، و اسمعیل بن علی، وعبدالباقی بن قانع، قالوا : نا ابراھیم بن اسحق الحربی، نا عثمان بن محمد الانماطی، ثنا حرمی بن عمارۃ، عن عزرۃ بن ثابت، عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی ﷺ قال: التیمم ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین۔(سنن دارقطنی حدیث نمبر: ۶۹۱، واسنادہ صحیح)[20]

---

[20] مضبوط شواہد کی وجہ سے اس روایت میں حافظ ابو زبیر المکیؒ (م ۱۲۶ھ) پر تدلیس کا اعتراض مردود ہے۔(شواہد کے لئے دیکھئے **دلیل نمبر:۱-۳، دلیل نمبر:۶۔۔وغیرہ** نیز دیکھئے **سینے ہاتھ باندھنے کے حکم اور مقام از زبیر علی زئی ص:۳۷**) پھر جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرنے میں حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۶ھ) مکثر ہیں، اس لحاظ سے بھی ان کی تدلیس قابل قبول ہے۔**(الاجماع: شمارہ نمبر ۳: ص ۲۳۱)**

اسکین:

الموسوعة الحديثية
المشرف العام على إصدارها
معالي الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

سنن الدارقطني

تأليف
الحافظ الكبير علي بن عمر الدارقطني
٣٠٦ - ٣٨٥ هـ

وبذيله
التعليق المغني على الدارقطني
للمحدث العلامة أبي الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادي

الجزء الأول

حققه وضبط نصه وعلق عليه
شعيب الارنؤوط
حسن عبد المنعم شلبي　عبد اللطيف حرز الله
أحمد برهوم

يوزع على نفقة صاحب السمو الملكي الأمير
متعب بن عبد العزيز آل سعود
أجزل الله مثوبته

٦٩١- حدثنا محمد بن مَخْلد وإسماعيل بنُ علي وعبد الباقي بنُ قانع ، قالوا : حدثنا إبراهيم بن إسحاق الحَرْبي ، حدثنا عثمان بن أحمد الأنماطي ، حدثنا حَرَمي بنُ عُمارة ، عن عَزْرَة بن ثابت ، عن أبي الزُّبير

عن جابرٍ ، عن النبي ﷺ ، قال : «التيمُّمُ ضربةٌ للوَجه ، وضربةٌ للذِّراعين إلى المرفقين» .

[رجاله كلهم ثقات ، والصواب موقوف][1]

٦٩٢- حدثنا محمد بن مَخْلد وإسماعيلُ بنُ علي وعبدُ الباقي بن قانع ، قالوا : حدثنا إبراهيم الحَرْبيُّ ، حدثنا أبو نُعيم ، حدثنا عَزْرة بن ثابت ، عن أبي الزُّبير

عن جابر ، قال : جاء رجلٌ فقال : أصابتني جَنَابة ، وإني تمعَّكْتُ في التراب ، قال : اضرِب ، فضَرَب بيدِه الأرضَ فمسَحَ وجهَه ، ثم ضَرَبَ بيدِه أخرى فمسَحَ بها يديه إلى المِرْفقين[2] .

١/٦٩٣- حدثنا القاضيان أبو عبد الله الحُسين بن إسماعيل وأبو عمر محمد ابنُ يوسف ، قالا : حدثنا إبراهيمُ بن هانئ ، حدثنا موسى بنُ إسماعيل ، حدثنا أبان ، قال :

٦٩١- قوله : «رجاله كلهم ثقات» وقال الحاكم (١٨٠/١) أيضاً : صحيح الإسناد ، وقال ابن الجوزي في «التحقيق» (٢١٩/١) : وعثمان بن محمد متكلَّم فيه ، وتعقبه صاحب «التنقيح» (٢١٩/١) تابعاً للشيخ تقي الدين في «الإمام» وقال ما معناه : إن هذا الكلام لا يُقبل منه لأنه لم يبيِّن مَن تكلَّم فيه ، وقد روى عنه أبو داود وأبو بكر بنُ أبي عاصم وغيرُهما ، وذكره ابنُ أبي حاتم في كتابه ولم يذكر فيه جَرحاً ولا تعديلاً ، وقال الذهبي : فيه لِيْن .

---

(١) ما بين الحاصرتين لم يرد في الأصول ، وأثبتناه من هامش (غ) والمطبوع .
(٢) أخرجه الحاكم ١٨٠/١ .

٣٣٥

ائمہ محدثین کی تصحیح :

امام دارقطنیؒ اور امام ابن مفلحؒ (م ۸۸۴ھ) فرماتے ہیں کہ اس روایت کے رجال ثقہ ہیں،امام حاکمؒ،امام بیہقیؒ،امام ابن الملقنؒ اور امام ذہبیؒ نے اس کی سند کو صحیح اور امام ابن حجرؒ نے حسن قرار دیا ہے ،نیز حافظ بن عبدالہادیؒ،حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ نے اس روایت کا دفاع کیا ہے اور اس کی سند کو ثابت کیا ہے۔**(المبدع لابن المفلح ج:۱ص:۲۰۰،مستدرک للحاکم حدیث نمبر: ۶۳۶،نخب الافکار للعینی ج : ۲ ص:۴۴۲، سنن کبری للبیہقی ج:۱ص:۳۱۹،حدیث نمبر: ۹۹۱،البدر المنیر ج:۲ص:۶۴۷،الدرایہ ج :۱ ص:۶۸، تنقیح التحقیق ج:۱ص:۳۷۸، تخریج احادیث الاختیار للقاسم ج:۱ص:۱۵۱)**

ایک اشکال اور اسکا جواب :

امام دارقطنیؒ نے اس روایت کو موقوف کہا ہے ،یہ غالباً اس وجہ سے ہے کہ اس روایت کی سند میں عثمان بن محمد انماطیؒ[ثقہ] اس روایت کو مرفوع نقل کرنے میں منفرد ہیں ،لیکن محمد بن عثمانؒ اس میں منفرد نہیں ہیں ،بلکہ حضرت جابرؓ کی روایت کو امام ابو نعیمؒ **(م ۲۱۹ھ)** نے بھی مرفوع بیان کیا ہے۔

دلیل نمبر۵:

چنانچہ امام حاکمؒ **(م ۴۰۵ھ)** کہتے ہیں کہ :

حدثنا علی بن حمشاذ العدل، و ابو بکر بن بالویہ، قالا : ثنا ابراھیم بن اسحق الحربی، ثنا ابو نعیم، عن عزرۃ بن ثابت، عن ابی الزبیر، عن جابر قال: جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ فقال: أصابنی جنابة، و انی تمعکت فی التراب، فقال: اضرب ھکذا و ضرب بیدہ الارض فمسح وجھہ ثم ضرب بیدیہ فمسح بھما الی المرفقین۔ (مستدرک للحاکم حدیث نمبر: ۶۳۸، واسنادہ صحیح ورجالہ کلھم ثقات)

اسکین:

للإمام الحافظ أبي عبد الله الحاكم النيسابوري
رحمه الله تعالى

طبعة متضمنة انتقادات الذهبي رحمه الله

وبذيله

تتبع أوهام الحاكم التي سكت عليها الذهبي

لأبي عبد الرحمن مقبل بن هادي الوادعي

الجزء الأول

دار الحرمين للطباعة والنشر والتوزيع

(الجزء الأول) ٣- كتاب الطهارة ٢٧٥

الكتاب وقد اشترطنا إخراج مثله في الشواهد .

٦٣٩- **أخبرنا** حمزة بن العباس العقبي ببغداد ثنا محمد بن عيسى المدايني ثنا شبابة بن سوار .

وحدثنا محمد بن صالح بن هاني ثنا إبراهيم بن إسحاق ثنا هارون بن عبد الله ثنا شبابة عن سليمان بن أبي داود الحراني عن سالم ونافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم أنه قال : «في التيمم ضربتان : ضربة للوجه وضربة لليدين إلى المرفقين» .

سليمان بن أبي داود[١] أيضًا لم يخرجاه وإنما ذكرناه في الشواهد .

وقد روينا معنى هذا الحديث عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم بإسناد صحيح .

٦٤٠- **حدثنا** علي بن حمشاذ العدل وأبو بكر بن بالويه قالا ثنا إبراهيم بن إسحاق الحربي ثنا أبو نعيم عن عزرة بن ثابت عن أبي الزبير عن جابر قال جاء رجل[1] فقال : أصابتني : جنابة وإني تمعكت في التراب فقال : «اضرب هكذا» وضرب بيديه الأرض فمسح وجهه ثم ضرب بيديه فمسح بهما إلى المرفقين[٢] .

٦٤١- **وحدثنا** علي بن حمشاذ وأبو بكر بن بالويه قالا ثنا إبراهيم بن إسحاق ثنا عثمان[2] ابن محمد الأنماطي ثنا حرمي بن عمارة عن عزرة بن ثابت عن أبي الزبير عن جابر عن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم قال : «التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين إلى المرفقين» .

٦٤٢- **حدثنا** أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا محمد بن سنان القزاز ثنا عمرو بن محمد بن أبي رزين ثنا هشام بن حسان عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر[3] قال : رأيت النبي

(١) قلت : لا يستشهد به . قال الذهبي رحمه الله في «الميزان» : ضعفه أبو حاتم ، وقال البخاري : منكر الحديث ، وقال ابن حبان : لا يحتج به .
(1) كذا في النسخ والظاهر جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم ١٢ (مصححه) .
(٢) الصحيح موقوف كما في «السنن» للدارقطني (ج١ ص١٨١) اهـ.
وكذا حديث ابن عمر الذي قبل هذا في التيمم ، الصحيح فيه الوقف ، قاله الدراقطني في «السنن» (ج١ ص١٨١) .
(2) رواية شاذة لأن أبا نعيم روى عن عزرة موقوفًا هو الصواب ١٢ (مصححه) .
(3) قال الدارقطني في «العلل» : الصواب ما رواه غيره عن عبيد الله . موقوفًا ١٢ (مصححه) .

یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ، حافظ ابن تیمیہؒ، امام ابن مفلحؒ وغیرہ نے بھی حضرت جابرؓ کی روایت کو مرفوع ہی نقل کیا ہے۔**(المجموع للنووی ج:۲ص:۲۳۴، شرح عمدہ لابن تیمیہ ج:۲ص:۴۲۰، المبدع فی شرح مقنع لابن المفلح ج:۱ص:۲۰۱)**

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جابر بن عبداللہؓ کی روایت صحیح بھی ہے اور مرفوع بھی ہے۔

دلیل نمبر۶:

امام ابو بکر البزارؒ **(م۲۹۲ھ)** فرماتے ہیں کہ :

حدثنا یحی بن حکیم و محمد بن معمر، قالا: حدثنا حرمی بن عمارۃ، قال: حدثنا الحریش بن الخریت، عن ابن ابی ملیکۃ، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ انہ قال: فی التیمم ضربتین ضربۃ للوجہ و ضربۃ للیدین الی المرفقین۔

حضرت عائشہؓ نبی ﷺ سے روایت ہے کہ کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ایک ضرب چہرے کے لئے اور ایک ضرب ہاتھوں سے کہنیوں تک کے لئے۔**(مسند بزار ج:۱۸ص:۲۲۸، واسنادہ حسن)**

اسکین:

البحر الزخار

المعروف

بمسند البزار

تأليف

الحافظ الإمام أبي بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق العتكي البزار

المتوفى ٢٩٢هـ

تحقيق

صبري بن عبد الخالق الشافعي

قرأه وقدم له

أ.د. أحمد معبد عبد الكريم
أستاذ ورئيس قسم الحديث
بجامعة الأزهر

وفضيلة الشيخ بدر بن عبد الله البدر

الجزء الثامن عشر

مكتبة العلوم والحكم

المدينة المنورة

٢٢٨ — مسند البزار

حكيم، ومحمد بن معمر، قالوا: أنا حرمي بن عمارة، قال: نا الحَرِيش بن الخِرِّيت، عن ابن أبي مليكة، عن عائشة قالت: كان يوضع للنبي ﷺ من الليل ثلاثة آنية[1] مخمرة: إناء لطهوره، وإناء لشرابه، وإناء لسواكه[2].

* وهذا الحديث لا نعلمه يروى إلا عن عائشة، ولا نعلم له إسنادا عن عائشة إلا هذا الإسناد.

٢٤٠/٢١٥= [3] حدثنا يحيى بن حكيم، ومحمد بن معمر، قالا: نا حرمي بن عمارة، قال: نا الحَرِيش بن الخِرِّيت، عن ابن أبي مليكة، عن عائشة، عن النبي ﷺ أنه قال[4]:

«في التيمم ضربتين[5]: ضربة للوجه، وضربة لليدين إلى المرفقين»[6].

(١) ضبب فوقها بالأصل.

(٢) أخرجه ابن ماجه في سننه (٣٦١) عن عصمة بن الفضل ويحيى بن حكيم - وكرره برقم (٣٤١٢) عن يحيى فقط - والحاكم في مستدركه (٤/١٤١) من طريق عبيد الله بن عمر القواريري - ثلاثتهم عن حرمي بن عمارة - به. وقال الحاكم: صحيح الإسناد.

(٣) وقع في كشف الأستار قبل هذا الإسناد إدماج سند سابق لحديث عن ابن عمر رضي الله عنهما مع هذا السند. وتابعه الحافظ في مختصره على هذا الأمر ذاته، وتابعتهما - غفلة مني - في نشرتي للمختصر. ووقع في ضبطي للحريش بن الخريت بمختصر الزوائد وهم يصحح من هنا. فاللهم تجاوز عنا.

(٤) في نصب الراية المصححة من الشيخ محمد عوامة: أنه ﷺ قال. وفي الكشف: عن النبي ﷺ قال. وفي المجمع: عن النبي ﷺ، فقط.

(٥) في نصب الراية: ضربتان. وهو الوجه.

(٦) أورده الهيثمي في كشف الأستار (٣١٣) وفي مجمع الزوائد (١/٢٦٣) والزيلعي في نصب الراية (١/١٥١) وابن حجر في مختصر الزوائد (١٩٦) وفي التلخيص =

سند کے راویوں کی تحقیق درج ذیل ہے :

۱) امام ابو بکر البزارؒ(م۲۹۲ھ) ثقہ ،حافظ الحدیث ہیں۔**(کتاب الثقات للقاسم ج:۱ص:۴۴۴)**

۲) محدث محمد بن معمر البصریؒ(م بعد ۲۵۰ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور صدوق ہیں۔**(تقریب رقم :۶۳۱۳)** پھر ان کے متابع حافظ یحی بن حکیم ابوسعید البصریؒ (م۲۵۶ھ) بھی موجود ہیں جو کہ ثقہ ، حافظ ،عابداور مصنف ہیں۔**(تقریب رقم : ۷۵۳۴)**

۳) حرمی بن عمارہ البصریؒ (م۲۰۱ھ) بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ،صدوق ہیں۔**(الکاشف رقم : ۹۸۰،اکمال تہذیب الکمال ج:۴ص:۳۷)**

۴) حریش بن الخریت البصریؒ راجح قول کے مطابق ثقہ اور حسن الحدیث ہیں۔

امام ابن خلفونؒ نے حریش بن الخریت البصری کو ثقات میں شمار کیا ہے،امام بخاریؒ اپنی کتاب تاریخ الکبیر میں کہتے ہیں کہ ''أرجو ان یکون صالحا '' ان کی طرف رجوع کرو(اس لئے) کہ وہ نیک ہیں۔ امام یحیی بن معینؒ کہتے ہیں کہ ان میں کوئی خرابی نہیں ہے،امام حاکمؒ اور امام ابن السکنؒ نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور کسی حدیث کی حدیث کی تصحیح و تحسین غیر مقلدین کے نزدیک اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔**(دیکھئے،ص:۲)**معلوم ہوا کہ امام حاکمؒ اورابن السکنؒ کے نزدیک بھی وہ ثقہ ہیں۔امام دارقطنیؒ کہتے ہیں کہ ان کا اعتبار کیا جائے گا ،امام ابن شاہینؒ نے بھی انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔**(تہذیب التہذیب ج :۲ ص : ۲۴۲،اکمال تہذیب الکمال ج:۴ص:۴۷،البدر المنیر ج:۱ص:۷۰۹،اتحاف المہرہ ج:۱۷ ص:۴۱)**[21]

معلوم ہو اکہ آپؒ حسن الحدیث ہیں۔

۵) ابن ابی ملیکہؒ(م۱۱۷ھ) ثقہ تابعی اور فقیہ ہیں۔**(تقریب رقم : ۳۴۵۴)**

---

21 حریش بن الخریت البصری پر کوئی جرح مفسر موجود نہیں اور غیر مقلدین کے نزدیک جرح غیر مفسر پر تعدیل مقدم ہوتی ہے۔**(الاجماع: شمارہ نمبر ۲:ص۱۷۸)** لہذا غیر مقلدین کے اصول سے تعدیل کو ہی ترجیح حاصل ہے اور وہ جرح غیر مفسر پر مقدم ہے۔

۶)　　حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہامشہور صحابیہ اور خواتین میں سب سے بڑی فقیہہ ہیں۔ **(تقریب رقم: ۸۶۳۳)**

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت حسن درجے کی ہے۔

الغرض ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں،اور یہی احناف کا قول ہے اور جمہور کا بھی یہی کہنا ہے۔ (**کتاب الاربعین فی ارشاد السائرین الی منازل المتقین او الاربعین الطائیۃ ص: ۲۰۷ ،اکمال المعلم بفوائد مسلم ج:۲ ص:۲۲۲**)

واللہ اعلم

حافظ مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) جرح وتعدیل کے میزان میں

مفتی ابن اسماعیل المدنی

مشہور محدث، حافظ العصر اور شیخ المحدثین ابو عبد اللہ علاء الدین مغلطای بن قلیج المصریؒ (م ۷۶۲ھ) کی ذات گرامی کو مجروح کرنے کے لئے متعصب غیر مقلد زبیر علی زئی نے ان پر جرح کی اور ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔

سب سے پہلے حافظ مغلطائیؒ کی توثیق وثناء ملاحظہ فرمائے:

(۱) محدث ابن رافعؒ (م ۷۷۴ھ) کہتے ہیں کہ "الشَّيخ الْفَاضِل الْمُحدث"۔ (الوفیات: ج۲: ص۲۴۵، رقم ۷۵۹)

(۲) امام صلاح الدین الصفدیؒ (م ۷۶۴ھ) کہتے ہیں: "الشيخ الإمام الحافظ القدوة، شيخ الحديث" اور کہتے ہیں کہ " عنده كُتب كثيرة وأصول صحيحة " ان کے پاس بہت سے کتب اور صحیح اصول تھے۔ (**اعیان العصر للصفدی: ج: ۵: ص ۴۳۳، ۴۳۵، الوافی بالوفیات: ج۷: ص۳۳**)

(۳) حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے کہا: "**الشیخ، الحافظ**"۔ نیز کہتے ہیں کہ "وَقَدْ كَتَبَ الْكَثِيرَ، وَصَنَّفَ، وَجَمَعَ، وَكَانَتْ عِنْدَهُ كُتُبٌ كَثِيرَةٌ جِدًّا، رَحِمَهُ اللَّهُ"۔ (**البدایہ والنہایہ: ج۱۸: ص۶۳۳**)

(۴) امام ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۲ھ) نے کہا: " حافظ مُتَأَخّر مَشْهُور "۔ (توضیح المشتبہ: ج۷: ص۱۱۸)

(۵) امام تقی الدین مقریزیؒ (م ۸۴۵ھ) نے کہا: "الحافظ المحدث الشيخ"۔ (السلوك لمعرفة دول الملوك: ج۴: ص ۲۵۸، ج۵: ص۲۷۱)

(۶) ابن قاضی شہبہؒ (م ۸۵۱ھ) نے کہا: " أخذ عَن مغلطاي وَغَيره من الْمُحدثين "۔ (**طبقات الشافعیہ لابن قاضی: ج۴: ص۸**)

معلوم ہوا کہ ابن قاضی شہبہ علیہ الرحمہ کے نزدیک حافظ مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) محدثین میں سے ہیں۔

(۷) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: " الشیخ، الامام، العلامہ، الحافظ المکثر، صاحب التصانیف، شیخ الشیوخ"۔ (تبصیر المنتبہ: ج۱: ص۲، **الدرر الکامنہ: ج۶: ص۱۱۶، ج۲: ص۲۵۹، تعجیل المنفعہ: ج۱: ص۲۴۲، لسان المیزان: ج۸: ص۱۲۴**) نیز کہتے ہیں

کہ" كان انتهت إليه رئاسة الحديث في زمانه" اور کہا" كان كثير الاستحضار لها متسع المعرفة فيها"۔**(لسان المیزان: ج۸: ص۱۲۷،۱۲۵)**

(۸) ابن فہد المکیؒ **(م۸۷۱ھ)** نے کہا:" الإمام العلامة الحافظ المحدث المشهور "۔**(لحظ الالحاظ: ص۹۱)** نیز کہتے ہیں کہ"وله اتساع في نقل اللغة وفي الاطلاع على طرق الحديث"۔**(لحظ الالحاظ: ص۹۴)**

(۹) امام ابوذر سبط ابن العجمیؒ **(م۸۸۴ھ)** نے کہا:" الشيخ العلامة الحافظ "۔(كنوز الذهب في تاريخ حلب: ج ۱ : ص ۷۰)

(۱۰) حافظ سیوطیؒ **(م۹۱۱ھ)** نے کہا:""۔**(طبقات الحفاظ للسیوطی: ص۵۳۸)** نیز کہتے ہیں کہ"وكان حافظا عارفا بفنون الحديث، علامة في الأنساب"۔**(حسن المحاضرة: ج۱ : ص۳۵۹)**

(۱۱) حافظ ابوذرعہ العراقیؒ **(م۸۲۶ھ)** نے کہا:"الشيخ الامام شيخ المحدثين"۔**(الذیل علی العبر: ج۱: ص۷۰)**

(۱۲) حافظ سخاویؒ **(م۹۰۲ھ)** نے کہا:" الشيخ الحافظ العلامة"۔**(القول البدیع: ص۱۱۰، جواہر الدرر: ج۳: ص۱۲۷۵)**

(۱۳) حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ **(م۸۷۹ھ)** نے کہا:" إمام وقته، وحافظ عصره "۔**(تاج التراجم: ص۳۰۴)**

(۱۴) ابو المحاسن ابن الغزیؒ **(م۱۱۶۷ھ)** نے کہا:" الإمام المفنن الحافظ "۔**(دیوان الاسلام: ج۴: ص۱۱۶)**

(۱۵) امام جمال الدین یوسف بن تغریؒ **(م۸۷۴ھ)** نے کہا:" الحافظ المفتن، الحافظ المصنف المحدّث المشهور "۔نیز کہتے ہیں کہ" وكان له اطلاع كبير وباع واسع في الحديث وعلومه وله مشاركة فى فنون عديدة. تغمّده الله برحمته"۔**(النجوم الزاهرة: ج۱۱: ص۹)**

(۱۶) حافظ عراقیؒ **(م۸۰۶ھ)** کہتے ہیں کہ"كان عارفا بالانساب معرفة جيدة"**(الدرر الکامنة: ج۳: ص۳۴۳)**۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ:"ساله ابن حجر عن اربعة تعاصروا ايهم احفظ؟ مغلطای و ابن كثير و ابن رافع و الحسيني؟ فاجاب: ان اوسعهم اطلاعا و اعلمهم للانساب: مغلطای"۔**(تدریب الراوی: ج۲: ص۹۴۲)**

الغرض معلوم ہوا کہ ائمہ محدثین کے نزدیک حافظ مغلطایؒ **(م۷۶۲ھ)** مشہور امام، حافظ، فاضل، محدث، علامہ، شیخ المحدثین ہیں۔یعنی ان کی عدالت وحالت دونوں ائمہ محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔لیکن اتنی عظیم شخصیت پر غیر مقلد زبیر علی زئی نے جروحات کئے ہیں، جن جوابات ملاحظہ فرمائیں:

اعتراض نمبرا:

زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ ابن فہد المکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس نے (یعنی مغلطائی نے) قدیم لوگوں کی ایک جماعت سے سماع کا دعوی کیا ،جو کہ اس سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔مثلاً دمیاطی ،ابن دقیق العید ،ابن الصواف اور وزیرہ بنت المنہاج اور ماہر حفاظ حدیث نے اس وجہ سے واضح دلیل کے ساتھ اس پر کلام کیا ہے۔

اس جرح سے تو مغلطائی کی عدالت ہی ساقط ہوجائے گی ،کیونکہ ایسے لوگوں سے سماع کا دعوی کرنا ،جن سے سماع نہیں ہے ،کذاب لوگوں کا کام ہے۔**(مقالات ج:۴ص:۲۸۰)**

الجواب :

ابن فہد المکیؒ اور دوسرے لوگوں کے اقوال کی بنیاد ،حافظ عراقیؒ **(م ۸۰۶ھ)** کے قول پر ہے۔اورخود حافظ عراقیؒ کہتے ہیں کہ :

سألته عن اول سماعه فقال: رحلت قبل السبع مئة الى الشام فقلت هل سمعت بها شيأ؟ قال: سمعت شعرا۔

میں نے حافظ مغلطائیؒ سے ان کے پہلے سماع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: کہ میں نے ۷۰۰ھ سے پہلے شام کا سفر کیا تھا ،تو عراقیؒ نے پوچھا: کہ کیا آپ نے (اس سفر) میں کچھ سنا ہے ؟ تو حافظ مغلطائیؒ نے کہا کہ میں نے کچھ اشعار سنے ہیں۔**(لسان المیزان ج:۸ص:۱۲۴،واسنادہ صحیح)**

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حافظ مغلطائیؒ نے ۷۰۰ھ سے پہلے شام کا سفر کیا تھا۔لیکن چونکہ حافظ مغلطائیؒ نے حافظ عراقیؒ کے سامنے صرف اس بات کے صراحت کی کہ میں نے اس سفر میں اشعار سنے ہیں۔تو اس سے عراقیؒ نے یہ سمجھا کہ حافظ مغلطائیؒ نے اس سفر میں حدیثوں کا سماع نہیں کیا۔

حالانکہ خود غیر مقلدین کا اصول مشہور ہے کہ ”عدم ذکر عدم شیٔ کو مستلزم نہیں کرتا۔**(نور العینین ص:۵۸)** اور یہ ضروری تھوڑی ہے کہ استاذ کی ہر بات اور ہر کام کا علم شاگرد کو ہونا چاہیئے۔اسی طرح یہ بھی ضروری اور لازمی نہیں ہے کہ استاد اپنے تعلق سے ہر ایک بات اپنے شاگرد کو بتائے۔

مثال کے طور پر امام حسن البصریؒ (م ۱۱۰؁ھ) کے بارے میں ان کے شاگرد امام قتادہؒ (م ۱۱۸؁ھ) کہتے ہیں کہ ہمیں حسن البصریؒ نے نہیں بتایا کہ ان کی کسی بدری صحابی سے ملاقات ہوئی ہے۔**(طبقات ابن سعد ج:۷ ص:۱۵۹)**

جب کہ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ سے ملاقات کی ہے۔پھر ان کی حضرت علیؓ سے ملاقات کے ساتھ ساتھ سماع بھی ثابت ہے۔ **(الاجماع: شمارہ نمبر ۳: ص ۲۵۹)** اسی طرح حضرت عثمانؓ سے بھی ان کی ملاقات و سماع ثابت ہے۔**(المعجم الکبیر للطبرانی ج:۱ ص:۴۳، حدیث نمبر:۱۳۱، مجمع الزوائد ج: ۹ ص: ۹۴، علل ابن المدینی ص:۵۱)**

لیکن بہرحال اس بات سے ان کے شاگرد امام قتادہؒ (م ۱۱۸؁ھ) لاعلم تھے۔

پر سوال یہ ہے کہ کیا ان کے شاگرد کے نہ جاننے کی وجہ سے حسن البصریؒ کا کسی بدری صحابی سے ملاقات اور ان کا ان سے سماع کا انکار کیا جائیگا ؟ ہرگز نہیں۔

پس یہی معاملہ حافظ مغلطائیؒ کا ہے۔

جب حافظ مغلطائیؒ نے ۷۰۰؁ھ سے پہلے شام کا سفر کیا تھا، تو بہت ممکن ہے کہ اسی سفر میں انہوں نے حافظ ابن دقیق العیدؒ اور دوسرے علماء سے سماع حدیث کی ہو جبکہ اس سے حافظ عراقیؒ لاعلم تھے۔

پھر خود حافظ مغلطائیؒ نے بھی کئی مقامات پر صراحت کی ہے کہ میں نے حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲؁ھ) سے اس حدیث کا سماع کیا ہے۔

حافظؒ **شرح ابن ماجہ ص:۲۱۸** پر کہتے ہیں کہ :

الامام تاج الدین ابو العباس احمد بن علی بن وھب القشیری المعروف بابن دقیق العید قرأ علیه و انا اسمع۔۔۔۔۔۔۔۔

ص:۲۳۷ پر کہا ہے :

أنا به الامام تاج الدین ابن دقیق العید۔۔۔رحمه الله۔۔۔اجازة عن الفقیه ابی الحسن بن الحمیری۔۔۔۔۔

ص:۶۴۴ پر لکھتے ہیں کہ :

ثنا به ابن دقیق العید۔۔۔۔رحمه الله۔۔۔قرائة علیه و انا اسمع قال: اخبرنا العلامه ابو الحسن علی بن ھبة الله الشافعی ۔۔۔۔۔۔

ص:۸۸۴ پر یہ الفاظ موجود ہیں :

وقع لنا عالیا أنبأ به الامام تاج الدین بن دقیق العید أنبأ ابن الحمیری۔۔۔۔۔۔۔

ان صراحتوں سے واضح ہوتا ہے کہ صحیح اور راجح یہی ہے کہ حافظ مغلطائیؒ نے ابن دقیق العیدؒ **(م۷۰۲ھ)** سے حدیث کا سماع کیا ہے۔واللہ اعلم اور زبیر صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

نوٹ :

جب **۷۰۲ھ** میں انتقال ہونے والے حافظ ابن دقیق العیدؒ سے ان کا سماع ثابت ہوتا ہے ،تو پھر ان کے بعد وفات پانے والے حافظ دمیاطیؒ **(م۷۰۵ھ)** اورامام ابو حسن ابن الصوافؒ **(م۷۱۲ھ)** وغیرہ سے بھی خود بخود ان کا سماع ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ حافظ مغلطائیؒ نے ان سے سماع کی صراحت کی ہے۔**(لسان المیزان ج:۸ص:۱۲۶)**

اعتراض نمبر۲:

زئی صاحب ابن ناصر الدین کے حوالے سے امام مغلطائیؒ کی کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اور اس (کتاب) کے اخیر میں جیسا کہ ابن رجب مقری نے بیان کیا : عشق بازی کا اثبات ہے ،جو (اس کے) دین کی کمزوری اور بیہودگی پر دلالت کرتا ہے۔

ثابت ہوا کہ مغلطائی ثقہ نہیں ،بلکہ غیر ثقہ تھا اور اپنی عشق معشوقی والی حرکتوں کی وجہ سے دین میں بھی بہت کمزور تھے۔**(مقالات ج:۴ص:۲۸۱)**

الجواب :

یہ اعتراض کرکے زبیر علی زئی صاحب نے کئی دوغلی پالیسی کا ثبوت دیا ہے۔

اول حافظ مغلطائیؒ کی صریح توثیق کی فرمائش کرنے والے زبیر علی زئی **(مقالات ج۴:ص۲۷۹)** کے ذمہ تھا کہ وہ اس قول میں موجود ابن رجب المقریؒ جو کہ حافظ ابن رجبؒ **(م۷۹۵ھ)** کے والد ہیں۔**(الدرالکامنہ ج:۶ص:۱۱۵،۱۱۶)** ان کی صریح توثیق پیش کرتے۔

لیکن چونکہ موصوف کو صرف مغلطائیؒ پر اعتراض کرنا تھا اس لئے انہوں نے یہ قول نقل کرکے دوغلی پالیسی کا ثبوت دیا ہے۔

لہذا اب اہل حدیث حضرات سے گزارش ہے کہ وہ یہ تو ابن رجب کے والد کی صریح توثیق پیش کرے یا تسلیم کریں کہ آپ کے محدث العصر نے دوغلی پالیسی کا ثبوت دیتے ہوئے حافظ مغلطائیؒ پر بیجا اعتراض کیا ہے۔

دوم یہ کہ ہمیشہ صحیح سند کا مطالبہ کرنے والے زبیر علی زئی صاحب نے ابن ناصر الدین سے ابن رجبؒ کے والد تک کی کوئی صحیح سند پیش نہیں کی اور یہ بھی شاید اس وجہ سے کیونکہ موصوف کو صرف مغلطائیؒ پر اعتراض کرنا تھا۔واللہ اعلم (اللہ ان کی غلطی کو معاف فرمائے۔۔۔آمین)

لہذا یہاں بھی اہل حدیث حضرات سے گزارش ہے کہ وہ ابن رجب کے والد کے اس قول کی کوئی صحیح سند پیش کریں۔

سوم یہ کہ اشعار بیان کرنے سے غیر مقلدین،بلکہ خود زبیر صاحب کے نزدیک مغلطائیؒ پر جرح ثابت نہیں ہوتی۔

چنانچہ زبیر علی زئی صاحب نعیم بن حماد کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :کسی محدث کا بے اصل روایت بیان کرنا ،اس محدث کے مجروح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ ابن ماجہ ،خطیب بغدادی،ابونعیم اصبہانی وغیرہ نے متابعت بے اصل بلکہ موضوع روایت بیان کی ہے ،ان روایات میں جرح دوسرے راویوں پر ہوتی ہے ،نہ کہ ان محدثین پر۔

لہذا نعیم کی بیان کردہ بے اصل روایت کے بے اصل ہونے کی وجہ اوپر کے راوی ہیں ،نہ کہ نعیم۔**(مقالات ج:۱ص:۴۵۲)**

جب زبیر علی زئی کے نزدیک موضوع یا بے اصل روایت بیان کرنے سے ،بیان کرنے والے راوی کا ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا ،بلکہ اس کے ذمہ دار اوپر کے راوی ہوتے ہیں۔

تو پھر انہی کے اصول سے اشعار نقل کرنے سے بھی حافظ مغلطائیؒ کا ضعف بھی ثابت نہیں ہو گا ،کیونکہ اس کے ذمہ دار بھی اوپر کے راوی ہیں۔ لیکن زبیر صاحب کو صرف حافظ مغلطائیؒ پر جرح کرنی تھی اس لئے اپنا ہی اصول بھول گئے۔

الغرض حافظ مغلطائیؒ پر زبیر علی صاحب کی جرح مردود ہے۔

اعتراض نمبر۳:

زبیر صاحب کہتے ہیں کہ بعض علماء نے ان کے اوہام ،برے حافظے اور غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔**(نور العینین ص:۸۷،مقالات ج:۴ص:۲۷۹،۲۸۰)**

الجواب :

یہ تمام جروحات اصول جرح وتعدیل کی روسے مردود ہے۔

اس کا تعلق حافظ مغلطائیؒ کی ذات سے بالکل بھی نہیں ہے ،بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ حافظ مغلطائیؒ نے حافظ مزیؒ **(م۷۴۲ھ)** کی تہذیب الکمال پر **"اکمال تہذیب الکمال"** کے نام سے حاشیہ لگایا اور اس میں حافظ مزیؒ کی کئی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔

اسی طرح حافظ ابن الصلاحؒ **(م۶۴۳ھ)** کی مشہور کتاب 'مقدمہ ابن الصلاح 'پر بھی انہوں نے **"اصلاح ابن الصلاح"** کے نام سے کام کیا اور اس میں بھی ابن الصلاحؒ کے اوہام کا تعاقب کیا ہے۔

اب حافظ مغلطائیؒ کو اصول[22] کے ذریعے ان کتب میں جو جو غلطیاں،اوہام نظر آئی ،اس پر انہوں نے دلائل کے ساتھ تنبیہ فرمائی۔ لیکن جن جن علماء کو حافظ مغلطائیؒ کی بات سے اتفاق نہیں ہوا ،انہوں نے حافظ مغلطائیؒ کی کتب کے بارے میں کہا کہ ان میں مغلطائیؒ کو بہت سے اوہام ہوئے ہیں ،یعنی ان تعاقبات میں حافظ مغلطائیؒ کو وہم اوار غلطی ہوئی ہے۔

اکمال تہذیب الکمال کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ کے الفاظ یہ ہیں :

العلامة شیخ الشیوخ علاء الدین مغلطائی وضع علیه کتابا سماه اکمال تهذیب الکمال تتبع فیه ما فاته من رواة الشخص الذی یترجم فیه ومن شیوخه ومن الکلام فیه من مدح وقدح وما ظهر له مما یرد علی المزی من تعقب وجاء کتابا کبیرا یقرب حمه من حجم التهذیب وقفت علیه بخطه وفیه له اوهام کثیرة۔(تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة ص:۲۴۲)

[22] یاد رہے کہ امام صلاح الدین الصفدیؒ **(م۷۶۴ھ)** نے واضح کیا ہے کہ حافظ مغلطائیؒ کے پاس صحیح اصول تھے ،جس کا حوالہ پہلے گزر چکا۔

اصلاح ابن الصلاح کے بارے میں حافظؒ کے الفاظ یہ ہیں :

عمل فی فن الحدیث اصلاح ابن الصلاح فیہ تعقبات علی ابن الصلاح اکثرھا غیر وارد, او ناشئ عن وھم او سوء فھم۔(لسان المیزان ج:۸ص:۱۲۴)

یہاں پر بات یہ نہیں، حافظ مغلطائیؒ کا تعاقب درست تھا یا دوسرے علماء کی ان سے نااتفاقی ظاہر کرنا صحیح تھا۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس قسم کے خاص اعتراضات سے حافظ مغلطائیؒ کی ذات علی الاطلاق مجروح قرار دی جائے گی ؟

کیا کسی راوی پر خاص قسم کے واقعے کی وجہ سے

یا مخصوص باب

یا اس کے کسی مشہور قصے

یا کسی خارجی پہلو

یا خارجی اسباب وغیرہ پر اعتراض کی وجہ سے اس کی ذات علی الاطلاق ،کلی طور پر مجروح قرار دیا جائے گا ،جبکہ اس کی ثناء وتعریف ائمہ محدثین سے ثابت ہو ؟

حالانکہ کہ خود غیر مقلدین بھی مانتے ہے کہ ایسی جرح قابل قبول نہیں ہوگی۔ مثلاً :

۱) محمد بن اسحق ؒ **(م۱۵۰ھ)** پر امام مالکؒ کی جرح کا جواب دیتے ہوئے غیر مقلد عالم ارشاد الحق اثری صاحب کہتے ہیں کہ "امام مالکؒ نے ابن اسحقؒ کی احادیث پر کلام نہیں کیا ،اور جو انہیں دجال یا کذاب کہا ہے ،تو اس کا سبب ان کے مابین نفرت اور آپس کی ناراضگی کا پایا جانا ہے۔اور آگے اثری صاحب کہتے ہیں کہ ایسی جرح بالاتفاق قابل سماعت نہیں (سننے کے قابل نہیں ہوتی)" ۔**(توضیح الکلام ص:۲۲۸)**

دیکھئے غیر مقلد عالم ارشاد الحق اثری صاحب یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ابن اسحقؒ پر احادیث کی وجہ سے کلام نہیں بلکہ خارجی اسباب کی وجہ سے ہے ،جو کہ بالاتفاق سننے کے لائق بھی نہیں ہے۔

۲) عبدالحمید بن جعفر پر سفیان ثوریؒ نے جرح کی ہے،جس کے جواب میں زبیر علی زئی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ سفیان ثوری کی جرح مسئلہ تقدیر کی وجہ سے تھی ،جس کی تردید حافظ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں مسکت انداز میں کردی

ہے۔ صحیحین وغیرہ میں ہی ایک جماعت کی احادیث ہیں جن پر قدری وغیرہ کا الزام ہے۔کیا ان کی حدیث رد کردی جائے گی ؟ **(نورالعینین ص:۱۰۸)**

غور فرمایئے! زبیر علی زئی صاحب خود بھی خارجی اسباب کی وجہ سے ہونے والی جرح کو مردود قرار دے رہے ہیں لیکن شاید وہ یہی بات امام مغلطائیؒ کے بارے میں بھول گئے۔

۳) علی ابن الجعد ،امام بخاریؒ کے استاذ ہیں،ان پر صحابی کے بارے میں کلام کرنے کا الزام ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ امام مسلمؒ نے آپ سے روایت نہیں لی۔لیکن بہر حال البانی صاحب اور غیر مقلدین کی ایک جماعت انہیں ثقہ مانتی ہے۔ **(ارواء الغلیل ج:۲ص:۱۲۳،مسند سراج بتحقیق ارشاد الحق اثری ج:۱ص:۳۹۱،نثل النبال ج:۲ص:۵۳۰،نشر الصحیفہ للمقبل ص:۵۸)**

الغرض جب غیر مقلدین کے نزدیک ان راویوں پر خارجی اسباب کی وجہ سے ہونے والی جرح مردود ہوسکتی ہے ،تو پھر حافظ مغلطائیؒ نے کیاقصور کیا کہ ان پر خارجی اسباب سے ہونے والی جرح کیوں مردود نہیں ہوسکتی ؟جب کہ ان کہ توثیق وثناء ائمہ محدثین سے ثابت ہے۔

لہذا زبیر صاحب کا اعتراض خود ان کے اصول سے مردود ہے اور تحقیق اور یقین کے لحاظ سے راجح یہی ہے کہ حافظ مغلطائیؒ ثقہ،صدوق ،حافظ اور شیخ المحدثین ہیں۔

سلسلہ توثیقات امام اعظم ؒباسناد صحیح ۲

امام اعظم ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸؁ھ) کی نظر میں

مفتی ابن اسماعیل المدنی

الاجماع کے پچھلے شمارے میں صحیح اسناد سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ امام اعظم ابو حنیفہ (م ۱۵۰؁ھ) امام الجرح والتعدیل یحی بن معینؒ (م ۲۳۳؁ھ) کے نزدیک ثقہ، صدوق ہیں۔

اب یہاں پر امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) کے بارے میں معتبر اسناد کے ساتھ امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸؁ھ) کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

۱) امام ابو المؤید موفق بن احمد المکیؒ (م ۵۶۸؁ھ) فرماتے ہیں کہ:

اخبرنی الحافظ ابو الخیر عبد الرحیم بن محمد بن احمد فیما کتب الی من اصبهان انا ابو الفرج سعید بن ابی الرجاء الصیر فی باصبهان اذنا انا ابو الحسین محمد بن احمد الاسکاف انا ابو عبد اللہ محمد بن اسحق بن منده انا الامام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی انا سلیمان بن داؤد المهری سمعت ابا یعقوب المروزی سمعت ابن عیینه یقول لم یکن فی زمان ابی حنیفة بالکوفة رجل افضل منه واورع ولا افقه منه۔

امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸؁ھ) کہتے ہیں کہ کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں ان سے افضل کوئی نہ تھا اور نہ ان سے زیادہ تقوی والا کوئی تھا اور نہ ان سے بڑا فقیہ کوئی تھا۔ (**مناقب امام اعظم ابو حنیفہ للمکی ص: ۱۸۸، و اسنادہ حسن**)[23]

---

[23] راویوں کی تحقیق ملاحظہ فرمایئے:

۱) امام ابو المؤید موفق بن احمد المکیؒ (م ۵۶۸؁ھ) صدوق ہیں جس کی تفصیل ص: ۷۰ پر موجود ہے۔

۲) حافظ ابو الخیر عبد الرحیم بن محمد بن احمد الاصبہانیؒ (م ۵۶۸؁ھ) بھی صدوق ہیں۔

حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ الامام ، الحافظ ، العالم الکبیر ، اور الحافظ المتقن بھی کہتے ہیں۔ حافظ ابو محمد بن الاخضرؒ (م ۶۱۱؁ھ) نے آپ کی تعریف کی ہے اور حافظ ابن نجارؒ (م ۶۴۳؁ھ) نے کہا کہ آپ حفاظ حدیث میں سے ہیں اور فضل اور حدیث کی معرفت والے ہیں۔ (**سیر اعلام النبلاء ج: ۲۰ ص: ۵۷۳، تذکرۃ الحفاظ ج: ۴ ص: ۷۸، تاریخ الاسلام ج: ۱۲ ص: ۳۹۵**)

۳) ابو الفرج سعید بن ابی رجاءؒ (م ۵۳۲؁ھ) بھی ثقہ اور نیک تھے۔ (**العبر ج: ۲ ص: ۴۴۲، تاریخ الاسلام ج: ۱۱ ص: ۵۷۰**)

۴) ابو الحسین احمد بن محمد الاسکافیؒ بھی صدوق درجے کے راوی ہیں۔ ان کو ابن قیسرانیؒ (م۵۰۷ھ) نے المقری المحدث کہا ہے۔ (**المؤتلف والمختلف لابن القیسرانی ص: ۱۵۶**)

۵) امام ابو عبد اللہ محمد بن اسحق بن مندہؒ (**م۳۹۵ھ**) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات ج:۸ ص:۱۷۷، تاریخ الاسلام ج:۸ ص:۷۵۵**)

۶) امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد الحارثیؒ (**م۳۴۰ھ**) کی توثیق **دوماہی مجلہ شمارہ نمبر: ۲ ص: ۸۹** پر موجود ہے۔

نیز امام ابو محمد الحارثیؒ اسمیں منفرد بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے متابع میں امام حافظ ابو بکر ابن الجعابیؒ (**م۳۵۵ھ**) [**ثقہ**] موجود ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

معلوم ہوا کہ امام حارثیؒ صدوق اور ثقہ ہیں۔

۷) سلیمان بن داؤد الھرویؒ جو کہ امام حارثیؒ کے استاذ ہیں، ان کے بارے میں تفصیل یہ ہے:

ان کا پورا نام ابو سعید سلیمان بن داؤد الھرویؒ ہے۔ (**مسند امام ابو حنیفہؒ بروایت حارثی ص:۲۲**) اور خطیب البغدادیؒ نے ان کے لقب میں 'المھری' کا بھی ذکر کیا ہے، چنانچہ خطیب کے الفاظ یہ ہیں "ابو سعید المستملی سلیمان بن داؤد المھری "۔ (**الکفایہ للخطیب ص: ۲۷۴، مشیخۃ قاضی المارستان ج:۳ ص: ۱۳۲۹**)

ابو سعید سلیمان بن داؤد المھری الھروی کا تعین کرتے ہوئے، الکفایہ للخطیب، مطبوعہ المکتبہ العلمیہ المدینۃ المنورۃ کے دو محقق شیخ ابو عبد اللہ السورقی اور شیخ ابراہیم حمدی المدنی کہتے ہیں کہ:

کذا فی الاصلین و ظاھرہ ان اباسعید المستملی ھو سلیمان بن داؤد المھری۔ و فی التھذیب سلیمان بن داؤد ابن حماد بن سعد المھوی ابو الربیع۔۔۔ و اللہ اعلم۔

اسی طرح دونوں اصل (مخطوطے) میں ہیں اور ظاہر ہے کہ ابو سعید المستملی سے مراد سلیمان بن داؤد المھری ہیں۔ (جیسا کہ خطیب البغدادیؒ نے اوپر ذکر کیا ہے) اور تہذیب میں (ایک راوی موجود) ہیں (جن کا نام) سلیمان بن داؤد بن حماد بن سعد المہری، ابو رابعی ہے۔۔۔۔ واللہ اعلم۔ (**ص:۲۷۶**)

نوٹ:

ایک راوی کے دو، دو کنیت ہونا کوئی بعید بات نہیں ہے، کیونکہ اسماء الرجال کے سیکڑوں رُوات ہیں، جن کی ایک سے زیادہ کنیت موجود ہے، تفصیل کے لئے تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب کا مطالعہ کریں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہاں اس (مناقب للموفق المکی) والی روایت میں ابو سعید سلیمان بن داؤد الھروی المھری سے مراد، سلیمان بن داؤد بن محمد الہروی ہی ہے جو کہ ثقہ راوی ہیں۔ (**تقریب رقم:۲۵۵۱**)

اسکین:

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين

الجزء الاول

من

مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة رضي الله عنه واكرم

للعلامة صدر الائمة ابي المؤيد الامام الموفق بن احمد المكي رحمه الله. قال الشيخ عبد القادر القرشي المصري في الجواهر المضية في طبقات الحنفية الموفق بن احمد بن محمد بن سعيد المكي خطيب خوارزم استاذ ناصر بن عبد السيد صاحب المغرب ابو المؤيد مولده في حدود سنة اربع وثمانين واربعمائة. ذكره القفطي في اخبار النحاة وقال اديب فاضل له معرفة تامة بالفقه والادب وروى مصنفات محمد ابن الحسن عن عمر بن محمد بن احمد النسفي. مات سنة ثمان وستين وخمسمائة واخذ علم العربية عن الزمخشري. واخوه الحافظ محمد بن احمد المكي هو الملقب شمس الائمة وابن الموفق الحافظ المؤيد منه استند الخوارزمي في مسنده رحمهم الله تعالى.

الجزء الاول

من

مناقب الامام الاعظم رضي الله عنه

قال في كشف الظنون هو الشيخ الامام حافظ الدين محمد بن محمد بن شهاب المعروف بابن البزاز الكردري ... صاحب ... البزازية المتوفى سنة (٨٢٧) هجريه رحمه الله تعالى

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ... آباد الدكن

عمرها الله الى اقصى الزمن

سنة (١٣٢١) هجريه

ج (١) — المناقب للموفق — ١٩٥ — المناقب للكردري

ابن عبد الملك سمعت يزيد بن هارون يقول ادركت الناس فما رأيت احدا اعقل ولا افضل ولا اورع من ابي حنيفة رحمه الله. قلت. وفي رواية العسكري قال يزيد بن هارون كتبت عن الف شيخ حملت عنهم العلم فما رأيت والله فيهم اشد ورعا من ابي حنيفة ولا احفظ للسانه. واخبرني الحافظ ابو الخير عبد الرحيم ابن محمد بن احمد فيما كتب الي من اصبهان انا ابو الفرج سعيد بن ابي الرجاء الصيرفي باصبهان اذنا انا ابو الحسين محمد ابن احمد الاسكاف انا ابو عبد الله محمد بن اسحاق بن منده انا الامام ابو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب الحارثي انا سليمان بن داود المروزي سمعت ابا يعقوب المروزي سمعت ابن عيينة يقول لم يكن في زمان ابي حنيفة بالكوفة رجل افضل منه واورع ولا افقه منه. قلت. وفي رواية علي بن خشرم(١) عن ابن عيينة ما رأيت احدا اورع من ابي حنيفة. وبه الى الحارثي هذا انا احمد بن محمد الكوفي انا عبد الله بن احمد بن بهلول قال هذا كتاب جدي اسمعيل بن حماد فقرأت فيه حدثني سعيد بن سويد سمعت ابراهيم بن عكرمة المخزومي يقول ما رأيت احدا اورع ولا افقه من ابي حنيفة. وبه الى الحارثي هذا انا محمد بن سلام سمعت نصير ابن يحيى سمعت محمد بن سماعة يقول سمعت ابا يوسف يقول كان عمر بن ذر يقول ابو حنيفة يتكلم بالعدل قال وسمعت ابا يوسف يقول كان عمر بن ذر يقول ما حضرنا موضعا من المواضع مع ابي حنيفة الا غلب الجميع بفقهه وعلمه وورعه. وبه قال اخبرنا محمد بن خزيمة القلاس انا زكريا بن يحيى انا مالك بن سليمان الهروي انا

(١) في الخلاصة علي بن خشرم بمعجمتين الثانية ساكنة ابو الحسن الحافظ روى عنه مسلم والترمذي والنسائي ١٢

الثالث ذهبت القطانية اصحاب عبد الله بن سعيد القطان الى انه صرح ان الاقرار ركن والتصديق شرط وقال المنافق ليس بمؤمن كما قلنا لانتفاء الشرط وهو التصديق وفساده واضح فان الاصل هو الاعتقاد والاقرار دليل عليه والايمان في اللغة موضوع للتصديق لا للاقرار وشرطية الاقرار لاجراء الاحكام بجعل التصديق شرطا والاقرار ركنا قلب الموضوع. والثاني، وهو الاقرار شرط اجراء الاحكام والتصديق ركن هو مذهب ابي حنيفة وبه اخذ علم الهدى والاشعري في اصح الروايتين عنه فعلى هذا من صدق بقلبه ولم يتمكن من الاقرار ومات مات مؤمنا عند الله دليله مسئلة الاكراه فان عدم التمكن من الاقرار والتبديل بالصد لما جعل عذرا لقيام السيف لان يجعل عدم التمكن من الاقرار مع عدم التبديل عذرا اولى والجامع قيام التصديق بلا الصد من الاقرار. وفرقة قالوا الايمان عبارة عن امر واحد وهؤلاء فرق ايضا فرقة قالوا هو الاقرار فقط وهم الكرامية والمنافق عندهم مؤمن والمكره كافر فانه باطل مخالف للامة والقرآن اما اللغة فلان للايمان معنيين التصديق وجعل الشخص آمنا. وذكر ابو زيد انه يستعمل بمعنى الوثوق ايضا ومنه الامنة كالهمزة بضم الهاء وفتحها الكل من يثق باحد ويعدى بالباء اذا اريد به معنى الوثوق او ضمن معنى اقر واذا اعدي باللام فهو بمعنى التصديق فمن لم يجعل التصديق ركنا ازاله عن مفهومه وموضوعه اللغوي. اما القرآن فان الله صرح بكفر المنافقين بقوله ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله. وصرح بنفي الايمان

مدح الحافظ يزيد بن هارون وابن عيينة ثم الامام الشافعي الامام بالورع وحفظ اللسان والفقه

دیکھئے!

امام سفیان بن عیینہؒ کہہ رہے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ سے افضل شہر کوفہ میں کوئی نہ تھا بالفاظ دیگر امام ابو حنیفہؒ جیسا کوفہ میں کوئی نہ تھا۔ اسی طرح ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور ان سے بڑا فقیہ بھی کوئی نہ تھا۔

---

۸) ابو یعقوب المروزیؒ جن کا نام اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ **(م ۲۴۵ھ)** بھی ثقہ، حافظ ہیں۔ **(الکاشف رقم: ۲۸۳)**

۹) امام سفیان بن عیینہؒ **(م ۱۹۸ھ)** مشہور ثقہ، امام، فقیہ اور حجت ہیں۔ **(تقریب رقم: ۲۴۵۱)**

معلوم ہوا کہ یہ سند حسن درجے کی ہے۔

کسی راوی کے بارے میں کہنا کہ ان جیسا کوئی نہیں ہے یا اس کی کوئی مثال نہیں، یا اس سے بہتر اور افضل کوئی نہیں، یہ تمام الفاظ "افعل" کے صیغے اور "لا اعرف لہ نظیرا" (میں اس کا مثل نہیں جانتا ہوں) کہ ہم معنی ہونیکی وجہ سے، (محدثین کے نزدیک) توثیق کے اعلیٰ درجے کے الفاظ ہیں۔ (**فتح المغیث ج:۲ص:۱۱۴**)[24]

معلوم ہوا کہ امام سفیان بن عیینہؒ (م۱۹۸ھ) کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ (م۱۵۰ھ) ثقہ اور ثبت سے بھی اعلیٰ ہیں۔

(۲) حافظ المشرق، امام خطیب البغدادیؒ (م۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ:

انبأنا محمد بن احمد بن رزق، قال: حدثنا محمد بن عمر الجعابی قال: حدثنی ابو بکر ابراھیم بن محمد بن داؤد بن سلیمان القطان قال: حدثنا اسحق بن البھلول قال: سمعت ابن عیینۃ یقول: ما مقلت عینی مثل ابی حنیفۃ۔

امام سفیان بن عیینہؒ (جنہوں نے امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام لیث بن سعدؒ، امام اوزاعیؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کو دیکھا ہے لیکن وہ) کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے امام ابو حنیفہؒ جیسا نہیں دیکھا۔ (**تاریخ بغداد ج:۱۵ص:۴۵۹، تحقیق بشار عواد معروف، مسند امام اعظم بروایت ابن خسرو ج:۱ص:۱۶۳**)[25]

---

[24] حافظ سخاویؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"**ارفع مراتب (التعدیل) ما أتی، کما قال شیخنا، بصیغۃ أفعل، کأن یقال: أوثق الناس، أو أثبت الناس، أو نحوھما، مثل قول ھشام بن حسان، حدثنی أصدق من ادرکت من البشر محمد بن سیرین، لما تدل علیہ ھذہ الصیغۃ من الزیادۃ۔**

والحق بھا شیخنا: "الیہ المنتھی فی التثبت" وھل یلتحق بھا مثل قول الشافعي في ابن مهدي، لا أعرف لہ نظیر أفی الدنیا؟ متحمل۔"
(**فتح المغیث: ج۲، ص۱۱۴**)

نیز غیر مقلد ڈاکٹر اقبال احمد بسکوہری نے بھی یہی بات کہی ہے۔ (**الجرح والتعدیل: ص۲۲۳**)

[25] اس روایت کے راویوں کی تفصیل حاضر ہے:

۱) حافظ المغرب امام خطیب البغدادیؒ (م۴۶۳ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم ج:۱ص:۴۱۸**)

۲) ان کے استاذ محمد بن احمد بن رزق المعروف بن رزقاویؒ (م۴۱۲ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم ج:۸ص:۱۲۵**)

۳) حافظ ابو بکر محمد بن عمر الجعابیؒ (م۳۵۵ھ) بھی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ تفصیل کے دیکھئے **دوماہی مجلہ الاجماع ج:۲ص:۲۱**۔

اسکین: تاریخ بغداد

تاریخ مدینۃ السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الخامس عشر

موسى - واصل

٦٩٣٣ - ٧٢٩٧

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

قلت: وهو حديث موضوع تفرَّد بروايته البُورقي وقد شرحنا فيما تقدَّم أمره وبيَّنا حاله[1].

أخبرنا الخَلّال، قال: أخبرنا الحَريري أنَّ النَّخَعي حدَّثهم، قال: أخبرنا سُليمان بن الربيع الخَزَّاز، قال: حدثنا محمد بن حَفْص عن الحسن بن سُليمان أنه قال في تفسير الحديث: «لا تقومُ الساعة حتى يَظهر العلم». قال: هو علم أبي حنيفة وتفسيره الآثار.

أخبرنا الحسن بن أبي بكر، قال: أخبرنا القاضي أبو نَصْر أحمد بن نَصْر ابن محمد بن إشكاب البُخاري، قال: سمعتُ محمد بن خَلَف بن رجاء يقول: سمعتُ محمد بن سلمة يقول: قال خَلَف بن أيوب: صارَ العلمُ من الله تعالى إلى محمد ﷺ ثم صارَ إلى أصحابه، ثم صارَ إلى التَّابعين، ثم صارَ إلى أبي حنيفة وأصحابه فمن شاء فليَرضَ، ومن شاء فليَسخَط[2].

أنبأنا محمد بن أحمد بن رزْق، قال: حدثنا محمد بن عُمر الجعابي، قال: حدثني أبو بكر إبراهيم بن محمد بن داود بن سُليمان القَطَّان، قال: حدثنا إسحاق بن البُهلول، قال: سمعتُ ابن عُيينة يقول: ما مَقَلَت عيني مثل أبي حنيفة[3].

أخبرني محمد بن أحمد بن يعقوب، قال: أخبرنا محمد بن نُعيم الضَّبِّي، قال: سمعتُ أبا الفَضْل محمد بن الحُسين قاضي نَيْسابور، يقول:

(١) ٣/ الترجمة ٨٤٢، وهو كذاب أشر، وأخرجه ابن الجوزي في الموضوعات (٢/ ٤٨ - ٤٩) من طريق المصنف، وقد حاول بعض المتأخرين تقوية هذا الحديث بحجة أن له طرقًا متعددة، منهم البدر العيني في تاريخه الكبير، فقد قام بجمع طرقه التالفة الواهية، واستصعب الحكم عليه بالوضع، وتابعه على ذلك الكوثري في تأنيب الخطيب، ومما لا يجهله أهل هذه الصنعة أن تعدد طرق الحديث الموضوع لا يزيده إلا وهنًا، فإن الكذابين والوضاعين يسرق بعضهم من بعض، ويختلقون أسانيد يغتر بها من لا دراية له بهذا الشأن فيحسبها متابعات يعضد بعضها بعضًا.

(٢) خلف بن أيوب هو أبو سعيد العامري البلخي صدوق، وهذا رأيه الخاص.

(٣) إسناده صحيح، إسحاق بن البهلول ثقة، وقد تقدمت ترجمته في هذا الكتاب (٧/ الترجمة ٣٣٤٣). على أن الثابت والمحفوظ عن سفيان بن عيينة سوء القول في أبي حنيفة.

٤٦٠

اور پھر ان سے یہ روایت امام ابو نعیمؒ (م۴۳۰ھ) نے بھی بیان کیا ہے۔(**مسند امام ابو حنیفہؒ بروایت ابو نعیم ص:۲۱**) نیز دیکھئے (مسند امام اعظم بروایت ابن خسروج:۱ص:۱۶۳)

۴) ابو بکر ابراہیم بن محمد بن داوٗد القطانؒ کا ترجمہ **تاریخ بغداد ج:۷ص:۹۹** پر موجود ہے، جن کو دیکھنے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ثقات کے موافق روایت والے تھے۔اور غیر مقلد محدث، بشار عواد معروف نے انہیں ثقہ مانتے ہیں۔(**تاریخ بغداد ج:۱۵ص:۵۹ ۴**) لہذا یہ بھی ثقہ ہیں۔

۵) اسحٰق بن بہلولؒ (**م۲۵۲ھ**) بھی ثقہ اور صدوق ہیں۔(**تاریخ بغداد ج:۷ص:۳۹۰**)

۶) اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ (**م۲۴۵ھ**) اور

۷) امام سفیان بن عیینہؒ (**م۱۹۸ھ**) کی توثیق گزر چکی۔

اور غیر مقلدین کے محدث، ڈاکٹر بشار العواد معروف نے اسکی سند کو **صحیح** کہا ہے۔**(تاریخ بغداد ج:۵ اص:۴۵۹)**

نیز حافظ ابن حجرؒ اور ان کے شاگرد حافظ سخاویؒ اور غیر مقلد عالم وغیرہ کے حوالے سے گزر چکا کہ "**ماقلت عینی مثل ابی حنیفة**" کے الفاظ کا تعلق تعدیل کے اعلی درجے سے ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی۔**(دیکھئے، ص:۶۵)**

تو معلوم ہوا کہ امام سفیان بن عیینہؒ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ انتہائی ثقہ اور مضبوط راوی ہیں۔

۳)　امام سفیان بن عیینہؒ **(م ۱۹۸ھ)** نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے۔**(مسند امام اعظم بروایت ابن خسرو ج:۱ص:۲۰۹،۲۰۸، جامع المسانید ج:۱ص:۴۷۱، مسند امام ابو حنیفہ بروایت حارثی ج:۱ص:۱۲۴، ص:۴۸۷)**

اور امام ابن عیینہؒ اپنے نزدیک صرف ثقات سے روایت کرتے ہیں، جیسا کہ غیر مقلد اہل حدیث عالم شیخ ابو الحسن مصطفی بن اسماعیل السلیمانی کا کہنا ہے، جو کہ شیخ البانی اور شیخ مقبل کے شاگرد ہیں۔**(اتحاف النبیل ج:۲ص:۹۶)**

اس لحاظ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ **(م ۱۵۰ھ)** امام سفیان بن عیینہؒ کے نزدیک ثقہ ہیں۔

نیز امام سفیان بن عیینہؒ سے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں اور بھی تعریف منقول ہے۔ مثلاً:

۴)　حافظ المشرق، امام خطیب البغدادیؒ **(م ۴۶۳ھ)** کہتے ہیں کہ:

أخبرنا محمد بن أحمد بن رزق قال: سمعت ابا نصر و اخبرنا الحسن بن ابی بکر قال: اخبرنا ابو نصر احمد بن نصر بن محمد بن اسکاف البخاری، قال سمعت ابا اسحق ابراھیم بن محمد بن سفیان، یقول: سمعت علی بن سلمة یقول: سمعت سفیان بن عیینة یقول رحم اللہ ابا حنیفة، کان من المصلین اعنی: انه کان کثیر الصلاۃ۔

علی بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ ابو حنیفہؒ پر رحم کرے وہ کثرت سے نماز پڑھنے والے تھے۔ علی بن سلمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ نماز پڑھا کرتے تھے۔**(تاریخ بغداد ج:۱۵ص:۴۸۲**، شیخ بشار عواد معروف اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں)

اسکین:

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الخامس عشر

موسى - واصل

٦٩٣٣ - ٧٢٩٧

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

قم يا أعرج[١].

ما ذُكِرَ من عبادة أبي حنيفة ووَرَعه

أخبرنا محمد بن أحمد بن رزْق، قال: حدثنا أحمد بن عليّ بن عُمر بن حُبَيْش الرَّازي، قال: سمعتُ محمد بن أحمد بن عصام يقول: سمعتُ محمد ابن سعد العَوْفي يقول: سمعتُ يحيى بن مَعين يقول: سمعتُ يحيى القَطَّان يقول: جالَسْنا والله أبا حنيفة وسَمعنا منه، وكنتُ والله إذا نَظَرتُ إليه عَرفتُ في وجهه أنه يَتَّقي الله عزَّ وجلَّ[٢].

أخبرنا الصَّيْمري، قال: قرأنا على الحُسين بن هارون، عن أبي العباس ابن سعيد، قال: حدثنا إبراهيم بن الوليد، قال: حدثنا محمد بن إسحاق البَلْخي، قال: سمعتُ الحسن بن محمد الليثي يقول: قدمتُ الكوفة فسألتُ عن أعبد أهلها فدُفعتُ إلى أبي حنيفة، ثم[٣] قدمتها وأنا شيخ، فسألت عن أفقه أهلها فدفعتُ إلى أبي حنيفة[٤].

أخبرنا محمد بن أحمد بن رزْق، قال: سمعتُ أبا نَصْر. وأخبرنا[٥] الحسن بن أبي بكر، قال: أخبرنا أبو نَصْر أحمد بن نَصْر بن محمد بن إشكاب البُخاري، قال: سمعتُ أبا إسحاق إبراهيم بن محمد بن سُفيان يقول: سمعتُ عليّ بن سَلَمة يقول: سمعتُ سُفيان بن عُيينة يقول: رَحمَ الله أبا حنيفة كان من المُصَلِّين، أعني أنه كان كثيرَ الصَّلاة[٦].

---

(١) إسناده صحيح، سليمان بن سيف هو الحراني ثقة، وأبو عاصم هو الضحاك بن مخلد النبيل الثقة.

(٢) إسناده حسن، محمد بن سعد العوفي صدوق، كما في ترجمته من هذا الكتاب (٣/ الترجمة ٨٦٦).

(٣) من هنا إلى نهاية الفقرة سقط كله من م، وهو ثابت في النسخ.

(٤) إسناده جيد، الحسن بن محمد الليثي أبو محمد البلخي، كان على قضاء مرو، وكان عبدالله بن المبارك يميل إليه، ذكر ذلك ابن حبان في كتاب الثقات ٨/ ١٦٨.

(٥) في م: «وأباه»، وهو تحريف.

(٦) خبر صحيح، رجال إسناده كلهم ثقات، أحمد بن نصر بن محمد البخاري ثقة كما قال المصنف (٦/ الترجمة ٢٩٠١)، وشيخه أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن سفيان =

٤٨٢

۵) حافظ المشرق، امام خطیب البغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ:

اخبرنی ابراھیم بن مخلد المعدل قال: حدثنا القاضی ابو بکر احمد بن کامل املاء قال: حدثنا محمد بن اسمعیل السلمی قال: حدثنا عبداللہ بن الزبیر الحمیدی قال: سمعت سفیان بن عیینۃ یقول: شیئان ماظننت انھما یجاوزان قنطرۃ الکوفۃ وقد بلغا الافاق قراءۃ حمزۃ ورأی ابی حنیفۃ۔

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں کہ دو چیزوں کے بارےمیں میرا گمان تھا کہ وہ کوفہ کے پل سے تجاوز نہیں کریں گی لیکن وہ پوری دنیامیں پھیل چکی ہیں ایک حمزہ کی قراءت اور دوسرے ابو حنیفہؒ کے اجتہادات۔ (**تاریخ بغداد ج:۱۵ ص:۴۷۵**، شیخ بشار عواد معروف اسکی سند کو بھی صحیح کہتے ہیں)

اسکین:

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الخامس عشر

موسى - واصل

٦٩٣٣ - ٧٢٩٧

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

يَتَبَحَّر في النَّحْو فهو عيالٌ على الكسائي، ومن أراد أن يَتَبحَّر في تفسير القُرآن فهو عيالٌ على مُقاتل بن سُليمان[١].

أخبرنا التَّنوخي، قال: حدثني أبي، قال: حدثنا محمد بن حَمْدان، قال: حدثنا أحمد بن الصَّلْت الحمَّاني، قال: سمعتُ أبا عُبيد يقول: سمعتُ الشافعي يقول: من أرادَ أن يَعرف الفقهَ فليلزم أبا حنيفة وأصحابَه، فإنَّ الناسَ كُلَّهم عيالٌ عليه في الفقه[٢].

أخبرني أبو الوليد الحسن بن محمد الدَّرْبَنْدي، قال: أخبرنا محمد بن أحمد بن سُليمان الحافظ ببُخارى، قال: سمعتُ عليّ بن الحسن بن عبدالرحيم الكنْدي يقول: سمعتُ أبا محمد عبدالله بن محمد بن عُمر الأديب يقول: سمعتُ يعقوب بن إبراهيم بن أبي خَيْران يقول: سمعتُ الحسن بن عُثمان القاضي يقول: وجدتُ العلمَ بالعراق والحجاز ثلاثة: علمُ أبي حنيفة، وتفسير الكَلْبي، ومغازي محمد بن إسحاق.

أخبرنا الصَّيْمري، قال: أخبرنا عُمر بن إبراهيم، قال: حدثنا مُكْرَم بن أحمد، قال: حدثنا أحمد بن عطية، قال: سمعتُ يحيى بن مَعين يقول: القراءة عندي قراءة حمزة، والفقه فقه أبي حنيفة، على هذا أدركتُ الناسَ[٣].

أخبرني إبراهيم بن مَخْلَد المُعَدَّل، قال: حدثنا القاضي أبو بكر أحمد ابن كامل إملاءً، قال: حدثنا محمد بن إسماعيل السُّلَمي، قال: حدثنا عبدالله ابن الزُّبير الحُميدي، قال: سمعتُ سُفيان بن عُيينة يقول: شيئان ما ظَنَنتُ أنهما يُجاوزان قَنْطرة الكوفة وقد بَلَغا الآفاق: قراءة حمزة، ورأي أبي حنيفة[٤].

أخبرني عبدالباقي بن عبدالكريم، قال: أخبرنا عبدالرحمن بن عُمر، قال: حدثنا محمد بن أحمد بن يعقوب، قال: حدثنا جدي، قال: سمعتُ عليّ

(١) إسناده حسن، حرملة بن يحيى صدوق.
(٢) إسناده تالف، ابن الصلت كذاب.
(٣) إسناده تالف، أحمد بن عطية هو ابن الصلت الكذاب.
(٤) إسناده صحيح.

٤٧٥

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

اول امام صاحبؒ کا اجتہاد پوری دنیا میں پھیل گیا اگر امام کی فقہ گندی تھی یا ان کی رائے دینے کے قابل نہ تھی یا اس سے اسلام کو نقصان پہنچا تھا تو اس کے پھیلنے سے تعجب ہے اور اسے تسلیم کرنے والوں پر بھی۔

ثانی یہاں پر لفظ اجتہاد استعمال ہوا ہے جو اشارہ کر رہا ہے کہ امام مجتہد تھے۔

الغرض اس پوری تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام سفیان بن عیینہؒ سے نزدیک امام ابو حنیفہؒ ثقہ مضبوط اور سچے مجتہد ہیں۔

امام موفق بن احمد المکی الخوارزمیؒ (م ۵۶۸ھ) [صاحب مناقب امام ابو حنیفہ] صدوق ہیں۔

مولانا نذیر الدین قاسمی

امام ابو المؤید موفق بن احمد المکی الخوارزمیؒ (م ۵۶۸ھ) صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔

آپؒ کی توثیق و ثنا درج ذیل ہیں:

امام ابو سعد السمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور امام ابن دبیثیؒ (م ۶۳۷ھ) ان کو خطیب بارع ادیب فاضل قرار دیتے ہیں۔ **(المختصر المحتاج الیہ من تاریخ ابن الدبیثی للذہبی ص: ۳۴۹)** امام جمال الدین ابو الحسن القفطیؒ (م ۶۴۶ھ) ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ "**ادیب فاضل لہ معرفۃ تامۃ بالادب و الفقہ**" امام موفق ابن احمدؒ ادیب ہیں فاضل ہیں اور ان کو ادب اور فقہ میں مکمل معرفت حاصل ہیں۔ **(انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ ج:۳ ص:۳۳۲)** علامہ حاجی خلیفہؒ (م ۱۰۶۷ھ) انہیں شیخ، امام، فقیہ، فاضل ادیب اور شاعر کہتے ہیں۔ **(سلم الوصول الی طبقات الفحول ج:۳ ص:۳۰۶)** حافظ صلاح الدین الصفدیؒ (م ۷۶۴ھ) کہتے ہیں کہ "**کان متمکنا فی العربیۃ، غزیر العلم فقیھا فاضلا ادیبا شاعرا**" موفقؒ عربی میں بلند رتبے والے تھے، علم کے گہرے تھے، فقیہ فاضل، ادیب اور شاعر تھے۔ **(بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین و النحاۃ ج:۲ ص:۳۰۸)** حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ "**ابو المؤید المکی العلامۃ خطیب خوارزم کان ادیبا فصیحا مفوھاً۔**" **(تاریخ الاسلام ج:۱۲ ص:۴۰۰)**

یہ الفاظ امام موفق بن احمد المکیؒ (م ۵۶۸ھ) کے صدوق ہونے کے لئے کافی ہے۔ اور غیر مقلدین اہل حدیث کے اصول سے بھی امام موفق بن احمدؒ صدوق ہیں۔

چنانچہ زبیر علی زئی صاحب ایک راوی کی تحقیق میں کہتے: عباس بن یوسفؒ (م ۳۱۴ھ) کے متعلق خطیب بغدادی اور ابن الجوزی نے کہا: وہ نیک اور دیندار تھے۔ان سے ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے روایات بیان کی ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے بعد مشہور عالم پر اگر کوئی جرح نہ ہو، تو اس کی توثیق کی صراحت ضروری نہیں ہے۔ بلکہ علم، فقاہت، نیکی اور دینداری کے ساتھ مشہور ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ایسے شخص کی حدیث حسن درجے سے کبھی نہیں گرتی اور اس کا مقام کم از کم صدوق ضرور ہوتا ہے۔ **(اضواء المصابیح ص:۲۵۱)**

اسکین:
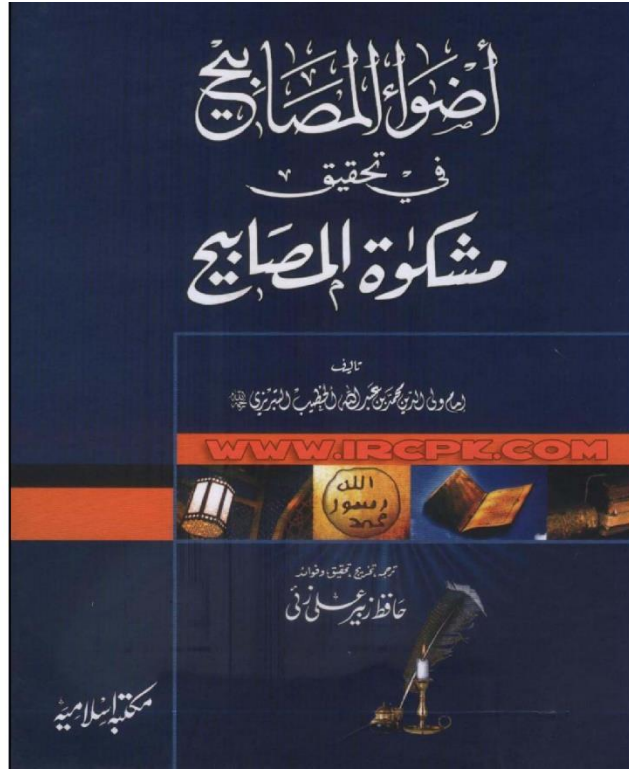
أضواء المصابيح — 251

تحقيق الحديث: اس کی سند ضعیف ہے لیکن حدیث صحیح ہے۔

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

① مرسل ہے۔

② ابوہمام (راوی) کا تعین نامعلوم ہے۔ شعب الایمان (طبع جدید) کے محقق مختار احمد ندوی نے ابوہمام کو ابوہشام (محمد بن نصر بن سعید الکرمانی) قرار دے کر کہا: مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔ (ج ۱۲ص ۵۷ ح ۹۰۱۸)

امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری (متوفی ۳۶۰ھ) نے کہا: ''حدثنا أبو الفضل العباس ابن يوسف الشكلي قال: حدثنا أحمد بن سفيان المصرى قال: حدثنا يحي ابن عبدالله بن بكير المخزومي قال: حدثنا الليث بن سعد قال: حدثني هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ:
((من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام .)) ''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بدعتی کی عزت کی تو اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔ (کتاب الشریعۃ طبع جدید ص ۹۶۲ ح ۲۰۴۰)

اس حدیث کے راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

① ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما

② عروہ بن الزبیر: ثقة فقيه مشهور . (تقریب التہذیب: ۴۵۶۱)

③ ہشام بن عروہ: ثقة إمام في الحديث . (کتاب الجرح والتعدیل ۹/۶۴)
وهو برئ من التدليس .

④ لیث بن سعد: ثقة ثبت فقيه إمام مشهور. (تقریب التہذیب: ۵۶۸۴)

⑤ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر: ثقة في الليث إلخ . (تقریب التہذیب: ۷۵۸۰)

⑥ احمد بن سفیان النسائی: صدوق مصنف . (تقریب التہذیب: ۴۲)

⑦ عباس بن یوسف الشکلی: مقبول الرواية . [اس کی روایت مقبول ہے]

(تاریخ الاسلام للذہبی ۲۳/۴۷۹، الوافی بالوفیات ۱۶/۳۷۳)

ذہبی اور صفدی کی توثیق کے بعد عرض ہے کہ عباس بن یوسف مذکور (متوفی ۳۱۴ھ) کے بارے میں خطیب بغدادی اور ابن الجوزی نے کہا: ''و كان صالحًا متنسكًا '' اور وہ نیک، دیندار تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۲/۱۵۳، ۱۵۴ ت ۶۶۲۳، المنتظم ۱۳/۲۵۷)

ان سے شاگردوں کی ایک جماعت نے حدیثیں بیان کی ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے بعد مشہور عالم پر اگر جرح نہ ہو تو اُس کی توثیق کی صراحت ضروری نہیں ہے بلکہ علم، فقاہت، نیکی اور دینداری کے ساتھ مشہور ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ایسے شخص کی حدیث حسن کے درجے سے کبھی نہیں گرتی اور اس کا مقام کم از کم صدوق ضرور ہوتا ہے۔

حافظ ذہبی اور علامہ صفدی کی واضح توثیق کے بعد شیخ البانی کا عباس بن یوسف کی وجہ سے اپنے سلسلہ ضعیفہ (ح ۱۸۶۲) میں

اعتراض نمبر ۱:

امام موفق بن احمدؒ پر اعتراض کرتے ہوئے اور دوغلی پالیسی کا ثبوت دینے میں مشہور زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ موفق بن احمد معتزلی اور رافضی ہونے کی وجہ سے مجروح ہے، لہذا اس کی ساری کتاب ناقابل اعتماد ہے۔ **(مقالات ج:۴ص:۳۲۳)**

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب کا انہیں معتزلی اور رافضی کہنے کی وجہ، امام کردریؒ کا قول ہے، چنانچہ ان کا قول یہ ہے کہ وہ معتزلی تھے اور علی رضی اللہ کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتے تھے۔ **(مقالات ج:۴ص:۳۲۲)**

اس پر کئی سوالات کھڑے ہوتے ہیں اور کچھ باتیں ذہن میں آتی ہیں:

اولاً کیا غیر مقلدین اور زبیر علی صاحب کے نزدیک امام کردریؒ ثقہ ہیں؟

دوم یہ کہ بہت سے علماء نے امام موفقؒ کا ذکر کیا، ان کی تعریف و ثنا فرمائی ہے، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی۔ لیکن کسی نے بھی انہیں معتزلی قرار نہیں دیا، سوائے امام کردری کے؟

لہذا ایسی صورت میں بھی کیا امام کردریؒ کا قول غیر مقلدین کے نزدیک قابل حجت ہے ؟

سوم یہ کہ کیا غیر مقلدین اور علی زئی کے نزدیک معتزلی ہونا جرح ہے ؟ جبکہ خود زبیر علی زئی صاحب کے مطابق صحیحین وغیرہ میں ہی ایک جماعت کی احادیث ہیں، جن پر قدری وغیرہ ہونے الزام ہے۔

کیا ان کی حدیث رد کر دی جائے گی ؟ **(نور العینین ص:۱۰۸)**

اسکین:

نور العینین فی اثبات رفع الیدین 108

زیلعی حنفی نے کہا: "و لكن وثقه أكثر العلماء" یعنی اسے اکثر علماء نے ثقہ قرار دیا ہے انتہیٰ۔
[نصب الرایہ ۱/۳۴۴ (اس کے بعد زیلعی نے جو "أنه غلط في هذا الحديث" کے الفاظ لکھے ہیں، وہ دو وجہ سے مردود ہیں: ① یہ جمہور کے خلاف ہیں۔ ② وہ دوسری حدیث ہے ہماری پیش کردہ حدیث نہیں ہے۔]
لہٰذا عبدالحمید مذکور ثقہ ہے۔

ابوحاتم، نسائی اور یحییٰ بن سعید کی جرح ان کی تعدیل سے متصادم ہے، لہٰذا ساقط ہے۔ حافظ ذہبی عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت کے ترجمہ میں حافظ ابن حبان کے دو متضاد قول نقل کرتے ہیں، ایک میں اسے ضعیف اور دوسرے میں اسے ثقہ کہا گیا ہے اور فیصلہ کرتے ہیں: "فساقط قولاه" ابن حبان کے دونوں متضاد قول ساقط ہو گئے ہیں۔
[میزان الاعتدال ۲/۵۵۲]

سفیان الثوری کی جرح مسئلۂ تقدیر کی وجہ سے تھی جس کی تردید حافظ ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" (۷/۲۱) میں مسکت انداز میں کر دی ہے۔ صحیحین وغیرہ ہی میں ایک جماعت کی احادیث ہیں جن پر قدری وغیرہ کا الزام ہے۔ (مثلاً قتادہ تابعی وغیرہ) کیا ان کی حدیث رد کر دی جائے گی؟ دیدہ باید!

ابوجعفر الطحاوی کی جرح کو احمد بن الحسین البیہقی نے مردود قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر کا وہ مقام نہیں کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ کی صاف اور واضح توثیق کے مقابلے میں ان کی شاذ بات کو قبول کیا جائے۔
(بشرطیکہ ان کے قول کو جرح پر محمول کیا جائے ورنہ ان کا قول جرح نہیں ہے۔)

اسی لیے حافظ ذہبی لکھتے ہیں: " احتج به الجماعة سوى البخاري و هو حسن الحديث" ایک جماعت نے اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے (سوائے امام بخاری کے) اور وہ حسن الحدیث ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۷/۲۲]
(امام بخاری نے بھی اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ کما تقدم، لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث ہے۔) [نیز دیکھئے یہی کتاب ص ۲۴۹-۲۵۰]
حافظ ابوحاتم بن حبان لکھتے ہیں:
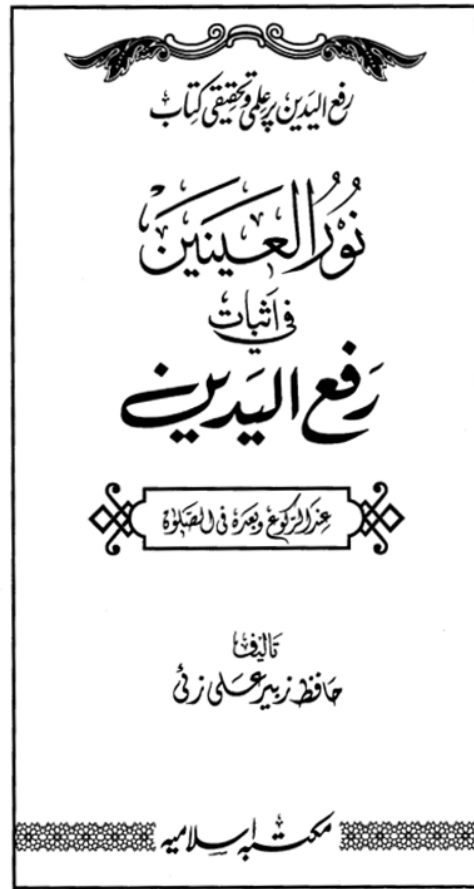
اپنی پسند کے راوی کا دفاع اور مخالف کے راوی پر جرح اور یہ زئی صاحب کی دوغلی پالیسی نہیں ہے، بلکہ ان کی تحقیق ہے ؟ **(اللہ ان کی غلطی کو معاف فرمائے۔۔آمین)**

چہارم یہ کہ کیا غیر مقلدین اور علی زئی صاحب کے پاس کسی سلف یا محدث کا حوالہ موجود ہے، کہ اگر کوئی صرف علیؓ کو تمام صحابہ پر فضیلت دے، تو رافضی ہو جائیگا؟

عجیب بات ہے کہ علی بن الجعدؒ زئی صاحب کے نزدیک صحابہ پر کلام کرنے والے تھے۔ **(امین اوکاڑوی کا تعاقب ص:۶۵)** لیکن پھر بھی ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔ حالانکہ امام موفقؒ بھی ائمہ اور علماء کے نزدیک امام شیخ، علامہ، فاضل، ادیب، شاعر اور خطیب تھے، جو کہ خود زئی صاحب کے اصول— **" تیسری صدی ہجری کے بعد مشہور عالم پر اگر جرح نہ ہو تو اس کی توثیق کی صراحت ضروری نہیں ہے۔ بلکہ علم فقاہت نیکی اور دینداری کے ساتھ مشہور ہونے کا یہی مطلب ہے کہ کہ ایسے شخص کی حدیث حسن درجے سے کبھی نہیں گرتی اور اس کا مقام کم از کم صدوق ضرور ہوتا ہے "** سے صدوق اور حسن الحدیث ثابت ہوتے ہیں۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ زبیر علی صاحب نے لکھا کہ جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہو جائے، اس کا قدری، خارجی، معتزلی، جہمی اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ **(نور العینین ص:۶۳)**

اسکین:

نور العینین فی رفع الیدین   63

10- معمولی جرح

جس ثقہ یا صدوق عندالجمہور راوی پر معمولی جرح یعنی یہم، لہ اوہام، یخطئ وغیرہ ہو تو اس کی منفرد حدیث (بشرطیکہ ثقات کے خلاف نہ ہو اور محدثین نے خاص اس روایت کو ضعیف وغیرہ نہ کہا ہو تو) حسن ہوتی ہے۔

جو کثیر الغلط، کثیر الاوہام، کثیر الخطاء اور سئ الحفظ وغیرہ (راوی) ہو اس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔

11- مسلکی تفاوت صحت حدیث کے خلاف نہیں

مثلاً جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہو جائے، اس کا قدری، خارجی، شیعی، معتزلی، جہمی اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی وداعیہ نہ ہو اور اس کی بدعت بالاجماع مکفرہ نہ ہو۔

[نیز دیکھئے احسن الکلام، مصنفہ مولوی سرفراز صفدر صاحب دیوبندی ج ا ص ۳۰]

[تنبیہ: راجح قول یہی ہے کہ اگر راوی ثقہ وصدوق عندالجمہور ہو تو اس کی غیر معلول روایت مطلقاً مقبول ہے چاہے وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا داعی ہو یا نہ ہو۔]
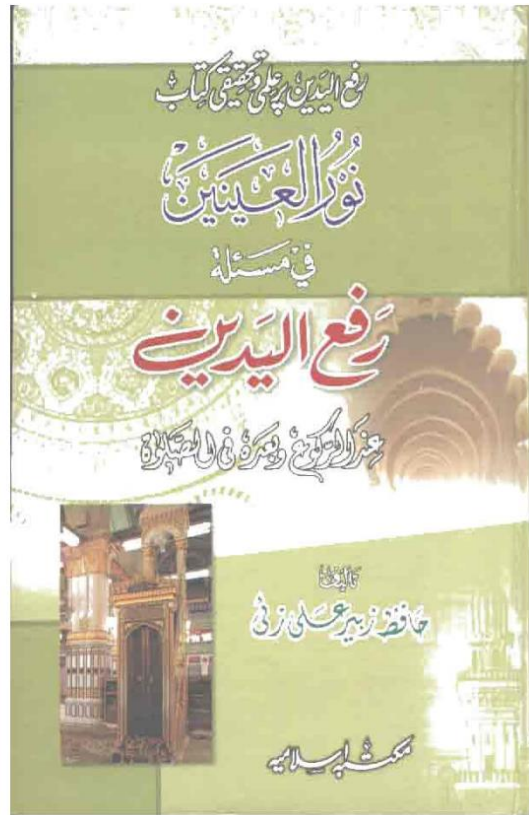
لیکن افسوس وہ زئی صاحب کے نزدیک صرف معتزلی اور خود ساختہ رافضی ہونے کی وجہ سے مجروح ٹھہرے۔

دوغلی پالیسی اور مسلکی تعصب کی بھی حد ہوتی ہے۔ الغرض زبیر صاحب کا امام موفق بن احمدؒ کو مجروح کہنا خود ان کے اصول سے باطل و مردود ہے۔

نوٹ:

امام حاکمؒ پر رافضی ہونے کا الزام ہے، جس کا جواب دیتے ہوئے زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ حاکم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، اور سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب لکھے ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شیعہ ان صحابہ کی فضیلت کا خیال ہو، بلکہ شیعہ تو ان صحابہ کو برا کہتے ہیں۔ نعوذ باللہ **(نور العینین ص:۴۳۰)**

اسکین:

نور العینین فی اثبات رفع الیدین　430

۳) حاکم کی کتابوں مثلاً مستدرک وغیرہ سے یہ ظاہر ہے کہ وہ شیعہ نہیں بلکہ سنی تھے۔ تفصیلی حوالوں کے لئے دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام (فتاویٰ علمیہ ج۱ص۵۷۲۔ ۵۷۸) اور المستدرک (۳/۸۰ قبل ح ۴۴۷۷ و من مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے امام حاکم کے بارے میں لکھا ہے کہ "جس کو تذکرۃ الحفاظ میں رافضی خبیث لکھا ہے۔" (تجلیات صفدر ج۲ص۲۵۹)

عرض ہے کہ اوکاڑوی کی یہ جرح چار وجہ سے مردود اور باطل ہے:

۱: تذکرۃ الحفاظ للذہبی میں محمد بن طاہر المقدسی سے منقول ہے کہ میں نے ابو اسماعیل الانصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: "ثقة في الحديث، رافضي خبيث" وہ حدیث میں ثقہ تھے، رافضی خبیث تھے۔ (ج۳ص۱۰۴۵ ت۹۶۲)

یہ جرح محمد بن طاہر سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

۲: یہ جرح جمہور کی توثیق کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۳: حاکم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب لکھے ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شیعہ ان صحابہ کی فضیلت کا قائل ہو، بلکہ شیعہ تو ان صحابہ کو بُرا کہتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

۴: اوکاڑوی کے استاد اور حیاتی دیوبندیوں کے "امام" سرفراز خان صفدر دیوبندی نے امام حاکم کے بارے میں لکھا ہے کہ "یہ وہی امام ہیں جن کو الحاکم کہتے ہیں۔ اور جن کی کتاب مستدرک شائع ہو چکی ہے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ الحافظ الکبیر اور امام المحدثین تھے (تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۲۷)" (احسن الکلام ج۱ص۱۰۴، دوسرا نسخہ ج۱ص۱۳۴۔۱۳۵)

اوکاڑوی پارٹی کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر جمہور محدثین کی تحقیق آپ لوگ نہیں مانتے تو اپنے خود ساختہ "امامِ اہلِ سنت" کی تحقیق ہی مان لیں۔!

۳) امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن احمد الزاہد الصفار الاصفہانی رحمہ اللہ کی توثیق وتعریف دس محدثین وعلماء سے پیشِ خدمت ہے:
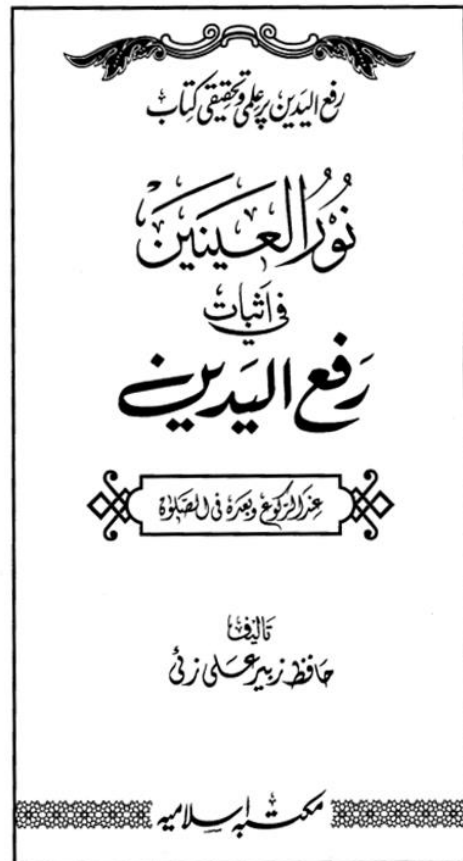
اسی طرح امام عبد الرزاق الصنعانیؒ (م ۲۱۱ھ) پر تشیع کے جواب میں موصوف نے ثابت کیا کہ امیر معاویہؓ اور ابوہریرہؓ کی حدیث پر عبد الرزاقؒ کا عمل ہے اور پھر کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ اور سیدنا ابوہریرہؓ کی بیان کردہ احادیث پر عمل کرنے والے شیعہ پوری دنیا میں کہیں نہیں ملے گی۔ چاہے چراغ کے بجائے آفتاب کے ذریعے سے ہی تلاش کیا جائے۔ **(مقالات ج:۱ص:۴۱۰)**

اسکین:

تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات

تالیف حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ

مقالات 410

ہے کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں، اللہ ان سے راضی ہو اور ان سب پر اللہ کی رحمت ہو۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/۱۳۰، وسندہ صحیح، کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لعبداللہ بن احمد بن حنبل ۱/۲۵۶ ح ۱۴۶۵، وسندہ صحیح)

اس سنہری قول سے معلوم ہوا کہ امام عبدالرزاق شیعہ نہیں تھے بلکہ انھوں نے تشیع یسیر سے بھی رجوع کرلیا تھا کیونکہ اس قول میں وہ چاروں خلفائے راشدین کی ترتیب اور اُن سے محبت کے قائل ہیں۔ جو شخص اس سنہری قول کے باوجود عبدالرزاق کو شیعہ شیعہ کہنے کی رَٹ لگاتا ہے اس کا علاج کسی دماغی ہسپتال سے کرانا چاہئے۔

تنبیہ (۱): تشیع یسیر سے بھی عبدالرزاق کا رجوع ثابت ہے۔ ابو مسلم البغدادی الحافظ (ابراہیم بن عبداللہ الکجی البصری) نے امام احمد سے نقل کیا کہ عبدالرزاق نے تشیع سے رجوع کرلیا تھا۔ دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۸/۲۹ وسندہ حسن)

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی اور فرمایا:

''وبہ نأخذ'' اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۹ ح ۵۵۳۴ دوسرا نسخہ: ۵۵۵۱)

انھوں نے ایک حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا: ''وبہ نأخذ'' اور ہم اسی کو لیتے ہیں یعنی اسی کے قائل ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۲۷۹ ح ۳۹۳ [۶۴۲۰])

سیدنا معاویہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ احادیث پر عمل کرنے والا شیعہ (!) ساری دنیا میں کہیں نہیں ملے گا، چاہے چراغ کے بجائے آفتاب کے ذریعے سے ہی تلاش کیا جائے۔

تنبیہ (۲): جن روایات میں عبدالرزاق کا شدید تشیع مروی ہے اُن میں سے ایک بھی ثابت نہیں ہے۔ مثلاً ایک روایت میں آیا ہے کہ عبدالرزاق سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔ دیکھئے تاریخ بغداد للخطیب (۱۴/۳۲۷ ت ۷۷۸۸ و تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/۱۲۹)
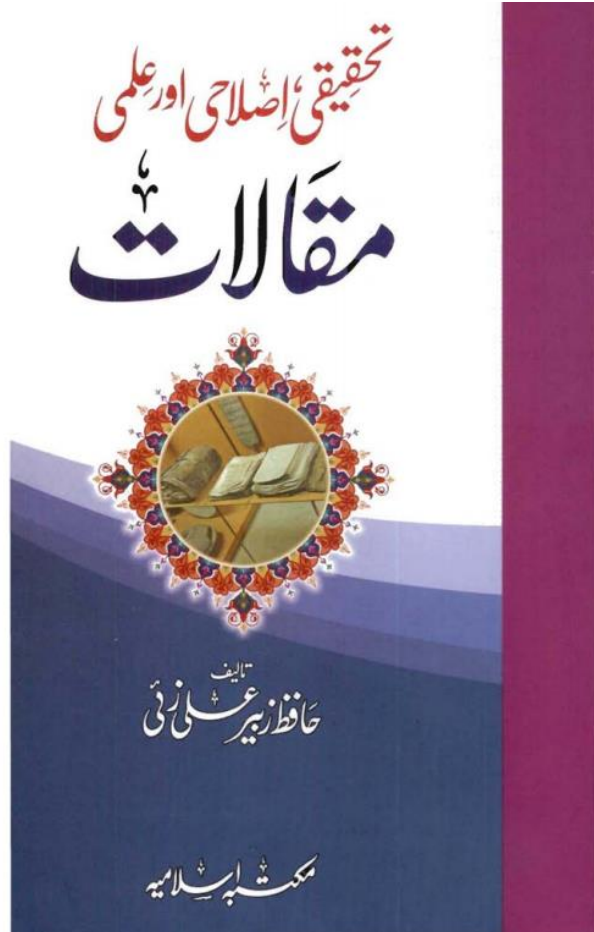
ان عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک، جب کوئی راوی کسی فرقے کی مخالفت کرے، تو وہ راوی اس فرقے کا ہرگز نہیں ہوتا۔

حالانکہ زبیر علی زئی صاحب اپنا یہی اصول امام موفق بن احمد المکیؒ کے بارے میں یاد رکھتے تو وہ مکیؒ پر ہرگز معتزلی ہونے کا اعتراض نہ کرتے۔ کیونکہ امام موفق بن احمدؒ المکی نے عقیدہ خلق قرآن کے مسئلے میں امام ابو حنیفہؒ کا دفاع کیا اور ثابت کیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قرآن مخلوق نہیں ہے۔ **(مناقب للمکی: ص ۴۶۵)** اسکین ملاحظہ فرمائے

مناقب الإمام الأعظم ... للموفق — ٤٦٥

بآثار وفقه في حديث كآيات الزبور على الصحيفة
فما ان بالعراق له نظير ولا بالمشرقين ولا بكوفه

وبه قال حدثنا صالح بن احمد بن يعقوب البلخي سمعت ابي يقول سئل ابو مقاتل حفص بن سلم وهو امام اهل سمرقند وانا حاضر عن القرآن فقال القرآن كلام الله غير مخلوق ومن قال غير هذا فهو كافر فقال له ابنه سلم يا ابت هل تخبر عن ابي حنيفة في هذا بشيء قال نعم ان ابا حنيفة على هذا عهدي به ولو علمت منه غير هذا لم اصحبه وكان ابو حنيفة امام الدنيا في زمانه فقهاً وعلمًا وورعاً وكان ابو حنيفة محنه به ان يعرف اهل البدع من اهل الجماعة ولقد ضرب بالسياط ثم قرأ حفص هذا الشعر:

فقال

اذا ما الناس يوماً قايسونا بآبدة من الفتيا طريفه
اتيناهم بمقياس عتيد مبين من طراز ابي حنيفه
طراز ليس من غنم وقطن وكتان يحاك ولا قطيفه
تذل له المقائس حين تبنى وتدحض عنده الحجج الضعيفة
لأن ابا حنيفة كان بحراً بعيد الغور فرضته نظيفه
روى الآثار عن نبل ثقات غزار العلم مشيخة حصيفه
فقاس مقائساً اعيت قضاة بمنظرة وتبصرة لطيفه
ولم يقس الامور على هواه ولكن قاسها بتقى وخيفه
فاوضح للخلائق مشكلات نوازل كن قد تركت وقيفه
بآثار اتته عن سراة من الماضين مسندة عريفة
فمن يحكم حكومته يوفق لقصد غير جائرة محيفة
وقول الناقضين عليه فيها كهبط قطا بأجنحة نتيفه

انبأني الحافظ ابو الفضل محمد بن ناصر بن محمد السلامي
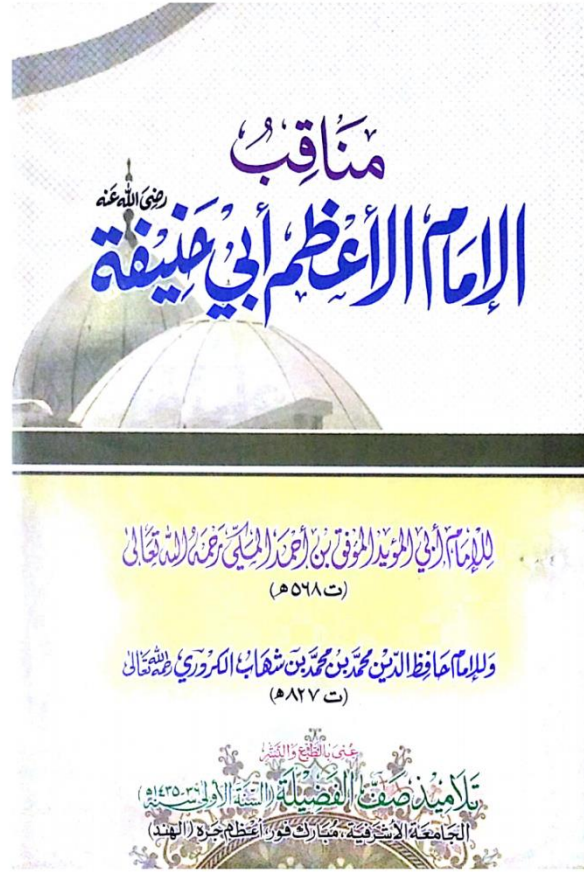
جب کہ معتزلہ کا مشہور عقیدہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

لہذا اگر امام موفق المکیؒ سچ میں معتزلی ہوتے، تو وہ خلق قرآن میں اپنے ہی فرقے سے اختلاف کیوں کرتے ؟ بالفاظ زبیر علی زئی صاحب کے **"کوئی معتزلی ہو اور قرآن کو مخلوق نہ مانے، ایسا شخص آپ پوری دنیا میں کہیں نہیں ملے گا، چاہے چراغ کے بجائے آفتاب کے ذریعے سے ہی تلاش کیا جائے۔"**

الغرض زبیر علی زئی صاحب کا موفقؒ کو معتزلی کہنا تحقیق کی رو سے بھی باطل و مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

زئی صاحب لکھتے ہیں کہ: حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ وہ علماء حدیث میں نہیں اور نہ اس فن میں ان کی طرف کبھی رجوع کیا جاتا ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے فرمایا: ان کی کتاب فضائل علی میں نے دیکھی ہے، اس میں انتہائی کمزور روایتیں بہت زیادہ ہیں۔

لہذا ایسے شخص کو (معتزلی کو) علامہ، ادیب، فصیح اور مفوہ کہہ دینے سے توثیق ثابت نہیں ہوتی۔ مختصراً عرض ہے کہ موفق بن احمد معتزلی اور رافضی ہونے کی وجہ سے مجروح ہے، لہذا اس کی ساری کتاب نا قابل اعتماد ہے۔ **(مقالات ج:۴ص:۳۲۳، ۳۲۲)**

الجواب:

اول یہ کہ زبیر علی صاحب کے اصول کے مطابق جمہور کی توثیق کی وجہ سے وہ صدوق اور حسن الحدیث ہیں، جیسا کہ تحقیق پہلے گزر چکی۔

دوم یہ کہ جب راوی جمہور کے نزدیک صدوق اور حسن الحدیث ہو تو اس کا قدری، معتزلی ہونے سے روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

سوم امام موفق بن احمد المکیؒ کو معتزلی کہنا بھی مردود ہے، جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی۔

چہارم حافظ ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں کوئی جرح نہیں ہے۔ کیونکہ کسی راوی کا حدیث کا باقاعدہ ماہر نہ ہونا یا حدیث کے فن سے نا آشنا رہنے سے اس کا صدوق اور ثقہ نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

مثلاً حماد بن دلیل المدنیؒ **(م ۱۸۱ھ)** کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ وہ صاحب حدیث نہیں ہے، مگر پھر بھی امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے روایت لی ہے۔ **(تہذیب الکمال ج:۸ص:۲۸۸)** اور غیر مقلدین کے نزدیک امام احمدؒ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ **(انوار البدر ص:۱۸۲)**

اور پھر حدیث کے صحیح ہونے کے شرائط میں راوی کے عادل اور اسکے روایت کو محفوظ رکھنے کے وصف کا تو ذکر ہے لیکن صاحب حدیث کا وہاں بھی کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ لہذا اصول کی رو سے یہ الفاظ جرح ہی نہیں ہیں۔

اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ **(م ۷۲۸ھ)** متشدد بھی ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا کہنا ہے۔ **(لسان المیزان ج:۶ص:۳۱۹)** شیخ محمد رواس قلعجیؒ نے بھی ابن تیمیہ کو متشدد تسلیم کیا ہے۔ **(موسوعات فقہی لابن تیمیہ ج:۱ص:۲۲)**

نیز امام موفق بن احمدؒ کی کتاب **"مناقب علی"** میں **موجود روایات کا رد** کرتے ہوئے ابن تیمیہؒ نے یہ بات "کہ وہ (موفقؒ) علماء حدیث میں نہیں اور اس فن میں ان کی طرف کبھی رجوع کیا جاتا ہے" کہی ہے۔ حالانکہ اس کتاب میں جو ضعیف اور من گھڑت روایتیں موجود ہیں، اس کے ذمہ دار موفق بن احمدؒ نہیں، بلکہ اوپر کے راوی ہیں۔ (دیکھئے **پنجم**)

پھر ان سب کے باوجود، مناقب امام ابو حنیفہ للموفق بن احمد المکی کو ہی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موفق بن احمد المکیؒ کو حدیث اور روات کے بارے میں کافی علم تھا، لہذا ابن تیمیہؒ کا انہیں علماء حدیث میں شمار نہ کرنا، ان کا تشدد ہے جو کہ مقبول نہیں۔

الغرض ان سب لحاظ سے ابن تیمیہ کی نہ بات صحیح ہے اور نہ ہی انکی بات میں کوئی جرح ہے۔

پنجم　　امام ذہبیؒ کے الفاظ سے امام موفق بن احمدؒ کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی۔

کیونکہ خود زبیر علی صاحب اپنے من پسند راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ "کسی محدث کا بے اصل روایت بیان کرنا، اس محدث کے مجروح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

ابن ماجہؒ، خطیب بغدادیؒ، ابو نعیم اصبہانیؒ وغیرہ نے متابعات بے اصل بلکہ موضوع روایات بیان کی ہیں۔ ان روایات میں جرح دوسرے راویوں پر ہوتی ہے نہ کہ ان محدثین پر۔ لہذا نعیم کی بیان کردہ بے اصل روایات کے بے اصل ہونے کی وجہ اوپر کے راوی ہیں نہ کہ نعیم۔"

(مقالات ج:۱ص:۴۵۲) اسکین ملاحظہ فرمائے

452　　مقالاتْ

بعض اس پر جرح کرتے ہیں اور جمہور توثیق کرتے ہیں۔ جارحین میں سے بعض سے جرح کا ثبوت ہی محلِ نظر ہے اور معدلین میں سے بعض نے تعدیلِ مفسر کر رکھی ہے۔

جارحین اور ان کی جروح کا جائزہ

☆ امام ابوداود: آجری نے ابوداود سے نقل کیا ہے کہ نعیم نے بیس کے قریب ایسی مرفوع احادیث بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ص۴۱۱ ج۱۰)

اس جرح کا ناقل ابوعبید آجری بلحاظ عدالت وثقاہت نامعلوم ہے۔ سوالات کے محقق محمد علی قاسم العمری نے شدید افسوس کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انہیں ابوعبید الآجری کا ترجمہ یعنی حالات نہیں ملے۔ (ص۳۸)

اگر بفرضِ محال یہ جرح ثابت بھی ہو تو نعیم کو بری الذمہ قرار دینا آسان ہے کیونکہ کسی محدث کا بے اصل روایات بیان کرنا اس محدث کے مجروح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ ابن ماجہ، خطیب بغدادی، ابونعیم اصبہانی وغیرہم نے متعدد بے اصل بلکہ موضوع روایات بیان کی ہیں۔ ان روایات میں جرح دوسرے راویوں پر ہوتی ہے نہ کہ ان محدثین پر لہٰذا نعیم کی بیان کردہ بے اصل روایات کے بے اصل ہونے کی وجہ اوپر کے راوی ہیں نہ کہ نعیم۔

فليتنبه فإنه مهم

☆ یحییٰ بن معین: بکر بن سہل (ضعیف) نے عبدالخالق بن منصور (نامعلوم؟) سے نقل کیا ہے کہ امام ابن معین رحمہ اللہ نعیم مذکور پر جرح کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج۱۳ص۳۱۱ ملخصاً)

اس روایت کا سقوط ظاہر ہے اور امام ابن معین سے یہ ثابت ہے کہ وہ نعیم کی توثیق کرتے تھے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

☆ نامعلوم جارح: دولابی نے کسی "غیر" (نامعلوم) شخص سے نقل کیا: "**كان يضع الحديث في تقوية السنّة وحكايات عن العلماء فى ثلب أبي حنيفة مزورة كذب**"

وہ (نعیم بن حماد) سنت کی تقویت میں احادیث گھڑتا تھا اور مثالب ابی حنیفہ میں علماء سے

افسوس زبیر صاحب! یہ اصول اپنے راوی کے بارے میں تو یاد رہا، لیکن موفق بن احمدؒ کے بارے میں یہ اصول بھول گئے، کہ ان کی کتاب کے بارے میں حافظ ذہبیؒ نے کہا کہ میں نے اس میں انتہائی کمزور روایتیں زیادہ دیکھیں۔ اس کے ذمہ دار بھی امام موفق بن احمدؒ نہیں بلکہ اوپر کے راوی ہیں۔

نیز حافظ ذہبیؒ نے اسی کتاب **"مناقب علی"** سے ایک روایت کو موضوع قرار دیتے ہوئے، سند کے ایک راوی حسین بن غفیر المصری العطاری پر جرح کی ہے نہ کہ موفق بن احمدؒ پر۔ **(میزان الاعتدال ج:۱ص:۵۱۷)**

اسکین:

میزان الاعتدال

فی نقد الرجال

تألیف

أبی عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی

المتوفی سنة ۷۴۸ هجریة

تحقیق

علی محمد البجاوی

المجلد الاول

دار المعرفة

بیروت - لبنان

ص.ب : ۷۸۷٦

— ۵۱۷ —

وقال الخطيب: أقرأ بما خرق به الإجماع فاستُتيب.

قلت: وقرأ عليه بالروايات ابن بدران الحلوانی.

مات سنة ثمان وخمسين وأربعمائة.

۱۹۲۷ — الحسن بن غُفَير المصری العطار. عن يوسف بن عدی وغيره.

قال أبو سعيد بن يونس: كذّاب يضَعُ الحديث.

قلت: لقد نقمت على ابن عدی وتألمت منه لروايته عنه فيما نقله حمزة السهمی، عن ابن عدی، عن الحسن بن غُفَير، حدثنا يوسف بن عدی، حدثنا جَرير بن عبد الحميد، حدثنی الأعمش، قال: بينا أنا نائم إذ انتبهت بالحرس من جهة المنصور، فذكر قصة طويلة ثقيلة ركيكة باطلة من وَضْع جهلة القصاص قد اختلقها هذا المدبر نحو سبع ورقات سردها أخطب خوارزم الموفق بن أحمد الخوارزمی فی كتاب «مناقب علی»؛ فقال: أخبرنا برهان الدين علی بن الحسين الغزنوی ببغداد، أخبرنا إسماعيل ابن السمرقندی، أخبرنا إسماعيل بن مسعدة، أخبرنا حمزة بن يوسف الحافظ، وقيل: اسمه الحسين واسم أبيه عبد الغفار وسُماد[1].

۱۹۲۸ — الحسن بن أبی الفرات. وقيل: ابن أبی الجعد اليربُوعی. يروی عن الحسن. مجهول.

۱۹۲۹ — الحسن بن الفضل بن السمح، أبو علی الزعفرانی البُوصَرانی. عن مسلم ابن إبراهيم. وعنه ابن صاعد.

وقال أبو الحُسَين بن المنادی: أكْثَرَ الناسُ عنه ثم انكشف فتركوه وخرقوا حديثَه.

۱۹۳۰ — الحسن بن الفضل بن عَمْرو. روی عنه ابن إسحاق. مجهول.

۱۹۳۱ — الحَسَن بن فَهْد بن حماد. شيخ لأبی علی بن الصواف. لا يُعْرَف. وأتی بخبر باطل رواه عن يحيی بن عثمان الحربی.

(۱) ل: نقلت هذا الكلام من قوله: «قلت: لقد نقمت» إلی هنا من خط المؤلف من غير أصله الذی بخطه». وهو فی س، خ.

ثابت ہوا کہ ان کی کتاب میں کمزور روایتوں کے ذمہ دار اوپر کے راوی ہیں، نہ کہ موفق بن احمدؒ۔

لہٰذا زبیر صاحب کے اصول سے ہی ان کا اعتراض باطل و مردود ہے۔ اور امام موفق بن احمدؒ **(م ۵۶۸ھ)** صدوق اور حسن الحدیث ہیں، واللہ اعلم

طریقہ وضو (کتاب وسنت اور سلف وصالحین کے آثار کی روشنی میں)

مولانا نذیر الدین قاسمی

مفتی ابن اسماعیل المدنی

وضو کی فضیلت واہمیت :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ : میری امت قیامت کے دن اس حال میں بلائی جائے گی کہ ان کے ہاتھ ،پاؤں اور چہرے وضو میں دھلنے کی وجہ سے روشن اور چمکدار ہوں گے ،پس تم میں سے جو کوئی اپنی وہ روشنی اور نورانیت بڑھاسکے اور مکمل کرسکے تو وہ ضرور ایسا کرے۔ **(صحیح بخاری:۱۳۶)**[26]

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا (یعنی سنتوں اور مستحبات کا اہتمام کیا)تو اس کے گناہ جسم سے نکل جاتے ہیں ،یہاں تک کہ اس کے ناخن کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں ۔ **(صحیح مسلم ص: ۲۱۷،حدیث نمبر :۵۷۸،دوسرا نسخہ : ج:۱ص: ۲۱۶)**[27]

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالی اس (اچھی طرح وضو کرنے والے) کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیتے ہیں ۔ **(مسند بزار ج:۲ص: ۷۵،حدیث نمبر: ۴۲۲)**[28]

وضاحت :

امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ وضو،نماز وغیرہ عبادات سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔**(شرح نووی علی صحیح مسلم ج:۲ص: ۸۵)**

---

[26] روایت کے الفاظ یہ ہیں: ان امتی یدعون یوم القیمة غرا محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرته فلیفعل۔

[27] روایت کے الفاظ یہ ہیں: من توضأ فأحسن الوضوء خرجت خطایاه من جسده حتی تخرج من تحت اظفاره۔

[28] روایت کے الفاظ یہ ہیں: لا یسبغ عبد الوضوء الا غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے رجال ثقہ اور حدیث حسن ہے اور امام منذریؒ نے بھی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ **(مجمع الزوائد ج:۱ص: ۲۳۷،الترغیب والترہیب ج:۱ص: ۹۳)**

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وضو، نماز کی کنجی ہے ۔**(سنن ترمذی ص: ۱۶۲۸، حدیث نمبر:۳)**[29]

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی موجود ہے کہ کوئی نماز بغیر وضو کے قبول نہیں ہوتی۔**(صحیح مسلم ص: ۷۱۹، حدیث نمبر: ۵۳۵، دوسرا نسخہ ج:۱ص:۲۰۴)**[30]

[29] روایت کے الفاظ یہ ہیں: **مفتاح الصلاۃ الطھور**۔اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے صحیح قرار دیا ہے ،امام بغویؒ اور امام نوویؒ نے حسن کہاہے ،امام رافعیؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت ثابت ہے ،امام حاکمؒ،امام بیہقیؒ،اور امام ابونعیم اصفہانیؒ نے اس حدیث کو مشہور قراردیا ہے۔**(شرح سنن للبغوی ج:۳ص:۱۷، خلاصۃ الاحکام للنووی ج:۱ص: ۳۴۸، المستدرک للحاکم ج: ۱ص: ۲۲۳، خلافیات للبیہقی بحوالہ البدر المنیر لابن الملقن ج:۳ ص : ۴۴۸)**

[30] روایت کے الفاظ یہ ہیں: **لاتقبل صلاۃ بغیر طھور**۔

فرائض وضو۔(یعنی وہ باتیں جن کے بغیر وضو نہیں ہوتا)

ارشاد باری تعالی ہے کہ : **یاأیھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلاۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔**

ترجمہ :

اے ایمان والو ! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو :

(۱)　منھ اور

(۲)　دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور

(۳)　مسح کرو اپنے سر کا اور

(۴)　دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔**(المائدہ :۶)**

اس آیت سے معلوم ہواکہ وضو کے چار فرائض ہیں اور اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے امام ابو الحسین القدوریؒ(م ۴۲۸ھ) **[ثقۃ ثبت]**[31] اور امام ابو الحسن الکرخیؒ(م ۳۴۰ھ) **[صدوق،امام،فقیہ]**[32]نے انہیں چار ارکان وضو کو فرض قرار دیا ہے۔ **(مختصر القدوری ص:۲،۳(درسی نسخہ)، شرح مختصر الکرخی للامام القدوری ج:۱ص:۱۱۸)**[33]

---

[31] امام قدوریؒ کو امام خطیب البغدادیؒ، امام سمعانیؒ اور امام قاسم بن قطلوبغاؒ وغیرہ نے صدوق کہا ہے۔ **(تاریخ بغداد ج:۵ ص:۱۴۱،۱۴۰، الانساب للسمعانیؒ ج:۱۰ ص:۳۵۲، تاج التراجم ص:۹۸)** اور بہت سارے محدثین وعلماء نے ان کی توثیق کی ہے مثلاً: قال الامام أبو عبد اللہ الصیمری: أبو الحسین البغدادی المعروف بالقدوری امام اصحاب ابی حنیفۃ فی عصرنا یعظمہ ویفضلہ علی کل احد قال الذھبی: (ھو) الفقیہ الامام شیخ الحنفیۃ، وقال الامام ابن الکثیر : کان اماما بارعا عالما، وثبتا مناظرا، وقال الامام ابن تغری بردی: (ھو) الامام العلامۃ احمد بن محمد ابو الحسین الحنفی الفقیہ البغدادی المشھور بالقدوری، قال ابو بکر الخطیب: لم یحدث الا شیئا یسیرا، کتبت عنہ وکان صدوقا، انتھت الیہ ریاسۃ اصحاب ابی حنیفۃ، وعظم [عندھم] قدرہ وارتفع جاھہ، وکان حسن العبارۃ فی النظر، جریء اللسان مدیما للتلاوۃ قلت: والفضل ما شھدت بہ الاعداء، ولولا ان شان ھذا الرجل کان قد تجاوز الحد فی العلم والزھد ما سلم من لسان الخطیب، بل مدحہ مع عظم تعصبہ علی السادۃ الحنفیۃ وغیرھم، فان عادتہ ثلم اعراض العلماء والزھاد بالاقوال الواھیۃ، والروایات المنقطعۃ حتی اشحن تاریخہ من ھذہ القبائح، وذکرہ الامام زین الدین قاسم بن قطلوبغا فی الثقات۔ **(طبقات الفقہاء ص:۱۲۴، سیر اعلام النبلاء ج:۱۷ ص:۵۷۴، تاریخ الاسلام ج:۹ ص:۴۳۴، البدایہ والنہایہ ج:۱۲ ص:۲۴، النجوم الزاہرہ ج:۵ ص:۲۴، کتاب الثقات ج:۱ ص:۴۶۹)**

وضو کا مسنون طریقہ (مع سنن ومستحبات)

(یعنی وہ کام جن کے بغیر وضو ہوتو جاتا ہے مگر ناقص ونامکمل رہتا ہے)

(۱) وضو سے پہلے نیت کرلے -کہ نماز (یا طواف وغیرہ) کیلئے وضو کر رہا ہوں ،- کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ سارے اعمال نیت سے ہیں۔(**صحیح بخاری حدیث نمبر: ۱**)[34]

(۲) وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھے[35]۔

(۳) وضو سیدھی جانب سے شروع کرے۔[36] (اعضاء وضو میں سے پہلے دائیں عضوکو دھوئے اور پھر بائیں کو)

---

[32] امام ذہبیؒ نے آپ کو"الشیخ الامام الزاھد مفتی العراق شیخ الحنفیة" قرار دیتے ہیں۔(**سیر اعلام النبلاء ج:۱۵ص:۴۲۶**) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں "کان من العلماء العباد ذا تھجد واوراد وتألہ، وصبر علی الفقر والحاجة وزھد تام ووقع فی النفوس، کان علامة کبیر الشان ادیبا بارعا وکان عظیم العبادة والصلاة والصوم صبورا علی الفقر والحاجة "۔(**سیر اعلام النبلاء ج:۱۵ص:۴۲۶، تاریخ الاسلام ج:۷ص:۷۴۲**)امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ:ابو الحسن الفقیہ الحنفی المشھور کان دینا خیرا فاضلا۔(**لسان المیزان ج:۵ص:۳۲۱**)ان کے علاوہ دیگر محدثین نے ان کی توثیق کی ہے، مثلاً:قال ابو الحسن الھمذانی:(ھو)امام اصحاب ابی حنیفة وذکرہ الامام ابو اسحق الشیرازی فی طبقات الفقھاء وقال انتھت علیہ ریاسة العلم فی اصحاب ابی حنیفة وکان ورعا، وقال ابن تغری بردی: کان علامة کبیر الشان فقیھا ادیبا بارعا عارفا بالاصول والفروع انتھت الیہ ریاسة السادة الحنفیة فی زمانہ وانتشرت تلامذتہ فی البلاد، وکان عظیم العبادة کثیر الصلاة والصوم صبورا علی الفقر والحاجة ورعا زاھدا صاحب جلالة۔(**تکملة تاریخ الطبری ص:۱۶۵، طبقات الفقہاء ص:۱۴۲، النجوم الزاہرة ج:۳ص:۳۰۶**)

[33] اس مسئلے کی مزید تفصیل **"الاجماع: شمارہ نمبر۳: ص۱"** پر موجود ہے۔

[34] روایت کے الفاظ یہ ہیں: انما الاعمال بالنیات۔ واضح رہے کہ یہاں اس حدیث میں یہ جو فرمایا گیا کہ " سارے اعمال نیت سے ہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہے، غیر مقلدین میں ایک طبقہ ایسا ہے جو اپنے ہی فرقے کے علماء سے اختلاف کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وضو میں نیت فرض ہے، حالانکہ ان کا یہ استدلال ہی صحیح نہیں ہے جس کی تفصیل **"الاجماع: شمارہ نمبر۳: ص۵"** پر موجود ہے، لہذا صحیح اور راجح یہی ہے کہ وضو میں نیت سنت ہے، نہ کہ فرض۔

[35] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:"توضؤا بسم اللہ" تم سب بسم اللہ سے وضو کرو، اس مسئلے میں بھی موجودہ غیر مقلدین نے اپنے ہی علماء سے اختلاف کیا اور ظاہریہ کی تقلید میں وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کو فرض قرار دیا ہے، اس مسئلے کی تفصیل **"الاجماع: شمارہ نمبر۳: ص۲۴"** پر موجود ہے۔(**سنن صغیر للبیہقی حدیث نمبر : ۸۹ ، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر :۱۴۴**، امام بیہقیؒ اور امام ابن خزیمہؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

[36] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اذا توضأتم فابدؤوا بمیامنکم" جب تم وضو کرو تو سیدھی جانب سے ابتداء کرو۔(**سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۴۰۲**، اس حدیث کو امام ابن الملقنؒ نے صحیح اور امام نوویؒ نے اس کی سند کو مضبوط قرار دیا ہے، **البدر المنیر ج: ۲ص: ۲۰۰، المجموع للنووی ج:۱ص: ۳۸۲**)

(۴) پھر ہاتھوں کو گٹوں تک تین بار دھوئے۔[37] اور انگلیوں کا بھی خلال کرے۔[38]

(۵) اس کے بعد مسواک کرے، اگر مسواک نہ ہو انگلی سے دانتوں کو صاف کرے، اور تین بار کلی کرے۔

(۶) تین بار ناک میں پانی ڈالے۔[39]

(۶) پھر تین بار چہرہ دھوئے۔ **(سورہ مائدہ : ۶)**

(۷) اور ڈاڑھی کا خلال کرے۔[40]

(۸) دایاں ہاتھ کہنیوں سمیت تین بار دھوئے، پھر بایاں ہاتھ تین بار کہنیوں سمیت دھوئے۔[41]

(۹) ایک بار پورے سر کا مسح کرنا[42] اور سر کا مسح اس طرح کرے کہ ہاتھ تر کرکے دونوں ہاتھوں سے سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرکے گردن تک لے جائے، پھر پیچھے سے آگے اسی جگہ لے آئے جہاں سے مسح شروع کیا تھا[43]،

---

[37] حضرت حمران مولی عثمانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے "افرغ علی کفیه ثلاث مرار، فغسلهما" (پانی کا برتن لیکر سب سے پہلے) اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا، پھر انہیں دھویا اور اس روایت کے آخیر میں آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایسے ہی وضو کرنے کا حکم دیا ہے۔ **(صحیح بخاری حدیث نمبر: ۱۵۹)**

[38] حضور ﷺ نے فرمایا: "اسبغ الوضوء وخلل بین الاصابع" وضو کو کامل کرو اور انگلیوں کا خلال کرو۔ **(سنن ابی داؤد ح: ۱۴۲، امام حاکمؒ** اور امام ذہبیؒ نے صحیح قرار دیا ہے، **المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی حدیث نمبر: ۷۰۹۴)**

[39] حضرت شقیق بن سلمہؒ فرماتے ہیں کہ "رأیت علیا وعثمان توضأ ثلاثا ثلاثا ثم قال هکذا توضأ النبی ﷺ وذکر انهما افردا المضمضة والاستنشاق" کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا اور انہوں نے کلی علیحدہ کی تھی اور ناک میں علیحدہ پانی ڈالا تھا اور فرمایا کہ نبی ﷺ نے ایسا ہی وضو کیا تھا۔ **(تاریخ ابن ابی خیثمہ حدیث نمبر: ۴۴۱۹)**
زبیر علی زئی صاحب اس کی سند کو حسن لذاتہ کہتے ہیں۔ **(فتاوی علمیہ ج: ۱ ص: ۲۱۴)**

[40] حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ان النبی ﷺ کان یخلل لحیته" حضور ﷺ ڈاڑھی کا خلال فرماتے تھے۔ **(سنن ترمذی حدیث نمبر: ۳۱،** اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن صحیح اور امام ابن الملقنؒ نے حسن قرار دیا ہے۔ **(البدر المنیر ج: ۲ ص: ۱۸۱)**

[41] حضرت ابوحیانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو دیکھا کہ "غسل ذراعیه ثلاثا ومسح برأسه مرة" آپؓ نے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا اور ایک بار سر کا مسح کیا اور فرمایا (جسکا خلاصہ یہ ہے کہ) حضور ﷺ اسی طرح وضو فرماتے تھے۔ **(سنن ترمذی ح: ۴۸،** امام ترمذیؒ نے حسن صحیح اور امام ذہبیؒ نے صحیح کہا ہے۔ **(تنقیح التحقیق ج: ۱ ص: ۴۹)**

[42] **(سنن ترمذی، حوالہ سابق)**

[43] روایت کے الفاظ یہ ہیں: ثم مسح رأسه بیدیه، فاقبل بهما وادبر، بدأ بمقدم رأسه حتی ذهب بهما الی قفاه، ثم ردهما الی المکان الذی بدأ منه۔ **(صحیح بخاری حدیث نمبر: ۱۸۵)**

اور کان کا مسح اس طرح کرے کہ شہادت کی انگلی دونوں کانو ں کی سوراخوں میں داخل کرکے اندرونی جانب سے گزار کر ، کانوں کے پچھلے حصے پر انگوٹھے سے مسح کرے۔[44] پھر انگلیوں کی پچھلے حصے سے (یعنی پشت سے) گردن کا مسح کرے۔[45]

(۱۰) اور آخر میں دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت تین بار دھوئے[46] اور انگلیوں کا خلا ل بھی کرے۔[47]

(۱۱) اعضاء وضو کو مل مل کر دھوئے۔[48]

(۱۲) ترتیب سے وضو کرے اور ایک عضو (حصہ) خشک ہونے سے پہلے دوسرے عضو کو دھوئے ۔ (کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو طریقہ وضو بتلایاہے وہ ترتیب وار اور پے در پے تھا)۔**(صحیح البخاری حدیث نمبر :۱۹۳۴)**

---

[44] روایت کے الفاظ یہ ہیں: رأیت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ توضأ فمسح برأسه واذنيه ظاهرهما وباطنهما ثم قال: رأيت رسول الله ﷺ صنع كما صنعت۔**(سنن دارمی حدیث نمبر : ۳۹۳)** امام ابن خزیمہؒ،امام ابن الجارودؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ نے اس کی سند کو صحیح اور امام ابن الملقنؒ نے مضبوط کہا ہے، **صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر:۱۵۱، ۱۵۲، المنتقی لابن الجارود حدیث نمبر: ۷۲، المستدرک للحاکم ج:۱ص:۲۴۹، حدیث نمبر: ۵۲۷، البدرالمنیر ج:۲ص: ۱۷۴)**

[45] حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”سننت انا فيه الاستنجاء والمضمضة والاستنشاق وغسل الاذنين وتخليل اللحية ومسح القفا“ میں نے وضو میں گدی کے مسح کو مسنون قرار دیا۔**(الکامل لابن عدی ج:۱ص:۳۶۵، واسنادہ حسن)** حضرت کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ ”مسح مقدم رأسه حتى بلغ القذال، مؤخر الرأس من مقدم عنقه“ آپ ﷺ نے اپنے سر کے اگلے حصے کا مسح کیا، یہاں تک کہ (آپ ﷺ مسح کرتے کرتے) سر کے آخری حصے تک پہنچ گئے۔ **(شرح معانی الآثار حدیث نمبر:۱۲۹، المعجم الکبیر للطبرانی ج:۱۹ص:۱۸۱، ۱۸۰،** وسنادہ حسن بالشواھد) اور جب کوئی مجتہد کسی حدیث سے استدلال کریں تو غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وہ حدیث اس مجتہد کے نزدیک صحیح ہوتی ہے، اس لحاظ سے امام یزید بن ہارونؒ، امام عبد السلام بن تیمیہؒ، اور امام عینیؒ کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ ان حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ **(فتاوی نذیریہ ج :۳ص :۳۱۶، طبقات لابن سعد ج:۶ص:۵۹، المنتقی ص:۶۷، العنایہ شرح ہدایہ ج:۱ص:۲۲۰)**، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”من توضأ ومسح يديه على عنقه وقي الغل يوم القيمة“ جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پر مسح کیا تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچالیا جائیگا۔ **(بحر المذہب للرویانی ج:۱ص:۱۰۱)** امام رویانیؒ اور امام رافعیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، (الشرح الصغیر للامام الرافعی بحوالہ بهجة المحافل للامام يحيى بن ابی بکر ج: ۲ ص: ۲۹۸) نیز زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ اس روایت کو امام ابن فارسؒ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ **(ہدیۃ المسلمین ص:۱۶، تاریخ ابو نعیم ج:۲ص:۷۸)** مزید تفصیل **”الاجماع: شمارہ نمبر۳: ص۷۹“** پر موجود ہے۔

[46] روایت کے الفاظ یہ ہیں: عن حمران رأيت عثمان رضی اللہ عنہ توضأ ثم غسل رجله اليمنى ثلاثا ثم اليسرى ثلاثا ثم قال رأيت رسول الله ﷺ توضأ نحو وضوئي هذا۔ **(صحیح البخاری حدیث نمبر:۱۹۳۴)**

[47] روایت کے الفاظ یہ ہیں: عن شقيق بن سلمة قال رأيت عثمان بن عفان غسل قدميه وخلل أصابع قدميه ثلاثا، وقال: رأيت رسول الله ﷺ فعل كما فعلت۔ **(سنن دار قطنی حدیث نمبر:۲۸۷**، وسندہ حسن، امام ابن الملقنؒ نے اس کی سند کو مضبوط کہا ہے۔ **(البدر المنیر ج:۲ص:۲۲۹)**

[48] روایت کے الفاظ یہ ہیں: عن خالتي ميمونة قالت: ضرب رسول الله ﷺ بشماله الارض، فدلكها دلكاً شديدا۔ **(صحیح مسلم ص:۷۳۰، حدیث نمبر: ۷۲۲، دوسرا نسخہ ج:۱ص:۲۵۴)**

(۱۳)　وضو کے بعد یہ دعا پڑھے :

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ، و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ، اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین ۔[49]

وضو کے دیگر مسائل :

وضو میں زیادہ پانی صرف نہیں کرنا چاہیئے[50] اور نہ ہی تین بار سے زیادہ اعضاء کو دھونا چاہیئے۔[51]

موزے پر مسح اور اس کے احکام :

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وضو کرتے وقت اپنے پاؤں دھولے تا کہ وہ پاک ہوجائے اور موزے پہن لے ، پھر جب کبھی وضو کی حاجت پیش آئے تو دوبارہ پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں بس موزے پر ہاتھ پھیر دے اس سے اس پر مسح ہوجائے گا۔[52]

---

[49] حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے وضو کیا پھر کہا کہ "اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان محمدا عبدہ ورسولہ، اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین" تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔(**سنن صغیر للبیھقی ج:۱ص:۵۱، حدیث نمبر:۱۰۹**، امام ابن عساکرؒ اور امام مستغفریؒ نے بیہقی والی اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔(**معجم الشیوخ لابن عساکر حدیث نمبر:۱۳۵۰، البدر المنیر ج:۲ص:۲۸۸**، مزید دیکھئے **ترمذی حدیث نمبر:۵۵** واللفظ لہ، **المعجم الاوسط ج:۵ص:۱۴۰، عمل الیوم واللیل لابن السنی ج:۱ص:۳۵، الدعاء للذہبی ج:۱ص : ۲۳۲، الدعاء للطبرانی ج:۱ص:۱۴۱، مصنف عبد الرزاق ج:۱ص:۱۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱ص:۱۳**)

[50] حضرت عبد اللہ بن المغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الطھور والدعاء" میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو طہارت اور دعا مانگنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کریں گے۔(**سنن کبریٰ للبیھقی ج:۱ص:۳۰۳، حدیث نمبر:۹۴۷**، امام حاکمؒ، امام ابن حجرؒ نے اس صحیح قرار دیا ہے، **المستدرک للحاکم ج:۱ص:۲۶۷ ، تلخیص الجبیر ج:۱ص:۲۵۴، البدر المنیر ج:۲ص:۵۹۹**)

[51] سنن نسائی حدیث نمبر:۱۴۰ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھو کر فرمایا کہ "ھکذا الوضوء فمن زاد علی ھذا فقد أساء وتعدی وظلم" وضو اسی طرح ہے جس نے اس سے زیادہ کیا، اس نے برا کیا، حد سے آگے بڑھا اور ظلم کا ارتکاب کیا۔ امام ابن دقیق العید اور امام ابن عبد الہادیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔(**نصب الرایہ ج:۱ص:۲۹، المحرر فی الحدیث ج:۱ص:۱۰۱**)

[52] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جھکا رسول اللہ ﷺ کا موزہ اتارنے کے لئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "دعھما فانی ادخلتھما طاھرتین ومسح علیھما" رہنے دو! میں نے ان کو طہارت میں پہنا ہے اور ان پر مسح کیا ہے۔ (**صحیح مسلم ص:۲۵ ۷، حدیث نمبر:۶۳۲**، دوسرا نسخہ

مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات مسح کرنے کی اجاز ت ہے۔[53]

جرابوں پر مسح اور اس کی تفصیل :

جرابوں (socks)پر مسح کچھ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔وہ شرائط درج ذیل ہیں :

ا: ان جرابوں میں لگاتار چلنا ممکن ہو ۔(مثلاً تین میل،یعنی وہ جراب ایسی مضبوط ہو کہ اس میں تین میل تک لگاتار چلنا ممکن ہو اور اس میں پھٹن وشگاف پیدا نہ ہو)

ب: اتنی سخت اور موٹی ہو کہ بغیر باندھے ،بغیر سہارے (مثلاًلاسٹک وغیرہ)کے پاؤں پر ٹکی رہے۔

ج: پانی کو جذب نہ کرے۔

د: اتنی موٹی ہو کہ اس سے نظر نہ گزرے۔(یعنی اتنی موٹی ہو کہ پاؤں کی جلد نظر نہ آئے۔)۔

یہ شرائط سلف صالحین سے ثابت ہے :

امام ابو سلیمان موسی بن سلیمان جوزجانیؒ[**صدوق،امام**][54] فرماتے ہیں کہ :

(۱) امام ابو یوسفؒ(**م ۱۸۲؁ھ**) اور

(۲) امام محمدؒ(**م ۱۸۹؁ھ**)نے کہا ہے کہ"**إذا مسح على الجوربين أجزاه الْمسح كَمَا يَجْزِي الْمسْح على الْخُف إِذا كَانَ الجوربان ثخينين لَا يشفان**"جب جرابیں ثخین ہوں اور پانی کو جذب نہ کرتی ہوں ،تو ان پر ایسے ہی مسح جائز ہے جیسے موزے پر مسح جائز ہے۔(**الاصل المعروف بالمبسوط للشیبانی ج:۱ص:۹۱**)

ج:۱ص:۲۳۰) نیز **سنن ابی داؤد حدیث:۱۶۲** پر ہے کہ آپ ﷺ "**یمسح علی ظاھر خفیه**"موزوں کے ظاہری حصے یعنی اوپر مسح فرماتے تھے،امام عبد الغنی مقدسیؒ،امام ابن حجر عسقلانیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔(**التحقیق والتنقیح لابن عبد الہادی ج:۱ص:۳۳۸، تلخیص الحبیر ج:۱ص:۲۸۲)**

[53] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں"**جعل رسول اللہ ﷺ ثلاثة ایام ولیالیھن للمسافر ویوما ولیلة للمقیم**"رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے مسح کی مدت تین دن تین رات مقرر کی ہے اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات۔ (**صحیح مسلم ص:۷۲۵، ح:۶۳۹،دوسرا نسخہ ج:۱ص:۲۳۲)**

[54] قال الامام أبو حاتم الرازي: كان صدوقا, قال الخطيب البغدادي: كان أحد الْفُقَهَاء من أَصْحَاب الرَّأْي, قال الذهبي: (هو) العَلاَّمَةُ, الإِمَامُ, الفقيه, وقال ايضا في مقام اخر: وَكَانَ صَدُوْقاً, مَحْبُوباً إِلَى أَهْلِ الحَدِيْثِ. (الجرح والتعديل: ج **8** : ص **145**, غنية الملتمس : ص **403**, سير أعلام النبلاء : ج **10** : ص **194**, تاريخ الإسلام : ج **5** : ص **468**)

اورثخــــــین کی تعریف کرتے ہوئے مشہور امام فقیہ علاء الدین محمد بن علی حصکفیؒ(م **۱۰۸۸ھ**)[**صدوق،فقیہ**][55] فرماتے ہیں کہ ''**الثخينين بحيث يمشي فرسخا ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ما تحته ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف**'' ثخین وہ جراب ہے جس میں لگاتار چلنا ممکن ہو ،اور وہ خود بخود پنڈلی پر سیدھی کھڑی رہے اور (جب جراب) آنکھوں کے سامنے ہو تو نیچے کی چیز نظر نہ آئے (یعنی اس سے نیچے کی طرف نظر نہ گزر سکے)اور پانی جذب نہ کرے ۔(**الدر المختار ص:۴۱**)

مشہور فقیہ امام ابن عابدینؒ(م **۱۲۵۲ھ**) نے بھی ثخــــــین کی یہی تعریف بیان فرمائی ہے۔(**رد المحتار علی الدر المختار ج:۱ص:۲۶۹**)

(۳)　امام سفیان ثوریؒ(**۱۶۱ھ**)

(۴)　امام عبداللہ بن مبارکؒ(**م ۱۸۱ھ**)

(۵)　امام محمد بن ادریس الشافعیؒ(**م ۲۰۴ھ**)

(۶)　امام احمد بن حنبلؒ(**م ۲۴۱ھ**)

(۷)　امام اسحق بن راہویہؒ(**م ۲۳۸ھ**) یہ سب ائمہ بھی یہی فتوی دیتے ہیں کہ جب جراب ثخین ہوگی تبھی اس پر مسح کیا جائے گا۔(**سنن ترمذی تحت رقم الحدیث:۹۹**)[56]

---

[55] **قال الامام ابن عابدين شامي:(هو) شَيْخُنَا الْعَلَّامَةُ، الْمُحَقِّقُ، الشَّيْخُ، مُفْتِي الشَّامِ، قال خير الدين الزركلي:(هو) مفتي الحنفية في دمشق، كان فاضلا عالي الهمة، عاكفا على التدريس والإفادة، قال عبدالحي الكتاني:هو الشيخ، مفتي الحنفية بدمشق، المحدث الكثير الحفظ والمرويات، ذكره محمد أمين الحموي الدمشقي في عُلَمَاء دمشق وقال شَيخنَا مفتى الشَّام، قال ابن غزي:(هو) الشيخ، الإمام، العلامة، الفقيه، مفتي الحنفية، قال الشيخ عمر:(هو) فقيه، اصولي محدث، مفسر، نحوي.** (رد المحتار على الدر المختار : ج **1** : ص **33**, الأعلام : ج **6** : ص **294**, فهرس الفهارس : ج **1** : ص **347**, خلاصة الأثر : ج **3** : ص **409**, ديوان الإسلام : ج **2** : ص **165**, معجم المؤلفين : ج **11** : ص **56**)

[56] ان سب کے الفاظ یہ ہیں : قَالُوا: يَمْسَحُ عَلَى الجَوْرَبَيْنِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ نَعْلَيْنِ إِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ۔

نوٹ:

امام ترمذیؒ نے تمام ائمہ کے فقہی اقوال کی سند علل کبیر میں بیان فرمائی ہے،جو کہ ان تک پہنچتی ہے۔ جیسا کہ علی زئی صاحب **مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص:۳۰،۲۹** پر لکھتے ہیں۔

معلوم ہو اکہ سلف اور ائمہ کے نزدیک جراب پر مسح تبھی جائز ہے جب جراب میں اوپر ذکر کی گئی شرائط موجود ہوں۔یعنی جب ثخین ہوں ،جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی۔

(۸)　　الامام الفقیہ ابن المفلحؒ (م **۸۸۴ھ**) فرماتے ہیں کہ "وَالْجَوْرَبَيْنِ۔۔۔۔۔۔وَلِأَنَّهُ سَاتِرٌ لِلْقَدَمِ يُمْكِنُ مُتَابَعَةُ الْمَشْيِ فِيهِ أَشْبَهَ الْخُفَّ" جرابوں پر مسح اس لئے بھی جائز ہے کیونکہ وہ قدم کے لئے ساتر ہے (یعنی قدم کو چھپانے والا ہے)اور ان میں بغیر جوتی کے لگا تار چلنا ممکن ہے ،اس اعتبار سے جرابیں موزے کے مشابہ ہیں۔ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ "يُشْتَرَطُ لِجَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى حَوَائِلِ الرِّجْلِ شُرُوطٌ. الْأَوَّلُ: أَنْ يَكُونَ سَاتِرًا لِمَحَلِّ الْفَرْضِ.....الثَّانِي: أَنْ يَكُونَ ثَابِتًا بِنَفْسِهِ، إِذِ الرُّخْصَةُ وَرَدَتْ فِي الْخُفِّ الْمُعْتَادِ، وَمَا لَا يَثْبُتُ بِنَفْسِهِ لَيْسَ فِي مَعْنَاهُ، وَحِينَئِذٍ لَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى مَا يَسْقُطُ لِزَوَالِ شَرْطِهِ" پائی اور پاؤں کے درمیان حائل ہونے والی (یعنی پہنی ہوئی)چیزوں پر مسح کے جواز کے لئے کئی شرطیں ہیں ،پہلی شرط ہے کہ وہ محل فرض کو ڈھانپ لے ،دوسری شرط یہ ہے کہ وہ قدم اور پنڈلی پر بغیر پکڑنے اور باندھنے کے ٹکی رہے ،کیونکہ مسح کی رخصت اس موزے کے بارے میں واردہوئی ہے جو "مروج "تھااور جو ٹک نہ سکیں ،وہ اس مروج موزے کے حکم میں نہیں آتے ہیں ۔اس لئے اس جراب پر مسح جائز نہیں ہے جو گر جائے ،کیونکہ اس میں جواز کی شرط نہیں پائی گئی ۔ **(المبدع فی شرح المقنع ج:۱ص:۱۱۳،۱۲۱،۱۲۲)**

(۹)　　شمس الائمہ امام ابو بکر السرخسیؒ (م **۴۸۳ھ**)[**ثقہ،امام**][57] فرماتے ہیں کہ "وَأَمَّا الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ فَإِنْ كَانَا ثَخِينَيْنِ مُنَعَّلَيْنِ يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَيْهِمَا لِأَنَّ مُوَاظَبَةَ الْمَشْيِ سَفَرًا بِهِمَا مُمْكِنٌ" اگر جرابیں ثخین منعل ہوں تو ان پر مسح جائز ہے ،کیونکہ بغیر جوتی کے ان میں چلنا ممکن ہے۔**(المبسوط للسرخسی ج:۱ص:۱۰۱،۱۰۲)**

(۱۰)　　امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلیؒ (م **۶۲۰ھ**) فرماتے ہیں کہ "كَذَلِكَ الْجَوْرَبُ الصَّفِيقُ الَّذِي لَا يَسْقُطُ إِذَا مَشَى فِيهِ إِنَّمَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبِ بِالشَّرْطَيْنِ اللَّذَيْنِ ذَكَرْنَاهُمَا فِي الْخُفِّ، أَحَدُهُمَا أَنْ يَكُونَ صَفِيقًا، لَا يَبْدُو مِنْهُ شَيْءٌ مِنْ الْقَدَمِ. الثَّانِي أَنْ يُمْكِنَ مُتَابَعَةُ الْمَشْيِ فِيهِ....وَلِأَنَّهُ سَاتِرٌ لِمَحَلِّ الْفَرْضِ، يَثْبُتُ فِي الْقَدَمِ" اسی طرح اس جراب پر بھی مسح جائز ہے جو اتنی سخت او رموٹی ہو کہ چلنے سے نہ گرے ،اور جراب پر مسح کی دو شرطیں ہیں ،جن کو ہم نے موزے کے بیان میں ذکر

---

[57] قال الحافظ عبدالقادر القرشي (هو) الإمَام الْكَبِير شمس الْأَئِمَّة صَاحب الْمَبْسُوط وَغَيره أحد الفحول الْأَئِمَّة الْكِبَار أَصْحَاب الْفُنُون كَانَ إِمَامًا عَلامَة حجَّة متكلما فَقِيها أصوليا مناظرا، قال أبو الحسن علي بن زيد البيهقي (هو) الإمام الزاهد شمس الأئمة، قال الذهبي: (هو) شمس الأئمة، قال حافظ قاسم بن قُطلُوبغا: كان عالمًا، أصوليًا، مناظرًا، قال السمعاني: (هو) امام سرخس. (الجواهر المضية : ج2 : ص28, تاريخ بيهق / تعريب : ص 223, تذكرة الحفاظ : ج4 : ص 32, تاج التراجم : ص234, الأنساب : ج 2 : ص 405)

کر دیا ہے۔ایک یہ وہ جراب سخت اور موٹی ہو کہ قدم کی جلد نظر نہ آئے ۔دوسرے یہ کہ اس میں(بغیر جوتی کے)لگاتار - چلنا ممکن ہو۔

نیز ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ (موٹی جراب پر مسح اسلئے بھی جائز ہے)کیونکہ (وہ)جرابیں پاؤں کیلئے ساتر بھی ہیں ،اور پنڈلی اور پاؤں پر بغیر باندھے اور پکڑے چلنے کے وقت ٹکی رہتی ہیں۔**(المغنی لابن قدامہ ج:۱ص: ۳۷۳،۳۷۴)**

(۱۱) حافظ محمد بن عبداللہ الزرکشیؒ(م **۷۷۲ھ**)فرماتے ہیں کہ "**كذلك الجورب الصفيق، الذي لا يسقط إذا مشى فيه لما كان الخف المعتاد من شأنه أن يكون صفيقا، لا يسقط إذا مشى فيه، لم يصرح بذكر هذين الشرطين فيه، ولما كان الجورب -وهو غشاء من صوف، يتخذ للدفء- يستعمل تارة وتارة كذا، صرح باشتراط ذلك فيه، وقد تقدم بيان هذين الشرطين عن قرب**"
اسی طرح ان جرابوں پر مسح جائز ہے ،جو سخت اور موٹی ہوں ،جب اس میں چلے تو وہ (بغیر باندھنے کے)نہ گریں،چونکہ مروج اور معتاد موزے ثخین بھی ہوتے ہیں اور چلنے سے گرتے بھی نہیں ،اسلئے ان میں ان دو شرطوں کی ضرورت نہ تھی لیکن جراب جو اون سے ُبنا جاتاہے پاؤں کی گرمائش کے لئے ،ان کو کبھی کبھی استعمال کیا جاتا ہے موزوں کی طرح ،اس ان میں دونوں شرطوں کی صراحت کردی ہے۔**(شرح الزرکشی ج:۱ص:۳۹۷،۳۹۸)**

(۱۲)امام ابو محمد عبدالرحمن بن ابراہیم المقدسیؒ(م **۶۲۴ھ**)فرماتے ہیں کہ "**يشترط للجورب (أن يكون صفيقاً يستر القدم) لأنه إذا كان خفيفاً يصف القدم لم يجز المسح عليه لأنه غير ساتر فلم يجز المسح عليه كالخف المخرق ويشترط (أن يثبت في القدم) بنفسه من غير شد، فإن كان يسقط من القدم لسعته أو ثقله لم يجز المسح عليه**" جراب پر مسح کے جواز کیلئے شرط ہے کہ جراب سخت اور موٹی ہو ،جو قدم کو چھپالے ،کیونکہ جب وہ باریک ہوں اور قدم کی جلد کو ظاہر کرے تو اس پر مسح جائز نہیں ،کیونکہ وہ قدم کیلئے ساتر نہیں،تو یہ پھٹے ہوئے موزے کی طرح ہوگی، یہ بھی شرط ہے کہ وہ بغیر باندھنے کے قدم پر ٹکی رہے ،اگر فراخ یا ثقیل ہونے کی وجہ سے قدم سے گر جائے تو اس پر مسح جائز نہیں۔**(العدۃ شرح العمدۃ ص:۳۷)**

(۱۳)　　الامام المجتہد علی بن محمد الماوردیؒ(م **۴۵۰ھ**)فرماتے ہیں کہ": **قال الشافعي رضي الله عنه: "وما لبس من خف خشب أو ما قام مقامه أجزأه أن يمسح عليه". قال الماوردي: وهذا صحيح. وجملته أن كل خف اجتمعت فيه ثلاث شرائط متفق عليها، ....جاز المسح عليه، من جلود أو لبود أو حديد أو خشب أو جورب. أحد الشرائط الثلاثة أن يكون ساتر الجميع القدم إلى الكعبين حتى لا يظهر شيء لا من أعلى الخف وساقه، ولا من خرق في وسطه أو أسفله، فإن ظهر شيء من القدم من أي جهة ظهر، لم يجز المسح عليه. والثاني: أن لا يصل بلل المسح إلى القدم، فإن وصل إما لخفة نسج أو رقة حجم لم يجز المسح عليه. والشرط الثالث: أن يمكن متابعة المشي عليه لقوته، فإن لم يمكن متابعة المشي لضعفه، أو ثقله لم يجز المسح عليه**"امام شافعیؒ نے کہا:

موزہ پہن لے یا جو موزے کے قائم مقام ہے (جیسے جراب)وہ پہن لے ،تو اس پر مسح جائز ہے۔(امام ماوردیؒ کہتے ہیں) یہ صحیح ہے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ موزہ جس میں تین اتفاقی شرطیں پائی جائیں ،اس پر مسح جائز ہے خواہ موزہ یا اسکے قائم مقام والی چیز چمڑے کی ہو یا بالوں کی ہو ،لوہے کا ہو یا لکڑی کا یا جراب ہو۔ (اختصار کے ساتھ)وہ شرائط یہ ہیں :

(ا) ٹخنے کے ساتھ پورا قدم چھپالے۔

(اا) پاؤں تک پانی کو پہنچنے سے روکے۔

(ااا) اس میں لگاتار چلنا ممکن ہو۔(**الحاوی الکبیر ج:اص:۳۶۵**)

(۱۴) امام شمس الدین ابن قدامہؒ (م۶۸۲ھ) جراب پر مسح جائز ہونے کی وجہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"**الجورب في معنى الخف لأنه ملبوس ساتر لمحل الفرض يمكن متابعة المشي فيه أشبه الخف**" جراب موزے کے حکم میں ہوتا ہے ،کیونکہ وہ محل فرض کو چھپاتا ہے ،(یعنی وہ قدم کی ساخت کو چھپاتا ہے)اور اس میں بغیر جوتی کے چلنا بھی ممکن ہے۔(**الشرح الکبیر علی متن المقنع ج:اص:۱۴۹**)

(۱۵) امام ابو اسحٰق الشیرازیؒ (م۴۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ "**إن لبس جورباً جاز عليه المسح عليه بشرطين: أحدهما أن يكون صفيفاً لا يشف والثاني أن يكون منعلاً فإن اختل أحد هذين الشرطين لم يجز المسح عليه وإن لبس خفاً لا يمكن متابعة المشي عليه إما لرقته أو لثقله لم يجز المسح عليه**" اگر جراب پہن لی تو اس پر دو شرطوں کے ساتھ مسح جائز ہے ،ایک یہ کہ وہ جراب اتنی سخت اور موٹی ہے کہ پانی کو جذب نہ کرے ،دوسری کہ وہ منعل ہو ۔اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو ان پر مسح جائز نہیں۔(**المہذب للشیرازی ص:۴۶،۴۷**)

(۱۶) امام ابو حامد الغزالیؒ (م۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ "**ان كان لا يداوم المشي عليه فلا يجوز المسح على الجورب**" اگر کسی جراب میں لگاتار چلنا ممکن نہ ہو تو (ایسی)جراب پر مسح کرنا جائز نہ ہوگا۔(**الوسیط للغزالی ج:اص:۳۹۹**)

(۱۷) حافظ المغرب امام ابن عبد البرؒ (م۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ "**فان كان الجورب ان مجلدين كالخفين مسح عليهما وقد روى عن مالك: منع المسح على الجوربين وان كانا مجلدين، والاول اصح**" اگر دونوں جراب چمڑے کی ہو ، خفین کی طرح (اگر اس میں مسح کی شرطیں پائی جاتی ہوں)تو (امام مالکؒ کے نزدیک)ان پر مسح جائز ہے ،اور امام مالکؒ سے (ایک اور

قول)مروی ہے کہ انہوں نے جراب پر مسح سے منع کیا ،اگرچہ وہ چمڑے کی ہو ،اور (یہاں پر حافظ المغرب ؒ کہتے ہیں کہ) پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔**(الکافی فی فقہ اہل المدینۃ ج:۱ص:۱۷۸،واللفظ لہ ،المدونہ ج:۱ص:۱۴۳)**

(۱۸) امام نوویؒ **(م۶۷۶؁ھ)** فرماتے ہیں کہ ’’الصَّحِيحَ مِنْ مَذْهَبِنَا أَنَّ الْجَوْرَبَ إِنْ كَانَ صَفِيقًا يُمْكِنُ مُتَابَعَةُ الْمَشْيِ عَلَيْهِ جَازَ الْمَسْحُ عَلَيْهِ وَإِلَّا فَلَا‘‘ ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ جراب اگر سخت ہو اور اس میں (بغیر جوتی کے) لگاتار چلنا ممکن ہو ،تو اس پر مسح جائز ہے ،ورنہ جائز نہیں۔**(المجموع للنووی ج:۱ص:۴۹۹)**

(۱۹) امام رافعیؒ **(م۶۲۳؁ھ)** فرماتے ہیں کہ ’’**الثاني ان يكون قويا والمراد منه كونه بحيث يمكن متابعة المشي عليه....فلا يجوز المسح على اللفائف والجوارب المتخذة من الصوف واللبد لانه لا يمكن المشي عليها....ولانها لا تمنع نفوذ الماء إلى الرجـــل**‘‘ دوسری شرط یہ ہے کہ جراب مضبوط ہو ،تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں لگاتار چلنا ممکن ہو۔۔۔۔۔لہذا اون (woolen)اور بالوں کی جرابوں پر مسح جائز نہیں،کیونکہ اس میں لگا تار چلنا ممکن نہیں اور یہ پانی کو پاؤں تک پہنچنے سے بھی نہیں روکتی۔**(الشرح الکبیر للرافعی ج:۲ص:۳۷۳)**

(۲۰) امام بغویؒ **(م۵۱۶؁ھ)** فرماتے ہیں کہ ’’**لا يجوز المسح على جورب الصوف، واللبد، إلا أن يركب طاقةً فوق طاقةٍ؛ حتى يتصفق وينعل قدمه؛ بحيث يمكن متابعة المشي عليه**‘‘ اون اور بال کے موزے پر مسح جائز نہیں ،مگر یہ کہ وہ مرکب ہو تہ بہ تہ ہو ، یہاں تک کہ اس کے قدم کو ڈھانپ لے ،اس طور پر کہ اس کو پہن کر مسلسل چلنا ممکن ہو ۔**(التھذیب للبغوی ج:۱ص:۴۳۲)**

(۲۱) امام عبداللہ بن محمود الموصلیؒ **(م۶۸۳؁ھ)[ثقہ،علامہ،مفتی]**[58] فرماتے ہیں کہ ’’**يَجُوزُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ إِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ أَوْ مُجَلَّـدَيْنِ أَوْ مُنَعَّلَـيْنِ**‘‘ جرابوں پر مسح تب جائز ہے ،جب ثخـین یا مجلد (وہ جراب جس کے اوپر نیچے چمڑا ہو)یا منعل ہو۔**(الاختیار لتعلیل المختار ج:۱ص:۱۲۴)**

---

[58] ذكره الذهبي: (هو) الفقيه، المفتي، إمامٌ، عالم، مصنِّف، قَالَ ابن الفُوطي: (هو) شيخنا الامام، العالم، المحدّث الفقيه، القاضي، وكان واسع الرواية، موصوفا بالفهم والدراية، عارفا بالفروع والأصول، كثير المحفوظ، قال الامام المحدث أَبُو الْعَلَاء الفرضي في مُعْجم شُيُوخه: كَانَ شَيخا فَقِيها عَالما فَاضلا مدرسا عَارِفًا بِالْمذهبِ، قال الحافظ قاسم بن قُطلُوبغا: وكان فقيهًا عارفًا بالمذهب، قال ابن تغري: (هو) العلامة شيخ الإسلام مجد الدين أبو الفضل الموصلي، وقال ايضا في مقام اخر: قلت: أثنى على علمه، وغزير فضله، ودقيق نظره، وجودة فكره جماعة كثيرة، وكان إمام عصره، ووحيد دهره، وآخر من كان يرحل إليه من الآفاق، تفقه به جماعة من أعيان السادة الحنفية، وكان إماماً ورعاً، ديناً خيراً، مترفعاً على الملوك والأعيان، متواضعاً للفقراء والطلبة، وعنده مروءة وتعصب للفقراء، رحمه الله تعالى، قال الحافظ الدمياطي: (هو) الفقيه العلامة المفتي. (تاريخ

(۲۲) فخر الاسلام ،فقیہ العصر ،امام ابو بکر الشاشیؒ (م۵۰۷؁ھ) کہتے ہیں کہ ”ان لبس جورباً صفیقاً لا یشف و منعلاً یمکن متابعة المشی علیه جاز المسح علیه“ اگر ایسی جرابیں پہن لی جو سخت ہونے کی وجہ سے پانی جذب نہ کرے اور ایسی منعل ہو کہ کہ ان میں لگاتار چلنا ممکن ہو ،تو اس پر مسح جائز ہے۔(**حلیۃ العلماء ج:۱ص:۱۳۴**)

(۲۳) فقیہ ابو الحسین یحییٰ العمرانیؒ (م۵۵۸؁ھ) کہتے ہیں کہ ”قال أصحابنا: والجوارب على ضربين: فالأول: منه ما يمكن متابعة المشي عليه، بأن يكون ساترًا المحل الفرض صفيقًا، ويكون له نعل، فيجوز المسح عليه. والثاني: إن كان الجورب لا يمكن متابعة المشي عليه، مثل: أن لا يكون منعل الأسفل، أو كان منعلا، لكنه من خرق رقيقة، بحيث إذا مشى فيه تخرق، لم يجز المسح عليه“ (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) ہمارے اصحاب نے کہا کہ جرابیں دو قسم کی ہیں :

(۱) وہ جس کو پہن کر لگاتار چلنا ممکن ہو اور وہ پاؤں کے محل فرض کو چھپاتی ہو ،اس پر مسح جائز ہے۔

(۲) دوسری وہ قسم ہے کہ جس کو پہن کر لگاتار نہیں چلا جاسکتا ،اگر اس میں چلا جائے تو وہ پھٹ جائے گی ۔تو ایسی جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے۔اور آگے کہتے ہیں کہ ” هذا مذهبنا وبه قال مالك وأبو حنيفة“ یہ ہمارا مذہب ہے ،اور یہی بات امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے بھی کہی ہے۔(**البیان للعمرانی ج:۱ص:۱۵۶،۱۵۷**)

(۲۴) امام مجد الدین ابو البرکات عبدالسلام بن تیمیہؒ (م۶۵۲؁ھ) فرماتے ہیں کہ ”يمسح على ما يستر محل الفرض ويثبت بنفسه من جورب، وجرموق ونحوه فان كان واسعاً يسقط من قدمه أو يبدو منه شئ لخرق أو غيره لم يجز المسح عليه“ مسح کرے جراب وغیرہ پر جب وہ پاؤں کے محل فرض کو چھپاتی ہو،اور خود سے کھڑی ہوتی ہو ،پھر اگر جراب اتنی چوڑی ہو کہ پاؤں سے گر جاتی ہو ،یا اس سے (پاؤں کا) کوئی حصہ نظر آتا ہو پھٹن یا کسی اور وجہ سے ،تو ایسی جراب پر مسح جائز نہیں۔ (**المحرر لمجد الدین ابن تیمیہ ج:۱ص:۱۲**)

(۲۵) الامام الفقیہ ابوالحسن علی بن سلیمان المرداوی (م۸۸۵؁ھ) فرماتے ہیں کہ ” ومفهوم قوله [وثبت بنفسه] أنه اذا كان لا يثبت الا بشده لا يجوز المسح عليه، وهو المذهب من حيث الجملة، ونص عليه، وعليه الجمهور“ ثبت بنفسہ یعنی وہ خود سے ٹکی رہے ۔اسکا مطلب یہ ہے کہ جب جراب باندھے بغیر نہ ٹکے تو اس مسح جائز نہیں ،اور یہی اصل مذہب ہے ،اور اسی کی تصریح کی گئی ہے ،اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔(**الانصاف ج:۱ص: ۱۷۹**)

الإسلام : ج 15 : ص 496, مجمع الآداب : ج 4 : ص 440, الجواهر المضية : ج 1 : ص 291, تاج التراجم : ص 177, المنهل الصافي : ج 7 : ص 124)

(۲۶) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ "یمسح اذا ثبت علی قدمیہ" جرابوں پر مسح تب کرے گا جب وہ اسکے قدموں پر ٹکی رہیں۔ **(مسائل حرب الکرمانی ص:۳۶۴، رقم :۴۸۵)**

(۲۷) امام الحرمینؒ (م ۴۷۸ھ) فرماتے ہیں کہ "فمذهبنا ان من لبس جورباً ضعيفاً لا يعتاد المشي فيه وحده، فلا سبيل الى المسح عليه" ہمارا مذہب یہ ہے کہ جس نے ایسا کمزور پتلا جراب پہنا جس میں عادۃً تنہا پہن کر چلا نہیں جا سکتا، تو ایسی جرابوں پر مسح کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ **(نہایۃ المطلب ج:۱ص:۲۹۴)**

(۲۸) الامام الحافظ الفقیہ ابو ثورؒ (م ۲۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ "یمسح علیهما اذا کانا یمشی فیهما" جرابوں پر مسح اس وقت کیا جائے گا جب ان میں چلا جا سکتا ہو۔ **(الاوسط لابن المنذر: ج:۱ص:۴۶۳)**

(۲۹) امام ابو المحاسن عبد الواحد الرویانیؒ (م ۵۰۲ھ) بھی یہی کہتے ہیں (اختصاراً عرض ہے) کہ جراب پر مسح کے لئے تین شرطیں ہیں :

(۱) مکمل پیر کو ٹخنوں کے اوپر تک چھپائے۔

(۲) ایسا موٹا ہو کہ پانی کو جذب نہ کرے۔

(۳) اس میں لگاتار چلنا ممکن ہو۔ **(بحر المذہب للرویانی ج:۱ص:۲۹۰)**[59]

الغرض سلف صالحین ،فقہاء اور محدثین کے ارشادات سے معلوم ہو ا کہ اگر کسی جراب میں یہ شرطیں موجود ہوں کہ :

---

[59] **نوٹ:**

اہل حدیث غیر مقلدین کے نزدیک محض بعض علماء کے ساتھ شافعی، مالکی، حنبلی اور حنفی وغیرہ لکھا ہونے کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ وہ ان ائمہ کے مقلدین ہیں۔ چنانچہ اہل حدیثوں کے محدث زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ بعض علماء کے ساتھ شافعی، مالکی، حنبلی اور حنفی وغیرہ سابقوں یا لاحقوں کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ یہ علماء مقلدین کی صف میں شامل تھے۔ **(جزء رفع الیدین ص:۱۱، ۱۰)** ایک اور مقام پر تحریر کرتے ہیں کہ شافعی علماء یہ اعلان کرتے تھے کہ ہم شافعی علماء کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے موافق ہو گئی ہے اور عالم کیونکر مقلد ہو سکتا ہے۔ **(اختصار فی علوم الحدث مترجم ص:۱۳)** معلوم ہوا کہ علماء کے نام کے ساتھ محض حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی آنے سے ان کا مقلد ہونا غیر مقلدین کے نزدیک ثابت نہیں ہو تا۔ لہذا یہاں پر جتنے بھی فقہاء اور محدثین کے حوالے ذکر کئے گئے ہیں، غیر مقلدین کے نزدیک یہ ان ائمہ فقہاء اور محدثین کی تحقیق اور اجتہاد ہے، نہ کہ ان کی مقلدانہ رائے۔

(ا) اس جراب میں لگاتار چلنا ممکن ہو ۔(مثلاً تین میل ،یعنی وہ جراب ایسی مضبوط ہو کہ اس میں تین میل تک لگاتار چلنا ممکن ہو اور اس میں پھٹن یا شگاف نہ ہو)۔

(ب)اتنی موٹی اور سخت ہو کہ بغیرباندھے اور بغیر سہارے کے پاؤں پر ٹکی رہے۔

(ج)پانی کو جذب نہ کرے۔

(د)اتنی موٹی ہوکہ اس سے نظر نہ گزرے۔(یعنی پاؤں کی جلد نظر نہ آے)،تب ان پر مسح کرنا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

نوٹ :

بازار میں آج کل جو جراب اون (woollen)اور مختلف کپڑے کی موجود ہے ان پر مسح قطعاً جائز نہیں کیونکہ اوپر ذکر کی گئی شرطیں اس قسم کی جراب میں نہیں پائی جاتیں۔لہذا ایسی جراب پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ

- امام نووی ؒ(م ۶۷۶؁ھ)

- امام ابو محمد عبدالرحمن بن ابراہیم المقدسی ؒ(م ۶۲۴؁ھ)

- امام موفق الدین ابن قدامہ ؒ(م ۶۲۰؁ھ)

- امام ابو بکر السرخسی ؒ(م ۴۸۳؁ھ)

- امام ماوردی ؒ(م ۴۵۰؁ھ)

- امام ابن نجیم ؒ(م ۹۷۰؁ھ)[ثقہ،فقیہ][60]

- امام برہان الدین محمود بن احمد البخاری ؒ(م ۶۱۶؁ھ) [صدوق][61]

[60] قال تقي الدين بن عبد القادر التميمي الغزي: كان إماماً عالماً عاملاً، مؤلفاً مُصنفاً، ماله في زمنه نظيرٌ، قال أبو المعالي محمد بن عبد الرحمن بن الغزي: (هو) الإمام العلامة الفقيه قال نجم الدين محمد بن محمد الغزي: زين بن نجيم الشيخ العلامة، المحقق المدقق الفهامة، قال خير الدين الزركلي: (هو) فقيه حنفي، من العلماء مصري، وفي شذرات الذهب هو الإمام العلّامة، البحر الفهامة، وحيد دهره، وفريد عصره، كان عمدة العلماء العاملين، وقدوة الفضلاء الماهرين، وختام المحقّقين والمفتين. (الطبقات السنية : ص 289, ديوان الإسلام : ج 4 : ص 338, الكواكب السائرة : ج 3 : ص 137, الأعلام : ج 3 : ص 64, شذرات الذهب : ج 10 : ص 523)

- امام ابو بکر محمد بن احمد علاء الدین سمرقندیؒ (م ۵۴۰ھ) [**شیخ، صدوق**][62] اور ان علاوہ بھی کئی فقہاء ومحدثین نے باریک جراب پر مسح کو ناجائز قرار دیا ہے۔(**المجموع :ج: ۱ص: ۴۹۹، العدہ شرح عمدہ ج:۱ص: ۴۰، المغنی ج: ۱ص: ۳۷۴، المبسوط ج: ۱ص: ۱۰۲، الحاوی الکبیر ج: ۱ص: ۳۵۶، البحر الرائق ج: ۱ص: ۱۹۲، المحیط البرہانی ج:۱ص: ۱۶۹، ۱۷۰، تحفۃ الفقہاء ج:۱ص: ۸۶**)

لہذا بازار میں موجود اون اور کپڑے کی قسم کے باریک جرابوں پر مسح ناجائز ہے اور ایسے جراب پر مسح کرنے سے بچنا ضروری ہے،ورنہ وضو ہی نہ ہوگا۔

زخم ،پٹی وغیرہ پر مسح :

اگر کسی کو زخم، پھوڑا یاایسی بیماری ہو جس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہو ،تو وضو کرتے وقت پھوڑے یا زخم کی جگہ پر صرف مسح کرلے ،باقی حصے کو پانی سے دھو لے۔

اسی طرح پٹی وغیرہ باندھی ہوئی ہو اور کھولنے سے نقصان ہوتا ہو ،تو اس کے اوپر سے مسح کرلے ، ورنہ اگر کھولنے سے نقصان نہ ہو تا ہو ،تو اس پٹی کو کھول کر مسح کرے۔[63]

---

[61] قال حاجي الخليفة: (هو) الشيخ، الإمام، العلامة, قال خير الدين الزركلي: (هو) من أكابر فقهاء الحنفية. عدّه ابن كَمَال باشا من المجتهدين في المسائل. وهو من بيت علم عظيم في بلاده, قال عبد الحي الكنوي: كان من كبار الائمة واعيان فقهاء الامة اماما ورعا مجتهدا متواضعا عالما كاملا بحرا زاخرا حبرا فاخرا. (كشف الظنون :ج 2 : ص 1619, الأعلام : ج 7 : ص 161, الفوائد البهية : ص 205)

[62] قال الامام علاء الدين الكاساني: (هو) أُسْتَاذِي وَارِثُ السُّنَّةِ, وَمُوَرِّثُ الشَّيْخِ الْإِمَامِ الزَّاهِدِ عَلَاءِ الدِّينِ رَئِيسِ أَهْلِ السُّنَّةِ, قال أبو سعد السمعاني :(هو) إمام فاضل في الفتوى والمناظرة والأصول والكلام, قال عبد الحي الكنوي: (هو) شيخ كبير فاضل جليل القدر. (بدائع الصنائع: ج 10 : ص 4349, المنتخب من معجم شيوخ السمعاني : ص 1393, ,الفوائد البهية : ص 158)

[63] روایت کے الفاظ یہ ہیں : ”عن ابن عمر انہ توضأ وكفہ معصوبة فمسح على العصائب وغسل سوى ذلك“(**سنن کبری للبیہقی ج:۱ص:۳۴۹،۳۴۸**، امام بیہقیؒ اور امام المحدث ملا علی قاریؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ، **مرقات ج:۲ص:۴۸۴، مزید دیکھئے: مصنف عبد الرزاق ج:۱ص:۱۶۲، ۱۶۰، سنن کبری للبیہقی ج:۱ص:۳۴۸**)

نواقض وضو (یعنی وہ باتیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے)

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ چیزیں یہ ہیں :

(۱) پیشاب یا پائخانہ کرنا یادونوں راستوں سے کسی اور چیز کا نکلنا۔[64]

(۲) ہوا کا نکلنا۔[65]

(۳) بدن کے کسی مقام سے خون یا پیپ کا نکل کر بہہ جانا۔[66]

(۴) منھ بھر کر قے کرنا۔[67]

(۵) لیٹ کر یا سہارا لیکر سوجانا۔[68] (ایسا سہارا کہ اگر وہ ہٹادیا جائے تو گر جائے)

---

[64] **سورۃ المائدۃ :٦،سنن نسائی حدیث نمبر:۱۵۸**،روایت کے الفاظ یہ ہیں :قال صفوان بن عسال: کنا اذا کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر امرنا ان لا ننزع ثلاثا الا من جنابۃ ولکن من غائط وبول ونوم۔اس روایت کو امام ترمذیؒ نے حسن صحیح ،امام ابن الملقنؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔**(سنن ترمذی حدیث نمبر: ۹٦،البدر المنیر ج:۳ص:۹**،نیز دیکھئے **المعجم الکبیر للطبرانی ج:۸ص:۵۵، حدیث نمبر: ۷۳۵۰،الملخصات واجراء اخری لابی طاہر المخلص ج۴ص:۱۰۰،۱۰۱،حدیث نمبر:۳۰٦۷۔**

[65] روایت کے الفاظ یہ ہیں:قال رسول اللہ ﷺ لا تقبل صلاۃ من احدث حتی یتوضأ،قال رجل من حضر موت:ما الحدث یا ابا ھریرۃ قال:فساء او ضراط۔**(صحیح البخاری حدیث نمبر:۱۳۵)**

[66] حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا اور میری ناک میں سے خون نکلا "فأمرنی ان احدث وضوءا"تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں نیا وضو کروں۔**(الکامل لابن عدی ج:۲ص:۳۷۵،واسنادہ حسن)**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "من اصابہ قیٔ او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن علی صلاتہ"کہ جسے دوران نماز الٹی ہو جائے یا ناک میں سے خون نکل جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیئے کہ وہ جا کر وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کرے۔ **(سنن دارقطنی حدیث نمبر:۵۷۲)**امام محمد بن یحییٰ الذہلیؒ **(م۲۵٦ھ)** نے اس روایت کو صحیح مرسل قرار دیا ہے ،اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ابن الجوزیؒ اور امام ابن عبدالہادیؒ فرماتے ہیں کہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔**(التحقیق لابن الجوزی ج:۱ص:۱۸۸، تنقیح التحقیق ج:۱ص:۲۸۵)** اس مسئلے کی تفصیل **"الاجماع:شمارہ نمبر۳:ص۲۲۸"** پر موجود ہے۔

[67] حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ان رسول اللہ ﷺ قاء فتوضأ"اللہ کے رسول ﷺ نے قئ کی پھر وضو فرمایا۔**(سنن ترمذی حدیث نمبر:۸۷)**امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح ،امام ابن خزیمہؒ،امام ابن حبانؒ،امام ابن جارودؒ نے صحیح ،امام حاکمؒ نے صحیح علی شرط الشیخین ،امام بغویؒ نے حسن قرار دیا ہے۔**(صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر:۱۹۵٦، صحیح ابن حبان حدیث نمبر:۱۰۹۷،المنتقی لابن الجارود حدیث نمبر: ۸،شرح السنہ للبغوی ج:۱ص:۱۳۳)** مزید تفصیل **"الاجماع:شمارہ نمبر۳:ص۲۳۱"** پر موجود ہے۔

(۶) بیماری یا کسی وجہ سے بیہوش ہوجانا۔[69]

(۷) مجنون یعنی دیوانہ ہوجانا۔[70]

(۸) نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا۔ (یعنی اتنی آواز سے ہنسنا کہ پاس والے آدمی سن لیں)[71]

تیمم کا بیان :

---

[68] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب (ینامون ثم یصلون ولا یتوضؤن) (بغیر سہارے کے) سوتے تھے اور پھر بغیر وضو کیے نماز پڑھتے تھے۔امام مسلمؒ (م ۲۶۱ھ) اس روایت کو [باب الدلیل علی ان نوم الجالس لا ینقض الوضوء] میں لا کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بغیر سہارے کے بیٹھ کر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(**صحیح مسلم ص:۳۷۳،حدیث نمبر: ۸۳۵، دوسرا نسخہ ج:۱ص:۲۸۴**)اور عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ "من نام جالسا فلا وضوء علیه" جو بیٹھ کر (بغیر سہارے کے) سوئے اس پر وضو نہیں ہے۔(**مسند شافعی ج:۱ص:۱۸۲،۱۸۳**،امام ابن الاثیرؒ (م ۶۰۶ھ) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے،**مسند الشافعی لابن الاثیر ج:۱ص:۲۲۵**)

[69] مرض الوفات میں آپ ﷺ کو ہوش آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی تو حضرت عائشہؓ نے کہا: کہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ضعوا لی ماء فی المخضب" میرے لئے ایک لگان میں پانی رکھدو آپ نے غسل فرمایا پھر جب اٹھنے لگے تو بیہوش ہوگئے، پھر یہی معاملہ تین بار پیش آیا اور ہر مرتبہ آپ ﷺ نے غسل کیا۔(**صحیح بخاری حدیث نمبر:۶۸۷**) اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام ابن المنذرؒ (م ۳۱۹ھ) فرماتے ہیں کہ **"ولیس فی اغتسال رسول اللہ ﷺ دلیل علی ان ذلک واجب اذلو کان واجبا لامر بہ فالوضوء واجب لاجماع اھل العلم علیہ، والاغتسال یستحب لفعل رسول اللہ ﷺ"**۔(**الاوسط لابن المنذر ج:۱ص:۱۵۵،حدیث نمبر:۴۹**)

[70] بیہوش ہونے کی طرح مجنون و پاگل ہونے کی وجہ سے عقل زائل ہوجاتی ہے اور احساسات کی خبر نہیں رہتی ہے اس لئے اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ "اذا افاق المجنون توضأ وضوءہ للصلاۃ" جب مجنون ہوش میں آئے، جب جنون کی کیفیت ختم ہوجائے تو وہ نماز کے وضو کی طرح وضو کرے۔(**مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر:۴۹۳**،واسنادہ حسن، نیز دیکھئے، **الاوسط لابن المنذر ج:۱ص:۱۵۵،حدیث نمبر:۴۹**)

[71] حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "من ضحک فی صلاۃ قھقھۃ فلیعد الوضوء والصلاۃ" جس نے نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسا تو وہ اپنا وضو اور نماز دہرائے۔(**الکامل لابن عدی ج:۴ص:۱۰۱،التحقیق لابن الجوزی ج:۱ص:۱۹۴**،امام زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے اس روایت کو صحیح ثابت کیا ہے،**نصب الرایہ ج:۱ص:۴۸**) حضرت ابو موسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، کہ اچانک ایک نابینا حضرت کنوئیں میں گر گئے، تو بہت سے مقتدی ہنس پڑے "فامر رسول اللہ ﷺ من ضحک ان یعید الوضوء ویعید الصلاۃ" رسول اللہ ﷺ نے ان کو وضو اور نماز لوٹانے کا حکم دیا۔(**معجم الکبیر للطبرانی، بحوالہ نصب الرایہ للامام زیلعی**، اس روایت میں امام محمد بن عبد الملک الدقیقیؒ (م ۲۶۶ھ) ثقہ صدوق ہیں **تقریب رقم:۶۱۰۱، تہذیب التہذیب ج:۹ص:۳۱۹**، باقی رجال کے بارے میں امام ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ "بقیۃ رجالہ موثقون" باقی رجال ثقہ ہیں، **مجمع الزوائد حدیث نمبر:۱۲۷۸**، اسی طرح **کتاب الآثار بروایت امام یوسف ص:۲۸** پر بھی ایک مرفوع حدیث موجود ہے، جس کو امام عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے **نخب الافکار ج:۲ص:۶۵،۶۴** پر ثابت کیا ہے۔مزید تفصیل "**الاجماع: شمارہ نمبر ۴: ص ۱**" پر موجود ہے۔

وضو یا غسل کے لئے پانی نہ ملے ،یا پانی کے استعمال سے بیمار ہوجانے یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو ،تو ایسی حالت میں تیمم کرنا جائز ہے اور تیمم پاک مٹی ،پہاڑ ،ریت اور چونے ،گچ وغیرہ پر ہوتا ہے۔ **(سورہ نساء :۴۳، صحیح بخاری :حدیث نمبر:۳۳۷)**[72] **(مزید وضاحت کی ضرورت ہے)**

تیمم کا طریقہ :

تیمم میں نیت فرض ہے،[73] یعنی تیمم کرنے سے پہلے نیت کرلے کہ میں ناپاکی دور کرنے کے لئے یا نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں۔

تیمم میں دو ضربیں ہیں (یعنی دو بار مٹی یا دیوار پر ہاتھ مارنا ہے)۔

پہلی بار ہاتھ مٹی پر مار کر پورے چہرے پر ملے یعنی جتنا حصہ منھ کا دھویا جاتا ہے اتنے حصے پر ہاتھ سے ملے ۔پھر دوسری بار ہاتھ مار کر ہاتھوں کو کہنیوں تک ملے اور انگلیوں کا خلال بھی کرے ۔[74] اس سے جتنی پاکی وضو یا غسل سے حاصل ہوتی ہے اتنی ہوجائے گی۔**(سورہ نساء :۴۳)**

---

72 روایت کے الفاظ ہیں ”فمسح بوجهه ويديه ثم رد عليه السلام“اس حدیث کی تشریح کے تحت اہل حدیث عالم داؤد راز صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے امام بخاریؒ نے حالت سفر میں تیمم کرنے کا جواز ثابت کیا ہے۔ **(صحیح بخاری ترجمہ داؤد رضا صاحب ج:۱ص:۴۱۸)** اور امام حماد بن ابی سلیمانؒ **(م۱۲۰ھ)** **[ثقہ امام مجتہد]**فرماتے ہیں کہ ”كل شيئ ضربت عليه بيديک فهو صعيد حتى غبار لبدک“کہ (تیمم کے لئے) ہر وہ چیز جس کو تو اپنے دونوں ہاتھ سے مارتا ہے ،پاک مٹی(کے حکم میں) ہے۔اگرچہ وہ تیرے جانور کے زین کا غبار ہی کیوں نہ ہو ۔ایک دوسرے قول میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ ”يتيمم بالصعيد والجص والجبل والرمل“تیمم پاک مٹی ،چونے ،پہاڑ اور ریت سے کرنا جائز ہے۔**(مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر:۱۷۱۶،۱۷۱۷**،واسنادہ حسن لغیرہ ،**الاوسط لابن المنذر ج:۲ص:۳۷)**

73 امام قدوریؒ **(م۴۲۸ھ)** فرماتے ہیں کہ ”النية فرض في التيمم“تیمم میں نیت فرض ہے۔**(مختصر القدوری ص:۱۰)**کیونکہ اس کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے۔دیکھئے **سورہ نساء :۴۳**

74 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”كان تيمم رسول الله ﷺ ضربتين، ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين“رسول اللہ ﷺ کے تیمم میں دوضربیں تھیں :ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھ کہنیوں تک کے لئے۔**(مسند امام ابو حنیفہ بروایت امام محمد بن المظفر** ،بحوالہ جامع المسانید للامام الخوارزمی ج:۱ص:۲۳۴،واسنادہ صحیح ، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ نے اس کو صحیح مرفوع کہا ہے،**اعلاء السنن حاشیہ ج:۱ص:۳۱۹**،مزید دیکھئے سنن کبری للبیہقی ج:۱ص:۳۱۶،حدیث نمبر: ۹۹۳،واسنادہ حسن) نیز حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”التيمم ضربة للوجه، وضربة للذراعين الى المرفقين“تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لئے ہے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھ کہنیوں تک کے لئے ہے۔**(سنن دار قطنی حدیث نمبر: ۶۹۱واللفظ لہ ۶۹۲**،امام دار قطنیؒ اورامام ابن مفلحؒ فرماتے ہیں کہ اسکے رجال ثقہ ہیں ،امام حاکمؒ،امام بیہقیؒ امام ابن الملقنؒ اور امام ذہبیؒ نے اسکی سند کو صحیح اور امام ابن حجرؒ نے حسن قرار دیا ہے ،نیز حافظ

جس وجہ سے تیمم کیا ،اگر وہ دور ہوجائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا ،مثلاً پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کیا تھا: لیکن کچھ وقت کے بعد پانی مل جائے ،تو تیمم ختم ہوجائے گا اور اب پانی سے وضو کرنا ہو گا ۔[75] اس کے علاوہ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہیں چیزوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

ابن عبدالہادیؒ اور حافظ قاسم ابن قطلوبغاؒ نے اس روایت کا دفاع کیا ہے اور اسکی سند کو ثابت کیا ہے۔(**مستدرک للحاکم حدیث نمبر: ۶۳۶،نخب الافکار للعینی ج:۲ص:۴۴۲،سنن کبری للبیہقی ج:۱ص:۳۱۹،حدیث : ۹۹۱،البدر المنیر ج:۲ص:۶۴۷،الدرایہ ج:۱ص:۶۸،تنقیح التحقیق ج:۱ص:۳۷۸،تخریج احادیث الاختیا رللقاسم ج:۱ص:۱۵۱**) مزید تفصیل "**الاجماع: شمارہ نمبر۴: ص۳۷**" پر موجود ہے۔

75 حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**الصعید الطیب وضوء المسلم، وان لم یجد الماء عشر سنین**" پاک مٹی مسلمان کے لئے وضو کرنے کا سامان ہے اگرچہ پانی دس سال تک نہ ملے۔(**سنن نسائی حدیث نمبر:۳۲۲**)

معلوم ہوا کہ جب تک پانی نہ ملے مسلمان تیمم کرتا رہے گا اور جب پانی مل جائے تو پانی سے وضو کرے گا اس لئے کہ تب تیمم ختم ہو جائے گا، امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) بھی یہی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص تیمم کرے پھر وہ پانی کے استعمال پر قادر ہو جائے تو اب نماز کیلئے وضو کریگا، آپؒ کے الفاظ یہ ہیں "**اذا تیمم الرجل ثم مر بماء فقال: حتی آتی ماء آخر فقد نقض تیممه ویتوضأ لتلک الصلاة۔**" (**مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر:۸۹۲،واسنادہ صحیح**)

سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے۔(علیؓ سے منقول تفسیر ثابت نہیں، کفایت اللہ سنابلی کو جواب)

تحقیق: ابو حمزہ بن ادریس

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کو ثابت کرنے کے لیے ،کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی پیش کی ہے ،جس کی سند و متن یوں ہے :

امام بخاریؒ **(م ۲۵۶ھ)** فرماتے ہیں :

قال موسی: حدثنا حماد بن سلمة سمع عاصما الجحدری عن ابیه عن عقبة بن ظبیان عن علی رضی اللہ عنه: ''فصل لربک وانحر'' وضع یده الیمنی علی وسط ساعده علی صدره۔

صحابی رسول حضرت علیؓ نے **''فصل لربک وانحر''** کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے بازو کے درمیان رکھ کر سینے پر رکھنا مراد ہے۔

اس کے بعد کفایت اللہ سنابلی صاحب اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔**(انوار البدر ص:۲۲۰)**

الجواب :

زبیر علی زئی صاحب کی طرح کفایت اللہ بھی اسماء الرجال کے فن سے کھیلتے ہوئے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ حالانکہ اس میں عاصم الجحدری کے والد مجہول ہیں۔

درج ذیل محدثین ،علماء اور غیر مقلدین کے اپنے علماء کے حوالے موجود ہیں،

جنہوں نے اس تفسیر علیؓ کو ضعیف کہا ہے۔

۱) حافظ ابن کثیرؒ **(م ۷۷۴ھ)** نے کہا : **''لا یصح عن علی''** یہ روایت حضرت علی سے صحیح ثابت نہیں ہے۔**(تفسیر ابن کثیر ج:۸ ص:۴۷۶، اصل صفة صلاة النبی ﷺ للالبانی ج:۱ ص:۲۱۷، واللفظ له)**

اسکین: تفسیر ابن کثیر

محقق عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء الثامن

الحديد - الناس

دار طيبة للنشر والتوزيع

الجزء الثامن ـ سورة الكوثر ــــــــ ٥٠٣

النهرُ الذي تقدم صفته ــ فاخلص لربك صلاتك المكتوبة والنافلة ونَحْرَك ، فاعبده وحده لا شريك له، وانحر على اسمه وحده لا شريك له . كما قال تعالى : ﴿ قُلْ إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ . لا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴾ [الأنعام:١٦٢، ١٦٣] ، قال ابن عباس، وعطاء ، ومجاهد ، وعكرمة ، والحسن : يعني بذلك نحر البُدْن ونحوها . وكذا قال قتادة ، ومحمد بن كعب القرظي ، والضحاك ، والربيع ،وعطاء الخراساني ، والحكم ، وإسماعيل [(١)] بن أبي خالد ، وغير واحد من السلف . وهذا بخلاف ما كان المشركون عليه من السجود لغير الله ، والذبح على غير اسمه ، كما قال تعالى : ﴿ وَلا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ﴾ الآية [الأنعام: ١٢١] .

وقيل : المراد بقوله : ﴿ وَانْحَرْ ﴾ : وضع اليد اليمنى على اليسرى تحت النحر . يُروَى هذا عن علي ، ولا يصح. وعن الشعبي مثله .

وعن أبي جعفر الباقر : ﴿ وَانْحَرْ ﴾ يعني : ارفع اليدين عند افتتاح الصلاة .

وقيل : ﴿ وَانْحَرْ ﴾ أي : استقبل بنحرك القبلة . ذكر هذه الأقوال الثلاثة ابن جرير .

وقد روى ابن أبي حاتم هاهنا حديثا منكرا جدا فقال : حدثنا وهب بن إبراهيم الفامي [(٢)] ــ سنة خمس وخمسين ومائتين ــ حدثنا إسرائيل بن حاتم المروزي ،حدثنا مقاتل بن حيان ، عن الأصبغ بن نباتة ، عن علي بن أبي طالب قال : لما نزلت هذه السورة على النبي ﷺ : ﴿ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ . فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ ، قال رسول الله : « يا جبريل ، ما هذه النَّحيرة التي أمرني بها ربي ؟ » فقال: ليست بنحيرة ، ولكنه يأمرك إذا تحرمت للصلاة ، ارفع يديك إذا كبرت وإذا ركعت ،وإذا رفعت رأسك من الركوع ، وإذا سجدت ، فإنها صلاتنا وصلاة الملائكة الذين في السموات السبع ، وإن لكل شيء زينة ، وزينة الصلاة رفع اليدين عند كل تكبيرة .

وهكذا [(٣)] رواه الحاكم في المستدرك ، من حديث إسرائيل بن حاتم ، به [(٤)] .

وعن عطاء الخراساني : ﴿ وَانْحَرْ ﴾ أي : ارفع صلبك بعد الركوع واعتدل ،وأبرز نحرك ، يعني به الاعتدال . رواه ابن أبي حاتم .

[كل هذه الأقوال غريبة جدا] [(٥)] . والصحيح القول الأول ، أن المراد بالنحر ذبح المناسك ؛ ولهذا كان رسول الله ﷺ يصلي العيد [(٦)] ، ثم ينحر نسكه ويقول : « من صلى صلاتنا ،ونسك نسكنا، فقد أصاب النسك. ومن نسك قبل الصلاة فلا نسك له ». فقام أبو بردة بن نيار فقال: يا رسول

(١) في م : « وسعيد » .　(٢) في أ : « العامي » .　(٣) في م : « وقد » .

(٤) المستدرك (٢/ ٥٣٧) ، ورواه من طريق البيهقي في السنن (٢/ ٧٥) ، ورواه ابن حبان في المجروحين (١/ ١٧٧) من طريق إسرائيل بن حاتم ، به . وقال ابن حبان : « هذا متن باطل إلا ذكر رفع اليدين فيه ، وهذا خبر رواه عمر بن صبح ، عن مقاتل بن حيان ، وعمر بن صبح يضع الحديث فظفر عليه إسرائيل بن حاتم فحدث به عن مقاتل » .

(٥) زيادة من م ، أ .　(٦) في م : « يصلي يوم العيد » .

۲)　غیر مقلد محدث البانی صاحب کہتے ہیں کہ "**والدعاصم الجحدری واسمہ العجاج البصری، فانی لم اجد من ذکرہ**" عاصم الجحدری کے والد جن کا نام العجاج البصریؒ ہے ،تو مجھے ان کا ترجمہ (حالات) نہیں ملا۔ **(اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ للالبانی ج:۱ص:۲۱۷)** اسکین ملاحظہ فرمائے
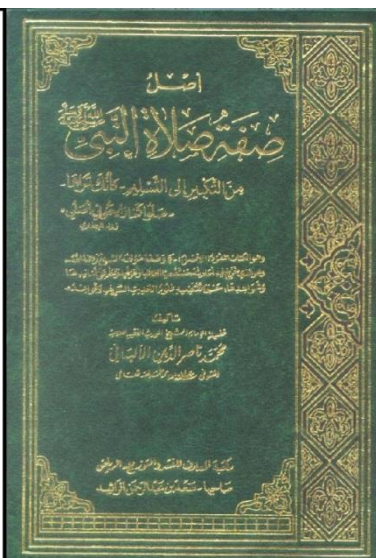
أصل

صفة صلاة النبي

صلى الله عليه وسلم

من التكبير إلى التسليم - كأنك تراها -

«صلوا كما رأيتموني أصلي»

رواه البخاري

وهو الكتاب المفرد «الأصل» - كما وصفه مؤلفه الشيخ رحمه الله -، وهو الذي خرّج فيه أحاديثه، مستقصيًا ألفاظها وطرقها، وتكلم على أسانيدها وشواهدها، حسبما تقتضيه علوم الحديث الشريف وقواعده.

تأليف

فضيلة الإمام الشيخ المحدث الفقيه العلامة

محمد ناصر الدين الألباني

المتوفى سنة ١٤٢٠هـ

رحمه الله تعالى

المجلد الأول

مكتبة المعارف للنشر والتوزيع

لصاحبها سعد بن عبد الرحمن الراشد

الرياض

وضعهما على الصدر

. . . .

كان رسول الله ﷺ يضع اليمنى على يده اليسرى ، ثم يشد بينهما على صدره ؛ وهو في الصلاة .

وهذا إسناد مرسل جيد ، رجاله كلهم موثقون ، وينبغي أن يكون حجة عند الجميع ؛ لأنه ـ وإن كان مرسلاً ؛ فإنه ـ قد جاء موصولاً من أوجه أخرى ـ كما رأيت ـ .

ويشهد له ما رواه حماد بن سلمة : ثنا عاصم الجحدري عن أبيه عن عُقْبة بن صُهْبان قال :

إن علياً رضي الله عنه قال في هذه الآية : ﴿فصل لربك وانحر﴾ ، قال :

وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى ، ثم وضعهما على صدره .

أخرجه البيهقي (٢/٣٠) .

ورجاله موثقون ؛ غير والد عاصم الجحدري ـ واسمه : العَجّاج البصري ـ ؛ فإني لم أجد من ذكره ، وقد قال الحافظ ابن كثير في «تفسيره» :

«لا يصح عن علي» .

ثم أخرج البيهقي نحوه عن ابن عباس .

وسنده محتمل للتحسين .

ويشهد لرواية علي : ما أخرجه أبو داود (١/١٢٠) من طريق أبي طالوت عبدالسلام عن ابن جَرِير الضَّبِّيِّ عن أبيه قال :

رأيت علياً رضي الله عنه يمسك شماله بيمينه على الرسغ فوق السرة .

وهذا إسناد قال البيهقي (٢/٣٠) :

«حسن» .

٢١٧

۳) غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ العجاج کا ثقہ ہونا کسی سے ثابت نہیں ہے لہذا قوال ِ راجح میں وہ مجہول الحال ہیں۔**(الحدیث شمارہ نمبر:۷ص:۳۱)**

۴) سنن کبری للبیہقی کے محقق شیخ اسلام منصور بن عبدالحمید نے بھی اس روایت کو ضعیف کہاہے۔ **(ج : ۲ ص:۵۱)**

اسکین:

السنن الكبرى

للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي المتوفى سنة ٤٥٨ هـ

إسلام منصور عبد الحميد

الجزء الثاني

دار الحديث القاهرة

١٤٦- باب وَضعِ اليدِ اليُمنى على اليُسرى في الصلاةِ ٥١

بْنُ أَيُّوبَ قالا حدثنا موسى بن إسماعيل حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدري عن عقبة بن صهبان.

عن علي ﷺ: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [الكوثر: الآية ٢] قال: هو وضع يمينك على شمالك في الصلاة.

كذا قال شيخنا عاصم الجحدري عن عقبة بن صهبان.

٢٣٣٢- ورواه البخاري في التاريخ ورواه البخاري في التاريخ في ترجمة عقبة بن ظبيان عن موسى بن إسماعيل عن حماد بن سلمة سمع عاصم الجحدري عن أبيه عن عقبة بن ظبيان.

عن علي ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [الكوثر: الآية ٢] وضع يده اليمنى على وسط ساعده على صدره.

أخبرناه أبو بكر الفارسي: أخبرنا أبو إسحاق الأصبهاني: أخبرنا أبو أحمد بن فارس حدثنا محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله قال: أخبرنا موسى حدثنا حماد بن سلمة فذكره.

قال: وقال البخاري قال لنا قتيبة عن حميد بن عبد الرحمن عن يزيد بن زياد بن أبي الجعد عن عاصم الجحدري عن عقبة من أصحاب علي عن علي ﷺ وضعهما على الكرسوع.

٢٣٣٣- وأخبرنا أبو الحسين بن بشران حدثنا جعفر بن محمد بن نصير الخلدي إملاء: أخبرنا إبراهيم بن عبد الله بن مسلم حدثنا مسلم بن إبراهيم حدثنا عبد السلام بن أبي حازم حدثنا.

غزوان بن جرير عن أبيه: أنه كان شديد اللزوم لعلي بن أبي طالب ﷺ قال: كان علي ﷺ إذا قام إلى الصلاة فكبر ضرب بيده اليمنى على رسغه الأيسر، فلا يزال كذلك حتى يركع إلا أن يحك جلدا أو يصلح ثوبه، فإذا سلم سلم عن يمينه: سلام عليكم، ثم يلتفت عن شماله فيحرك شفتيه، فلا ندري ما يقول ثم يقول: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، لا حول ولا قوة إلا بالله، لا نعبد إلا إياه. ثم يقبل على القوم بوجهه، فلا يبالي عن يمينه انصرف أو عن شماله. هذا إسناد حسن.

٢٣٣٤- وأخبرنا أبو علي الروذباري: أخبرنا أبو بكر بن داسة حدثنا أبو داود حدثنا نصر بن علي حدثنا أبو أحمد عن العلاء بن صالح.

عن زرعة بن عبد الرحمن قال سمعت ابن الزبير يقول: صف القدمين ووضع اليد على اليد من السنة.

٢٣٣٢- [ضعيف]: وقد تقدم في الذي قبله.

٢٣٣٣- [ضعيف]: أخرجه أبو حسن بن بشران في فوائده كما في كنز العمال [٨/ ٥١]، وحسن إسناده المصنف، لكن غزوان بن جرير وأبوه مجهولان، وقيل: إن أباه مقبول!!

٢٣٣٤- [ضعيف]: أخرجه أبو داود [٧٥٤] ومن طريقه المصنف، عن العلاء بن صالح عن زرعة بن عبد الرحمن قال: سمعت ابن الزبير، وزرعة مجهول لم يرو عنه إلا اثنان، ووثقه ابن حبان!!
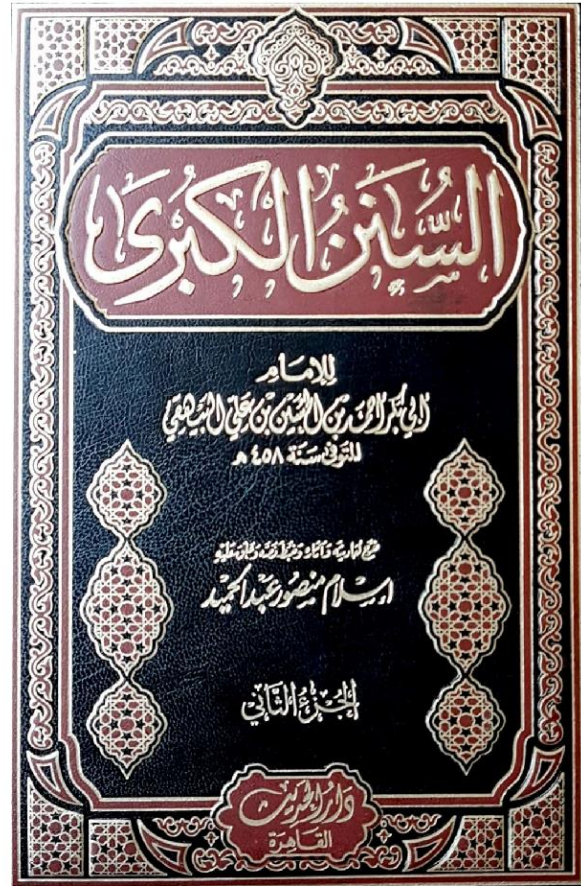
۴) شیخ البانی اور شیخ مقبل کے شاگرد شیخ خالد بن عبداللہ بن محمد "الشایع" بھی کہتے ہیں کہ مجھے عاصم کے والد کا ترجمہ یا تعدیل نہیں ملی۔ **(الاعلام بتکبیر المصلی بمکان وضع الیدین بعد تکبیرۃ الاحرام ص: ۱۵)**

اسکین:

الحريش ثنا شيبان ثنا عاصم الحول عن رجل عن أنس مثله أو قال عن النبي صلى الله عليه وسلم . ا . ه .

قال ابن التركماني ([illegible] / [illegible]) الجوهر النقي : في سنده ومتنه اضطراب ا . ه .

قلت : إيضاح كلمة ابن التركماني ، أن هذا الأثر يروى عن عقبة بن صهبان كما في سنن البيهقي ، ويروى عن عقبة بن ظبيان كما في التاريخ الكبير للبخاري ([illegible] / [illegible]) وكذا عن عقبة ابن ظهير .

و أحيانا يذكر في المتن (على صدره) كما في السنن ، و أحيانا يقصر الراوي فلا يذكرها كما في الجرح والتعديل ([illegible] / [illegible]) ترجمة عقبة بن ظبيان .

وقال ابن حاتم ، اختلف حماد بن سلمة ويزيد بن أبي الجعد في هذا الحديث فقال حماد : عن عاصم الجحدري عن أبيه عن عقبة بن ظبيان عن علي ، وروى يزيد بن زياد بن أبي الجعد عن عاصم الجحدري عن عقبة ابن ظهير عن علي ا . ه . يعني باختلاف الراوي عن علي ، وبإسقاط أبيه .

كما أن الإسناد فيه أبو الحريش الراوي عن شيبان لم أعثر له على ترجمة بعد طول بحث ، وكذلك أبو عاصم الجحدري ، اسمه العجاج لم أجد من ذكره أو تعديل ، وعقبة بن ظبيان لم يوثقه غير ابن حبان .

– وأما أثر أنس رضي الله عنه فكما تلحظ أن الراوي عن أنس مبهم ، فيغني عن بحث إسناده خصوصا في مثل هذه المسألة التي كثر فيها الاختلاف والاضطراب .

15

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ سے مروی یہ تفسیر صحیح نہیں ،بلکہ ضعیف ہے۔کیونکہ اس میں عاصم کے والد العجاج مجہول ہیں۔لیکن چونکہ کفایت اللہ صاحب کو اس روایت کو صحیح ثابت کرنا تھا ، اس لیے انہوں العجاج الجحدری کا تعین کرتے ہوئے کہا کہ :یہ عبداللہ بن روبۃ العجاج البصری ہیں۔**(انوار البدر ص:۲۲۳)**

حالانکہ یہ تعین کئی لحاظ سے باطل مردود ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے :

ہمارا کہنا ہے کہ **'العجاج الجحدری'** مجہول ہے۔	غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ **'العجاج الجحدری'** ہی **عبد اللہ بن روبۃ العجاج البصری ہے۔**
۱)عاصم الجحدریؒ کے والد **'العجاج البصری'** کے نام میں **' الجحدری'** کا ذکر ہے کیونکہ ان کے بیٹے کے نام میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔**(تاریخ الاسلام:ج۳:ص۴۳۷)**	۱)لیکن عبد اللہ بن روبۃ العجاج البصری کے نام میں **''الجحدری'** کی صراحت بالکل بھی نہیں ملتی۔اگر کفایت صاحب اور دیگر غیر مقلدین عاصم کے والد کے تعین میں 'العجاج' کے ساتھ **'الجحدری'** کے لقب کو بھی ذہن میں رکھتے ،تو انہیں عبد اللہ بن روبۃ کبھی نہ ملتا۔اس لئے ان حضرات نے **'الجحدری'** کے لقب کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف 'العجاج' کو ذہن میں رکھ کر عاصم کے والد کا تعین عبد اللہ بن روبۃ سے کیا۔تاکہ اپنی سینے پر ہاتھ باندنے والی روایت کو صحیح ثابت کر سکے۔

۲) عاصم الجحدریؒ کے والد 'العجاج الجحدری' قبیلہ جحدر سے تعلق رکھتے ہے۔(**تاریخ الاسلام:ج۳:ص۴۳۷، عجالة المبتدي وفضالة المنتهي في النسب:ص۳۷**)	۲)جب کہ عبد اللہ بن روبۃ کا قبیلہ بنی تمیم تھا۔(**تاریخ الاسلام: ج۲:ص۱۱۳۹،عجالة المبتدي وفضالة المنتهي في النسب: ص۵**) اور قبیلہ بنی تمیم قبیلہ مضر میں آتا ہے۔
۳) عاصم الجحدریؒ کے والد 'العجاج الجحدری' کی کنیت 'ابو الصّبّاح' تھی۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (**م۷۴۸ھ**) لکھتے ہیں کہ " عَاصِمُ بْنُ أَبِي الصَّبَّاحِ الْجَحْدَرِيُّ الْبَصْرِيُّ الْمُقْرِئُ الْمُفَسِّرُ "۔(**تاریخ الاسلام:ج۳:ص۴۳۷**)	۳)اور عبد اللہ بن روبۃ کی کنیت أَبُو رُؤْبَةَ اور ابو الشعثاء ہیں۔ (**تاریخ الاسلام:ج۲:ص۱۱۳۹**)
۴) 'العجاج الجحدری' کے بیٹے کا نام عاصم بن العجاج الجحدریؒ ہے۔(**الجرح والتعدیل:ج۶:ص۳۴۹، تاریخ الاسلام:ج۳: ص۴۳۷**)	۴)جب کہ عبد اللہ بن روبۃ کے بیٹے کا نام روبۃ بن عبد اللہ العجاجؒ ہے۔(**کتاب الثقات للقاسم:ج۴:ص۲۷۲**)
۵) 'العجاج الجحدری' کے شاگردوں میں عاصم بن العجاج الجحدریؒ کا نام ملتا ہے۔(**الجرح والتعدیل:ج۶:ص۳۴۹، تاریخ الاسلام:ج۳:ص۴۳۷**)	۵)لیکن عبد اللہ بن روبۃ کے شاگردوں میں عاصم بن العجاج الجحدریؒ کا نام نہیں ملتا ہے۔
۶)اسی طرح 'العجاج الجحدری' کے اساتذہ میں عُقبة بْن ظَبيان ذکر ہے۔(**الجرح والتعدیل:ج۶:ص۳۴۹، تاریخ الاسلام: ج۳:ص۴۳۷**)	۶)جب کہ عبد اللہ بن روبۃ کے اساتذہ میں عُقبة بْن ظَبيان ذکر نہیں ملتا ہے۔

لہذا ان وجوہات کی بناء پر کفایت صاحب اور دیگر غیر مقلدین کا عبداللہ بن روبۃ کو عاصم الجحدری کا والد بتانا باطل اور مردود ہے۔